جوان اور
شریک حیات کا انتخاب

الیف

جۃ الاسلام علی اکبر مظاہری

ترجمہ

نثار احمد زین پور

جوان

اور

شریک حیات کا انتخاب

تالیف

حجۃ الاسلام علی اکبر مظاہری

ترجمہ

نثار احمد زین پوری

مظاہری، علی اکبر

جوان اور شریک حیات کا انتخاب / مؤلف علی اکبر مظاہری؛ مترجم نثار احمد زین پوری۔ قم: انصاریان، ۲۰۰۸ء۔

۳۲۸ ص۔

ISBN: 978-964-438-948-1

عنوان اصلی: جوانان و انتخاب همسر۔

کتابنامه بصورت زیرنویس۔

۱. زناشوئی (اسلام)۔ ۲. همسر گزینی۔ الف. زین پوری، نثار احمد، مترجم۔

ب. عنوان۔

BP ۲۳۰/۱۷/م۶ج۹۰۴۷ ۲۹۷/۷۴۵

جوان اور شریک حیات کے انتخاب (ترجمہ اردو)

مؤلف: حجۃ الاسلام علی اکبر مظاہری

مترجم: نثار احمد زین پوری

پبلشر: انصاریان پبلیکیشنز

اول طبع: ۱۳۷۳۔۱۴۱۵۔۱۹۹۴

دوسری طبع: ۱۳۸۶۔۱۴۲۹۔۲۰۰۸

چھاپخانہ: صدر | تعداد صفحات: ۳۲۸ ص

تعداد: ۲۰۰۰ نسخہ | سائز: ۱۴۳ X ۲۱۰ mm

ISBN: ۹۷۸۔۹۶۴۔۴۳۸۔۹۴۸۔۱

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

انصاریان پبلیکیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷

قم۔ جمہوری اسلامی ایران

فون نمبر: ۷۷۴۱۷۴۴ ۷۷ فیکس نمبر: ۷۷۴۲۶۴۷۔۲۵۱۔۰۰۹۸

Email: ansarian@noornet.net

www.ansariyan.org&www.ansariyan.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم:

اس کتاب کا ثواب اپنی والدہ کی۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ روح کو ہدیہ کرتا ہوں۔

شیعہ ملٹی میڈیا ڈاٹ کام

مرکزی ویب سائٹ آف عزاداری، پاکستان

شیعہ ملٹی میڈیا

شیعہ کتب ڈاونلوڈ کرنے کے لیے

www.ShiaMultimedia.com

فہرست

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۰	ایمان کا تحفظ	۱۹
۱	مقدمہ آیت اللہ جعفر سبحانی	۲۱
۲	پیش گفتار	۲۴
۳	پہلی فصل : شادی کی فضیلت	۳۳
۴	بیوی خدا کی عظیم نعمت	۳۴
۵	فلسفۂ ازدواج	۳۴
۶	بیوی خدا کی حکمت کی نشانی اور انسان کے لیے سکون کا باعث ہے۔	۳۷
۷	شادی انسان کے اعمال کی قیمت بڑھاتی ہے	۳۷
۸	خدا کے نزدیک بہترین گھر	۳۸

صفحہ نمبر	موضوع	نمبر شمار
۳۹	نشان افتخار	۹
۴۳	**دوسری فصل: کس سن میں شادی کریں؟**	۱۰
۴۵	بلوغ کا زمانہ	۱۱
۴۹	شادی خدا سے تقرب کا وسیلہ	۱۲
۵۱	جنسی و عقلی بلوغ	۱۳
۵۳	ایک مفکر کا نظریہ	۱۴
۵۶	اس موضوع پر ایک دوست سے مباحثہ	۱۵
۵۹	پتھر سے سر ٹکرانا خطا ہے	۱۶
۶۵	**تیسری فصل: شادی میں عجلت کے فوائد اور تاخیر کے نقصانات**	۱۷
۶۵	ایمان اور معنویت کا تحفظ و تقویت	۱۸
۶۶	ایک افسوس ناک واقعہ	۱۹
۶۷	ایک بہترین نمونہ	۲۰
۶۸	نوجوانوں کی با نشاط بہار سے بہرہ مندی	۲۱
۷۰	ایک افسوس ناک واقعہ	۲۲
۷۲	جنسی انحراف اور غلط راستے سے محفوظ رہنا	۲۳

صفحہ نمبر	موضوع	نمبر شمار
۷۵	نفسیاتی اور اعصابی امراض سے بچنا	۲۴
۷۹	**چوتھی فصل: شادی میں مشکلات اور رکاوٹیں**	۲۵
۷۹	مشکلات حقیقی ہیں یا خود ساختہ؟	۲۷
۸۰	چارۂ کار کیا ہے؟	۲۸
۸۲	پہلی مشکل: مالی و اقتصادی مشکل	۲۹
۸۲	راہ حل	۳۰
۸۲	خدائی امداد	۳۱
۸۳	خدا کا وعدہ	۳۲
۸۴	اسلام کے پیشواؤں کی بشارتیں	۳۳
۸۵	کچھ حسین نمونے	۳۴
۸۶	نئے آفاق	۳۵
۸۷	سہولت و مراعات	۳۶
۸۸	کاروبار سے معاشرہ میں عزت	۳۷
۸۸	شادی کے لئے مخصوص قرضے	۳۸
۸۹	اضافی اخراجات میں کمی کرنا	۳۹
۹۳	سادہ زیستی کا بہترین نمونہ	۴۰
۹۵	دوسری مشکل: تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا	۴۱
۹۵	اصل مشکل	۴۲

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۴۳	مشکل کا تجزیہ	۹۶
۴۴	راہ حل	۹۷
۴۵	اس خیال کو ذہن سے نکالنا کہ شادی تحصیل علم میں مانع ہے	۹۷
۴۶	شرعی وقانونی منگنی	۹۸
۴۷	لڑکے، لڑکیوں کے لئے والدین کی مدد	۹۹
۴۸	طالب علمی کے زمانہ میں شادی ہونے سے ایک مشکل بچّہ کی ولادت بھی ہے اس سلسلے میں محتاط رہنا چاہیئے	۱۰۱
۴۹	قناعت	۱۰۱
۵۰	ایک دوسرے کے کام میں ہاتھ بٹانا	۱۰۲
۵۱	والدین سے گزارش	۱۰۲
۵۲	تیسری مشکل: شریک حیات کا انتخاب	۱۰۳
۵۳	راہ حل	۱۰۴
۵۴	چوتھی مشکل: بزرگوں کے اعتراض اور اختراع اندازی	۱۰۶
۵۵	ایک افسوسناک واقعہ	۱۰۷
۵۶	ایک عجیب قصّہ	۱۰۹
۵۷	ایک درد بھرا خط	۱۱۱
۵۸	کیا، کیا جائے	۱۱۲
۵۹	جواب	۱۱۳
۶۰	راہ حل	۱۱۳

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۶۱	رخنہ اندازی کرنے والوں سے براہ راست گفتگو	۱۱۳
۶۲	کسی کو واسطہ بنائیں	۱۱۴
۶۳	چند نمونے	۱۱۴
۶۴	دوسرا نمونہ	۱۱۵
۶۵	ایک دلچسپ قِصّہ	۱۱۶
۶۶	زندگی کی ڈائری سے ایک صفحہ	۱۱۶
۶۷	والد صاحب آگئے	۱۲۰
۶۸	پانچویں مشکل : فوجی ٹریننگ (سربازی)	۱۲۶
۶۹	جواب	۱۲۷
۷۰	کوتاہ مدّت والا حل	۱۲۷
۷۱	قانونی وشرعی نامزدگی ومنگنی	۱۲۷
۷۲	لڑکی سسرال یا میکے میں رہے	۱۲۷
۷۳	والدین مدد کریں	۱۲۸
۷۴	چھٹی مشکل : بڑے بہن بھائیوں کا وجود	۱۲۹
۷۵	اس مشکل کا حل	۱۲۹
۷۶	ساتویں مشکل : رہائش	۱۳۰
۷۷	راہ حل	۱۳۰
۷۸	طویل مدّت والا حل	۱۳۰
۷۹	کوتاہ مدّت والا حل	۱۳۰

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۸۰	والدین کے گھر میں وقتی رہائش	۱۳۱
۸۱	کرایہ کا گھر	۱۳۱
۸۲	آٹھویں مشکل: زندگی کو چلانے میں نوجوانوں کی ناتوانی	۱۳۲
۸۳	نویں مشکل: طبیعی مشکلات	۱۳۲
۸۴	جواب	۱۳۳
۸۵	مشکلات اور دشواریوں کا فلسفہ	۱۳۳
۸۶	بزرگوں سے ایک گزارش	۱۳۷
۸۷	ایک اجتماعی بیماری	۱۴۰
۸۸	**پانچویں فصل: شریک حیات کے انتخاب کے معیار**	۱۴۵
۸۹	اپنی ہمسری کے لئے کس کا انتخاب کریں؟	۱۴۵
۹۰	غور و فکر	
۹۱	انتخاب میں دقت، شادی میں سہولت	۱۴۷
۹۲	شریک حیات کے انتخاب کے معیار	۱۴۸
۹۳	دینداری	۱۴۹
۹۴	پیغمبر کے کلام کا ایک پرتو	۱۵۰
۹۵	اعتراض	۱۵۱

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۹۶	جواب	۱۵۱
۹۷	دین داری کے نتائج	۱۵۲
۹۸	غیر دین دار جوان کیا کریں؟	۱۵۳
۹۹	جواب	۱۵۳
۱۰۰	نیک اخلاق	۱۵۴
۱۰۱	طرفین کے لئے بنیادی اور ضروری خصوصیت	۱۵۴
۱۰۲	شریک حیات کے انتخاب میں حسن اخلاق کی اہمیت	۱۵۵
۱۰۳	اچھے و برے اخلاق کے نمونے	۱۵۶
۱۰۴	خوش بیانی و بدزبانی	۱۵۶
۱۰۵	چشم پوشی اور حسد	۱۵۷
۱۰۶	خوش خلقی اور کج خلقی	۱۵۷
۱۰۷	حق پذیری اور ہٹ دھرمی	۱۵۸
۱۰۸	ایک سوال کا جواب	۱۵۹
۱۰۹	خاندانی شرافت	۱۵۹
۱۱۰	سوال و جواب	۱۶۲
۱۱۱	عقل	۱۶۳
۱۱۲	ایک ناخوش گوار واقعہ	۱۶۵
۱۱۳	اس سے بھی زیادہ ناخوشگوار واقعہ	۱۶۶
۱۱۴	جسم و روح کی سلامتی	۱۶۷

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۱۱۵	اس اندوہ ناک واقعہ کو ملاحظہ فرمائیں	۱۶۸
۱۱۶	سوال وجواب	۱۶۹
۱۱۷	خوبصورتی	۱۷۰
۱۱۸	علم	۱۷۴
۱۱۹	ایک دوسرے کا کفو ہونا	۱۷۵
۱۲۰	ایک عبرت انگیز واقعہ	۱۷۸
۱۲۱	اسمٰعیل وصفوری کے اہم اختلافات	۱۸۰
۱۲۲	شبہ کا ازالہ	۱۸۰
۱۲۳	لڑکے، لڑکی کے کفو ہونے کے موارد :	۱۸۲
۱۲۴	سوال وجواب	۱۸۳
۱۲۵	فکری وثقافتی ہم آہنگی	۱۸۵
۱۲۶	اخلاقی ہم آہنگی	۱۸۵
۱۲۷	درج ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں	۱۸۶
۱۲۸	علمی اعتبار سے یکساں ہوں	۱۸۷
۱۲۹	ایک عبرت آموز واقعہ	۱۸۷
۱۳۰	جسمی اور جنسی تناسب	۱۸۸
۱۳۱	خوبصورتی میں یکساں ہوں	۱۹۱
۱۳۲	عمر میں تناسب	۱۹۱
۱۳۳	مالی تناسب	۱۹۲

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۱۳۴	خاندانی برابری	۱۹۲
۱۳۵	سیاسی تناسب	۱۹۳
۱۳۶	اجتماعی تناسب	۱۹۳
۱۳۷	ایک قابل غور واقعہ	۱۹۴
۱۳۸	روحی اور نفسیاتی ہم آہنگی	۱۹۷
۱۳۹	مستقبل کے لحاظ سے کفو ہونا	۱۹۷
۱۴۰	سوال وجواب	۲۰۰
۱۴۱	تأمل ہاں، وسواس نہیں	۲۰۳
۱۴۲	سوال وجواب	۲۰۵
۱۴۳	غفلت سے پرہیز	۲۰۸
۱۴۴	عشق محور زندگی	۲۱۰
۱۴۵	عشق کی دو قسمیں	۲۱۵
۱۴۶	سوال وجواب	۲۱۷
۱۴۷	دائمی عشق	۲۱۷
۱۴۸	ایک حسین وپرشکوہ واقعہ	۲۱۸
۱۴۹	محبت دونوں طرف سے	۲۲۱
۱۵۰	دام فریب	۲۲۲
۱۵۱	پہلا رنج نامہ	۲۲۳
۱۵۲	دوسرا رنج نامہ	۲۲۴

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۱۵۳	اہم سوال و جواب	۲۲۵
۱۵۴	ناپائیدار زندگی	۲۲۸
۱۵۵	**چھٹی فصل: انتخاب**	۲۳۳
۱۵۶	سلسلہ جنبانی کا وقت	۲۳۳
۱۵۷	انتخاب	۲۳۴
۱۵۸	کامل معرفت	۲۳۴
۱۵۹	شریک حیات کے انتخاب کے طریقے:	۲۳۵
۱۶۰	پہلا طریقہ: مشورہ	۲۳۵
۱۶۱	عقلمند راہنما	۲۳۶
۱۶۲	مشیر کے صفات	۲۳۶
۱۶۳	دوسرا طریقہ: تلاش	۲۳۸
۱۶۴	واسطوں کی قسمیں	۲۳۸
۱۶۵	ایک افسوس ناک واقعہ	۲۳۹
۱۶۶	جوانوں کے لئے یاد دہانی	۲۴۱
۱۶۷	تحقیق کا تیسرا طریقہ	۲۴۲
۱۶۸	قبول یا رد کی دلیل	۲۴۲
۱۶۹	تحقیق کی راہیں یا انہیں رد کرنے کی کیفیت	۲۴۳
۱۷۰	اطمینان بخش طریقہ	۲۴۵

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۱۷۱	چوتھا طریقہ پیغام بھیجنا	۲۴۶
۱۷۲	پیغام لے جانے والوں کی خصوصیات	۲۴۷
۱۷۳	پانچواں طریقہ، خط و کتابت	۲۴۷
۱۷۴	چھٹا طریقہ فوٹو	۲۴۸
۱۷۵	ساتواں طریقہ بالمشافہہ گفتگو	۲۴۹
۱۷۶	نشست کا دستور العمل	۲۵۰
۱۷۷	مستقبل کی زندگی کا کلی قاعدہ	۲۵۱
۱۷۸	مستقبل کے مقاصد سے متعلق گفتگو	۲۵۱
۱۷۹	اپنے عیوب و بیماری کو بیان کریں	۲۵۲
۱۸۰	ناجائز شرطوں کو قبول نہ کریں	۲۵۳
۱۸۱	آٹھواں طریقہ ایک دوسرے کو دیکھنا	۲۵۴
۱۸۲	یہ موضوع احادیث کی نظر میں	۲۵۵
۱۸۳	لڑکی کی حرمت کا تحفظ	۲۵۷
۱۸۴	استخارہ	۲۵۸
۱۸۵	استخارہ کی دو قسمیں ہیں	۲۵۹
۱۸۶	اس استخارہ کا صحیح استعمال	۲۶۰
۱۸۷	بے محل استخارہ کا ایک افسوس ناک واقعہ	۲۶۲
۱۸۸	ایک اور واقعہ	۲۶۳
۱۸۹	قسمت	۲۶۵

صفحہ نمبر	موضوع	نمبر شمار
۲۶۶	قدم قدم پر مکمل احتیاط	۱۹۰
۲۶۸	ایثار پروری کی بنا پر ہونے والی شادیاں	۱۹۱
۲۶۸	ایسی شادیوں کی تعریف	۱۹۲
۲۶۸	ایسی شادیوں کی فضیلت	۱۹۳
۲۶۹	ایسی شادیاں قاعدہ کلیہ نہیں ہے	۱۹۴
۲۷۱	نتیجہ	۱۹۵
۲۷۲	شادی سے پہلے پشیمانی	۱۹۶
۲۷۳	ان پشیمانیوں کی وجہ	۱۹۷
۲۷۴	ایسے موقع پر کیا کرنا چاہئے	۱۹۸
۲۷۴	جواب	۱۹۹
۲۷۶	عبرت ناک سبق آموز واقعہ	۲۰۰
۲۸۶	خاندانی شادی	۲۰۱
۲۸۸	بچوں کو منگیتر بنانا	۲۰۲
۲۹۱	**ساتویں فصل: نامزدی (منگنی) کے دوران**	۲۰۳
۲۹۲	نامزدی کے زمانہ کی ضرورت	۲۰۴
۲۹۳	نامزدی کے دوران لڑکے، لڑکی کے فرائض	۲۰۵
۲۹۳	زیادہ توافق کے لئے ایک دوسرے کو پہچانیں	۲۰۶
۲۹۴	اصلاح و تربیت	۲۰۷

صفحہ نمبر	موضوع	نمبر شمار
۲۹۴	محبت بڑھانا	۲۰۸
۲۹۵	مستقبل کی زندگی کے لئے امید بندھانا	۲۰۹
۲۹۵	مستقبل کی مستقل زندگی کی بنیاد	۲۱۰
۲۹۵	ایک دوسرے کے جذبات کی قدر کرنا	۲۱۱
۲۹۷	ہدیہ دینا	۲۱۲
۲۹۷	محبت آمیز خط لکھنا	۲۱۳
۲۹۸	پرخلوص ملاقاتیں	۲۱۴
۲۹۸	چھوٹی مسافرتیں	۲۱۵
۲۹۹	معنوی محفلوں میں شرکت	۲۱۶
۲۹۹	زندگی چلانے سے متعلق علوم و فنون کی تحصیل اور اس موضوع سے متعلق کتابوں کا مطالعہ	۲۱۷
۳۰۳	اس موضوع پر قیمتی مقالہ	۲۱۸
۳۰۹	نامزدی کے زمانہ کی مدت	۲۱۹
۳۰۹	نامزدی کے زمانہ کی مشکلیں	۲۲۰
۳۱۰	دل کی بہانہ بازی	۲۲۱
۳۱۵	قابل غور نمونہ	۲۲۲
۳۱۹	بے جا توقعات	۲۲۳
۳۱۹	جشن ضرور منائیں	۲۲۴
۳۲۰	جاہلوں اور غرض مندوں کی مداخلت	۲۲۵

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۲۲۶	والدین کا خیال	۳۲۱
۲۲۷	آمد و رفت میں افراط	۳۲۲
۲۲۸	پہلی کدورتوں سے چشم پوشی	۳۲۳
۲۲۹	بیہودہ باتوں سے اجتناب	۳۲۴
۲۳۰	لڑکی کے والدین کی بے جا غیرت	۳۲۶
۲۳۱	اصل وصال کو شب زفاف پر موقوف رکھئے	۳۲۸

ایمان کا تحفظ

صادق القول، امین قریش، "وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی" کا مصداق کامل، رسول اسلامؐ کا ارشاد ہے کہ: شادی سے انسان کا نصف دین محفوظ ہو جاتا ہے اور نصف کی حفاظت کی اسے خود کوشش کرنا چاہئے۔ ایمان کی حفاظت ہر سچے مومن کی دلی خواہش ہے اور وہ اس کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں قربانیاں دینے سے کبھی دریغ نہیں کرتا ہے۔ لیکن آج کل کے زمانہ میں انسان مذکورہ نصف دین کے قلعہ (شادی) کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے بھی گھبراتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ شادی شریعت کے زاویہ کے مطابق نہیں کی جاتی چنانچہ اس سے بہت سی مشکلات کھڑی ہو جاتی ہیں اور پھر یہی دین کا تحفظ اور دو اجنبی خاندانوں کو مہر و محبت کی لڑی میں پرونے کا ذریعہ، عداوت و دشمنی کا سبب اور دین کے تحفظ کا وسیلہ اس کی تباہی کا ذریعہ قرار پاتا ہے جس کے نتیجہ میں کتنے ہی کمسن بچے ماں یا باپ کی محبت سے محروم ہو جاتے ہیں اور خطیر رقم مقدمہ بازی میں خرچ ہو جاتی ہے، اور خدا نے جس چیز کو باعث سکون و آرام قرار دیا ہے

وہی تشویش و انزجار کا سبب بن جاتی ہے۔

رسم شادی کو شریعت کے قوانین کے مطابق انجام دلانے اور پیچیدگیوں کو حل کرانے کے سلسلے میں اصلاح گروں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ انھیں میں سے ایک "جوان اور شریک حیات کا انتخاب" بھی ہے، مجموعی طور پر یہ کتاب اُردو داں طبقہ کے لئے مفید ہے زیادہ تر مطالب اصلاحی اور قابل مطالعہ ہیں لیکن چونکہ ایرانی معاشرہ کی اصلاح کے پیش نظر تالیف کی گئی ہے اس لئے کچھ رسموں و رواج میں اختلاف ناگزیر ہے ممکن ہے ایک چیز ایران کی تہذیب و ثقافت کے لحاظ سے مستحسن اور برصغیر کے سماج کے نقطۂ نظر سے قبیح ہو لہذا ایسی چیزوں کو قارئین اپنے اوپر تحمیل نہ سمجھیں اور صرف اپنے معاشرہ کی اصلاح کے مطابق مطالب ہی سے مستفید ہوں۔

نثار احمد زین پوری

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت اللہ جعفر سبحانی

عہد جوانی اور شریکِ زندگی کا انتخاب

لڑکے لڑکیوں کو انسان کی زندگی کے باغ کا میوہ کہا جاتا ہے، یہ اپنی زندگی کو جاری رکھنے میں مشترک کوششوں کے نیازمند ہیں کیونکہ کنوارے پن کی زندگی تلخ ہوتی ہے اور اس کا انجام بھی برا ہوتا ہے، اس سے چمن حیات کو درمیان راہ ہی خزاں آلیتی ہے اور خاک میں ملا دیتی ہے،

خالق نے ان دونوں صنفوں میں ایک دوسرے کے لئے کشش ودیعت کی ہے زندگی کے مخصوص موڑ پر پہنچ کر ان میں سے ہر ایک دوسرے کو چاہنے لگتا ہے، ان کا یہ اضطراب وقلبی تپش شادی ہی سے ختم ہوتی ہے آیت شریکِ حیات کی تخلیق کے راز کو یوں بیان کرتی ہے: ﴿لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا﴾

۱۔ ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا﴾ اور اسی کی قدرت کی نشانیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری ہی جنس کی بی بیاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے ساتھ رہ کر آرام حاصل کرو۔

دو افراد کا تعاون و ہمکاری اسی صورت میں مفید اور بقا پذیر ہوتا ہے جب دونوں کے طرز تفکر اور خواہش و میلان میں توافق ہو گا اس کے علاوہ اتحاد کی زنجیر کمزور ہوتی چلی جائے گی اور ایک روز ٹوٹ جائے گی اور تعاون کا شیرازہ بکھر جائے گا۔

ہم نے خود اپنی زندگی میں ایسے دردناک اور تلخ واقعات کا مشاہدہ کیا ہے جو کہ بیوی اور شوہر کے لئے بھی تکلیف دہ ہیں اور ان کے والدین کے لئے بھی پریشان کن ہیں، ان سے مشترک زندگی کا محل منہدم ہو جاتا ہے اور ازدواج کے میٹھے درخت پر کڑوے میوے لگتے ہیں، اور میاں، بیوی عدالت تک پہنچ کر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور اکثر تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ مظلوم نونہالوں کو ایک دوسرے پر چھوڑ دیتے ہیں، اور خود اپنی راہ لگتے ہیں تاکہ اپنی زندگی کے لئے کوئی دوسرا ساتھی تلاش کر سکیں۔

یہ چیز وجود میں سب سے اہم اور موثر عامل ہے۔ البتہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عامل فرد میں منحصر ہے۔ کہ شادی کے ابتدائی مراحل میں شریک حیات کے انتخاب کے وقت غلط چیزوں کو صحیح سمجھ لیا گیا تھا اور ان ہی چیزوں کی بنیاد پر زندگی کو تشکیل دیا گیا، اگر شریکِ حیات کے انتخاب میں صحیح اصول کی رعایت کی گئی ہوتی تو بہت سی طلاقیں نہ ہوئی ہوتیں۔

یہ کتاب جو کہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے اس میں ان اسباب و عوامل کی نشاندہی کی گئی ہے اور شریکِ حیات کے صحیح و علمی اصول پیش کئے گئے ہیں۔

میں نے اس کتاب کے بعض حصّوں کا مطالعہ کیا ہے، جوانوں کے لئے بہت مفید ہے خصوصاً کتاب کا وہ حصہ جس میں کچھ سبق آموز واقعات

شامل ہیں اس سے صحیح نتیجہ برآمد کیا جاسکتا ہے ۔

میں مؤلف محترم جناب علی اکبر مظاہری دام مجدہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ناشر محترم سے درخواست ہے کہ اس کتاب کی نشر و اشاعت میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں تاکہ یہ کتاب ہمارے جوانوں تک پہنچ جائے اور اس طرح ہماری مشکلات کو برطرف کرنے میں یہ ایک قدم ہو جس کے نتیجہ میں طلاق کی شرح گھٹ جائے اور پیغمبر اکرم کے فرمان، «ما بُنِيَ بِنَاءٌ فِي الإِسلامِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ التَّزوِيجِ»[1] کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جاسکے ۔

جعفر سبحانی
موسسۂ امام صادق۔ علیہ السّلام۔ قم
یکم محرّم ۱۴۱۵ھ

۱۔ اسلام میں خدا کے نزدیک سب سے بہترین بنیاد، ازدواجی زندگی کی بنیاد ہے

پیش گفتار

جوانوں کو دیکھیے جو کہ بے پناہ امیدوں اور عشق و ہمتوں سے لبریز قلوب کے ساتھ ایک نئی راہ پر کھڑے ہیں اور ایک مستقل و ذمہ دارانہ زندگی کی فکر میں ہیں ان کے سامنے دو اہم ارادے، دو عظیم منصوبے، مرحلے دو بلند چوٹیاں اور دو عظیم انتخاب ہیں جن سے ضرور گزرنا ہے اور ان دو اہم مسئلوں کے متعلق سوچنا اور انتخاب کرنا ہے نہ ان دونوں میں سے ایک کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے اور نہ ان میں یہ طاقت ہے کہ وہ تن تنہا، راہنما کے بغیر دونوں راہوں کو طے کریں اور صحیح وسلامت منزل مقصود تک پہنچ جائیں، ان کی آنے والی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کافی حد تک ان دو ارادوں سے وابستہ ہے، اگر ان دو مرحلوں کو۔ انشاء اللہ۔ طے کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو کافی حد تک کامیابی سے نزدیک ہو جائیں گے اور اگر۔ خدانخواستہ۔ ان دونوں انتخابات میں کامیاب نہ ہوئے تو ان کے لئے بہت سی مشکلات اور مسائل کھڑے ہو جائیں گے۔

ان میں سے ایک ہے "کام" کا انتخاب اور دوسرا، "شریک حیات" کا انتخاب

یہ دونوں انتخاب عظیم اور حساس ہیں لیکن ان میں سے ایک دوسرے سے کہیں اہم، حساس اور نازک ہے، اور وہ ہے شریکِ حیات کا انتخاب،

ایک بہت بڑے عارف کا قول ہے:

> اگر انسان اپنی نصف عمر تک ایک شائستہ و بہترین استاد تلاش کرلیتا ہے تو بھی بہت اچھی بات ہے کیونکہ وہ اپنی نصف عمر میں کامیاب ہو جائے گا،

میں کہتا ہوں:

> اگر انسان اپنی نصف عمر شائستہ و مناسب شریکِ حیات حاصل کرنے میں کھپا دے تو بھی ٹھیک ہے کیونکہ اپنی باقی نصف عمر میں کامیاب ہو جائے گا،[1]

کیا آج تک آپ نے کسی کامیاب مرد کو دیکھا ہے کہ جس کے ساتھ شائستہ بیوی ہو؟ کیا آپ نے کسی سعادت مند عورت کو دیکھا ہے کہ جس کا شوہر لائق ہو؟ عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ کامیاب مرد کی بیوی نیک اور ہر سعادت مند عورت کا شوہر لائق ہے، ہم جس معاشرہ کو بھی دیکھتے ہیں عام طور پر اس میں یہی چیزیں نظر آتی ہیں، حضرت موسیٰ کے ساتھ صفورا ہیں، حضرت ابراہیم کے ہمراہ ہاجرہ ہیں، حضرت عیسیٰ کے ساتھ ان کی والدہ جناب مریم ہیں، حضرت محمدؐ کے ہمراہ جناب خدیجہ ہیں، حضرت علیؑ کے ساتھ جناب فاطمہ زہراؑ ہیں اور امام حسنؑ و امام حسینؑ اور امام زین العابدینؑ کے ہمراہ جناب زینبؑ ہیں چنانچہ علماء عظیم

1۔ ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ شادی میں دیر کی جائے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ شریکِ حیات کے انتخاب میں دقت سے کام لیا جائے آنے والی بحثوں میں اس کی وضاحت کریں گے

دانشوروں اور موجدوں کے ساتھ شریف و شائستہ خصلت عورتیں رہی ہیں اور ہیں (خواہ وہ زوجہ، ماں، یا بہن کسی بھی روپ میں ہوں)

لیکن چونکہ عورتیں عام طور پر گھر میں رہتی تھیں اور معاشرہ میں کم ظاہر ہوتی تھیں، اس لئے ان پر صاحبان قلم اور مورخین نے بہت کم لکھا ہے۔ نتیجہ میں وہ شہرت سے محروم رہیں۔ لیکن اس بات کے پیش نظر کہ شریف مرد و عورت دونوں ہی ایک دوسرے کی کامیابی میں موثر ہیں، دونوں برابر ہیں، اس حیثیت سے ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ مردوں کی کامیابی میں عورتوں کا زیادہ کردار رہا ہے تو بے جا نہ ہوگا، کیونکہ زندگی اور خاندان کا محور عورت ہے اگر یہ محور متزلزل ہو جائے اور اس میں ضعف و ناپائیداری پیدا ہو جائے تو زندگی کی بنیادیں کھوکھلی ہو جائیں گی اور اپنی زندگی میں مرد کا کامیاب ہونا بہت مشکل ہو لیکن شائستہ عورت کے وجود کی برکتوں سے مرد کمال کی معراج کو پہنچ سکتا ہے۔[1]

جس طرح مرد و عورت میں سے ہر ایک کی لیاقت و شائستگی کا اثر دونوں کی کامیابی پر ہے اسی طرح ان کی نا اہلی اور ناشائستگی بھی ایک دوسرے کی زندگی کو متاثر کرتی ہے، بے دین اور بد اخلاق عورت، مرد کو ذلیل کر دیتی ہے اور اس پر عرصۂ حیات تنگ کر دیتی ہے اسی طرح بے دین و بد اخلاق مرد بھی عورت کی زندگی کو برباد کر دیتا ہے اور اسے نفسیاتی مرض میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بد اخلاق و بد چلن عورت سے پیغمبر اکرمؐ نے خدا سے پناہ طلب کی ہے۔

«اَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوْجَةٍ تُشِيبُنِى قَبْلَ اَوَانِ مَشِيبِى» (۱)

۱۔ امام خمینی رضوان اللہ کے مشہور جملہ کی طرف اشارہ ہے، عورت کی محبتوں سے مرد معراج پر پہنچ جاتا ہے

۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۲۲

پروردگارا اس عورت سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں جو بڑھاپے کے زمانہ سے پہلے بوڑھا بنادے۔

خدا ہی جانتا ہے اس سلسلے میں کتنی صلاحیتیں اور ذہانت برباد ہوتی ہیں اور کتنی قیمتی طاقتیں اس وحشت ناک دلدل میں دھنس جاتی ہیں! اور کتنے ہنس مکھ چہرے اس سلسلہ میں پژمردہ ہو جاتے ہیں! اس ازدواجی زندگی میں کتنے حوادث والمیے جنم لیتے ہیں! تباہی اس مرد کے لئے ہے جس کا نالائق عورت سے سابقہ ہو اور بدنصیب ہے وہ عورت جس کا پست مرد سے سابقہ ہو۔

ہم نے اکثر و بیشتر دیکھا ہے کہ دیندار، نیک و شائستہ اور ذہین لڑکا ناشائستہ لڑکی سے شادی کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے اور اسی طرح، پاک دامن نیک اور ذہین و شگفتہ لڑکی نالائق لڑکے سے شادی کے نتیجہ میں گندے کنویں میں گر پڑتی ہے اور اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے، یا لڑکا، لڑکی صحیح ہیں لیکن ایک دوسرے کے کفو نہیں ہیں دونوں ایک طبقہ کے نہیں ہیں اس سے بھی مشکلات کھڑی ہو جاتی ہیں یعنی ایسا نہیں ہے کہ انسان کو صرف غلط بیوی ہی ناکام بناتی ہے بلکہ کفو نہ ہو بھی ناکامی کا باعث ہوتا ہے اس اعتبار سے یہ مسئلہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

ہم آگے چل کر کفو اور ایک دوسرے کے لئے مناسب ہونے کے سلسلے میں بحث کریں گے لیکن یہاں جس چیز کا بیان کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ میاں بیوی کا نیک ہونا کافی نہیں ہے بلکہ دونوں کا ہمخیال و ہم مزاج ہونا بھی ضروری ہے

اکثر ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ میاں بیوی دونوں بہت ہی شریف ہیں لیکن ان کی ازدواجی زندگی اچھی طرح بسر نہیں ہوتی کیونکہ ایک دوسرے کے شایان شان نہیں ہیں، ہر ایک اپنی علیحدہ دنیا میں زندگی گزارتا ہے، ان میں کبھی، نااتفاقی، لڑائی۔ اور کبھی۔ طلاق تک نوبت پہنچتی ہے، اگر یہ دونوں اس سے

شادی کرتے جو کہ ان کے لیے موزوں تھا تو کامیاب زندگی گزارتے اس سلسلہ میں ہم مزید وضاحت کریں گے اور آنکھوں دیکھے نمونے بھی پیش کریں گے۔

لڑکا لڑکی اس حساس مرحلے (شریک حیات کے انتخاب) میں رہنما کے محتاج ہیں، کیا اس نازک وحساس مرحلے میں جوانوں اور نوجوانوں کو تنہا چھوڑا جا سکتا ہے؟ جنھیں اس سلسلے میں کوئی تجربہ نہیں ہے ان کے لئے ایسے افراد، وسائل اور کتاب ومراکز کا ہونا ضروری ہے کہ جو ان کی مدد کر سکیں، انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینا قطعاً صحیح نہیں ہے،

یہ کیسے ممکن ہے کہ موٹر چلانے، عمارت بنانے، راستہ طے کرنے یہاں تک کہ معمولی کاموں کی انجام دہی میں تو استاد معلم اور راہنما کی ضرورت ہو لیکن ایک زندگی کے انتخاب، ایک طولانی زندگی کی تشکیل کے لئے، ایک انسانی مرکز کی بنیاد رکھنے کے لئے، ایک نسل کے آغاز کے لئے کسی معلم واستاد کی ضرورت نہ ہو؟

ایک لڑکے، لڑکی کی شادی، ایک عظیم نسل انسان کا آغاز ہے، امیر المومنین حضرت علیؑ کی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا۔ سے شادی ایک عظیم نسل انسانی کی بنیاد رکھی گئی تھی کہ جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور تاریخ انسانی کے اختتام تک جاری رہے گا اور آج ہم اس شجرہ سے مستفید ہیں چنانچہ امام خمینیؒ اور اسلامی انقلاب کے قائد آیت اللہ خامنہ ای اسی شادی کا ثمرہ ہیں، ابوسفیان اور ہندہ جگر خوارہ کی شادی سے ایک فاسد و بے ہودہ نسل کی بنیاد رکھی گئی کہ جس سے خلفائے بنی امیہ پیدا ہوئے اور ان کے وجود سے بشریت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

شادی سے متعلق اسلام نے اتنے زیادہ قوانین اور مطالب بیان کیے ہیں کہ انسان انگشت بدندان رہ جاتا ہے استاد محمد تقی جعفری کہتے ہیں:

راسل (یورپ کے مشہور فلسفی) نے مجھے لکھا، اسلام نے

شادی کو اتنی اہمیت کیوں دی ہے اور اس کے لئے اتنے قوانین کیوں وضع کئے ہیں ؟ میں نے اس کے جواب میں لکھا: مسئلہ انسان ہے شادی کے ذریعہ انسان وجود میں آتے ہیں[1]

اس کتاب کی بحثوں کا اصلی مقصد، لڑکے، لڑکیوں، کو شریک حیات کے انتخاب کا سلیقہ سکھانا ہے تاکہ وہ اس سرنوشت ساز اور اہم مرحلہ میں کامیاب ہو سکیں لیکن دوسرا انتخاب مشغلے کا انتخاب ہے جس کا تجزیہ ہم انشاءاللہ مستقل کتاب میں کریں گے۔

کچھ وضاحتیں

۱۔ جو عینی واقعات و نمونے اس کتاب میں بیان ہوئے ہیں، سچے ہیں، لیکن نام بدل دیئے گئے ہیں اور ان کی جگہ فرضی نام لکھ دیئے گئے ہیں۔ صرف مثبت موارد میں صحیح نام درج کئے ہیں،

۲۔ ہم جواد چناری، مسعود آذربائیجانی، کہ جن کے تعاون سے یہ کتاب تالیف ہوئی، اور حسین فدائی اور موسسۂ امام صادق کہ انہوں نے ٹائپ اور صفحہ بندی کا کام انجام دیا ہے اور مطبع تبلیغات اسلامی کے شکر گزار ہیں کہ جس نے کتاب کی نشر و اشاعت کی ذمہ داری قبول کی۔ خداوند عالم انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

۳۔ یہ کتاب جوانوں کے مسائل کے سلسلہ میں پہلا قدم ہے انشاءاللہ اس کے بعد اور بھی اقدام ہوں گے۔ لہذا دانشوروں، صاحبان فکر و نظر، جوانوں اور قارئین محترم سے گزارش ہے کہ اپنی بے لاگ رایوں، مشوروں، تنقیدوں، مشاہدات اور

1۔ درسہائے نہج البلاغہ

ذاتی تجربات اور جو کچھ اس موضوع، جوانوں کے مسائل سے مربوط ہو سکتا ہے اس سے مطلع فرمائیں تاکہ بعد والے ایڈیشن میں اس سے استفادہ کیا جا سکے، ظاہر ہے ایسے کام اگر مخلصانہ طور پر انجام پائیں۔ تو خدا کے نزدیک ان کا اجر ہے۔

امید ہے کہ جوان جوڑے اور ہر وہ شخص جو کہ جوانوں کی ہدایت کے سلسلہ میں کوئی کام کرنا چاہتا ہے وہ اپنے تلخ و شیریں تجربات سے مطلع فرمائے خواہ ان تجربات کا تعلق ان کی ذاتی زندگی سے ہو یا دوسروں کی زندگی میں مشاہدہ کیا ہو، شوہر و بیوی کے انتخاب میں ناکامی اور کامیابی، زندگی کے ساتھی کے انتخاب کا طریقہ، منگنی سے شادی تک کے زمانے کو گزارنے کی کیفیت، اس زمانہ میں کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہیں کرنا چاہیئے، شریک حیات کے انتخاب کے مراحل میں کامیابی و ناکامی، شادی اور اس کے بعد کے حالات، کامیابی اور ناکامی کے اسباب و علل اور اپنی ذاتی سوانح حیات ارسال فرمائیں تاکہ ہم اسے ایک ایک بورڈ کے عنوان سے نوجوانوں کی زندگی کی شاہراہ پر نصب کر دیں کہ جس سے سعادت مند زندگی کی طرف ان کی ہدایت ہو سکے۔

آپ کے ارسال کردہ مضامین اور ذاتی سوانح حیات کو آپ ہی کے نام سے شائع کیا جائے گا بشرطیکہ آپ کی اجازت ہو اگر اجازت نہ ہو تو کسی دوسرے فرضی نام

۔جیسا کہ اس کتاب میں ہی کیا ہے ۔ شائع کریں گے

خداوند عالم سے ہدایت و خوشنودی کی دعا ہے

علی اکبر مظاہری
حوزۂ علمیہ قم
مارچ ۱۹۹۴ء

پہلی فصل

شادی کی فضیلت

پہلی فصل

شادی کی فضیلت

خداوند عالم نے انسان کو اس زاویہ پر پیدا کیا ہے کہ وہ زندگی کے ساتھی کے بغیر ناقص ہے خواہ وہ علم وایمان اور اخلاقی فضائل میں کتنی ہی ترقی کر لے لیکن جب تک شادی نہیں کرتا ہے اس وقت تک مطلوبہ کمال تک نہیں پہنچ سکتا (خواہ مرد ہو یا عورت) شادی اور تشکیل خانوادہ کی جگہ کوئی چیز بھی پر نہیں کر سکتی مرد، عورت ایک دوسرے کی کمزوری ہے، جسمی اعتبار سے بھی اور روحی لحاظ سے بھی تنہا دونوں ہی ناقص ہیں اور جب ایک دوسرے کے شریک بن جاتے ہیں تو ایک دوسرے کو کامل کرتے ہیں یہ نظام آفرینش کا قانون ہے اور پوری کائنات پر نافذ ہے۔

قرآن مرد و عورت ایک دوسرے کا لباس کہتا ہے:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَ أَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ﴾ (۱)

عورتیں تمہارے لیئے لباس ہیں اور تم (مرد) عورتوں کے لئے

---

۱ سورۂ بقرہ آیت ۱۸۷

لباس ہو۔

یعنی ایک دوسرے کو کامل کرنے والے اور ایک دوسرے کی آبرو اور راز کے محافظ ہوں، دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں، انسان لباس کے بغیر معاشرہ میں سربلندی کی زندگی نہیں گزار سکتا اسے ہر وقت اپنے نقص کا احساس رہتا ہے، تنہا انسان بھی ناقص ہونے کا احساس کرتا ہے لباس انسان کو سردی گرمی سے بچاتا ہے زندگی کا ساتھی بھی انسان کو پریشانی لاؤبالی پن، آوارگی اور تنہائی سے نجات دلاتا ہے، لباس انسان کی زینت ہے میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے لئے زینت ہیں۔

بیوی خدا کی عظیم نعمت

نیک اور شائستہ بیوی انسان کے لئے، خدا کی بہت بڑی نعمت ہے اس سلسلہ میں پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے:

«مَا اسْتَفَادَ امْرَءٌ مُسْلِمٌ فَائِدَةً بَعْدَ الإِسْلَامِ أَفْضَلُ مِنْ زَوْجَةٍ مُسْلِمَةٍ (أَوْ صَالِحَةٍ) ...» (1)

مسلمان مرد نے نعمت اسلام کے بعد نیک و شائستہ بیوی سے افضل و بہتر کوئی نعمت نہیں پائی...

فلسفۂ ازدواج

ممکن ہے وہ افراد جو فلسفۂ ازدواج اور مشترک زندگی کی تشکیل کی منطق کو

---

(1) وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۲۲

نہیں سمجھ سکے ہیں، یہ کہیں: ہم اپنی جنسی پیاس کو شادی کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بجھا لیتے ہیں اور اس خواہش کو دوسرے ذرائع سے پورا کر لیتے ہیں لہٰذا ہمیں بیوی اور شادی کی ذمہ داری قبول کرنے کی ضرورت نہیں ہے!

اس کا جواب یہ ہے کہ شادی کا ماحصل و فائدہ صرف جنسی پیاس بجھانا اور شہوت پوری کرنا نہیں ہے بلکہ یہ بھی شادی کے فوائد میں سے ایک ہے بلکہ جنسی خواہش کو پورا کرنے کے علاوہ شادی کی فضیلت و اہمیت، فلسفۂ ازدواج اور اس کا ماحصل، احساس ذمہ داری رشد و ارتقاء، شخصیت سازی، سکون اور بہت سے اہم فوائد ہیں جو کہ انسان کے لئے تحائف بخش ہیں۔

بیوی اور خانوادہ کی ذمہ داری قبول کرنا، انسان کو بزرگی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے اور اس کے اندر چھپی ہوئی بہت سی صلاحیتوں اور لیاقتوں کو اجاگر کرتا ہے۔

> شادی کے بعد انسان کی شخصیت ایک اجتماعی شخصیت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ خود کو اپنی بیوی کی حفاظت اور اہل و عیال کی عزت اور مستقبل میں بچوں کے اخراجات کا ذمہ دار سمجھتا ہے، اسی لئے اپنی صلاحیتوں، جدتوں اور استعداد کو کام میں لاتا ہے...[1]

نئے خاندان کی تشکیل وہ لذت ہے جو کسی دوسری چیز میں نہیں ہے اس سلسلہ میں استاد شہید مطہریؒ فرماتے ہیں:

کچھ اخلاقی خصائص ہیں کہ جن کو انسان تشکیل خانوادہ کے

---

[1] تفسیر نمونہ جلد ۱۴ صفحہ ۴۶۵

علاوہ کسی دوسرے مکتب سے حاصل نہیں کرسکتا، تشکیل خانوادہ یعنی دوسروں کی سرنوشت سے تعلق پیدا کرنا ... ماہرین اخلاق اور ریاضت کش لوگ اس لذت سے نا آشنا ہیں یہی وجہ ہے کہ آخری عمر تک ان میں ایک خامی اور ایک قسم کی طفلگی باقی رہتی ہے اسی وجہ سے بیاہ شادی کو اسلام میں ایک مقدس امر اور عبادت کہا گیا ہے شادی اپنی طبیعی فردی سے نکلنا اور انسان کی شخصیت کی وسعت کا پہلا مرحلہ ہے [1]

اسی طرح ازدواج کے تربیتی کردار کے متعلق فرماتے ہیں:

.... ایک پختگی ہے اور یہ پختگی صرف شادی و ازدواج ہی سے پیدا ہوتی ہے مدرسے میں پیدا نہیں ہوتی، جہاد بالنفس سے نصیب نہیں ہوتی، نماز شب سے وجود میں نہیں آتی صالح اور بزرگوں کے احترام وعقیدت سے پیدا نہیں ہوتی اس کو تو صرف (شادی ہی کے ذریعہ) پیدا کیا جاسکتا ہے ... [2]

ہم نے کتنے ہی افراد کو دیکھا ہے کہ شادی سے قبل وہ اخلاق، دینی اور اجتماعی اصول کے قطعی پابند نہیں تھے بلکہ ان میں ایک قسم کی بے پروائی الھڑپن پایا جاتا تھا لیکن شادی کے بعد ان کا اخلاق بالکل ہی بدل گیا اور وہ متین و باوقار بن گئے ہیں اور اب ان کے کردار سے شرافت و متانت آشکار ہے۔

---

[1] تعلیم و تربیت در اسلام، انتشارات صدرا، صفحہ ۲۵۱ و ۲۵۲

[2] حوالۂ سابقہ صفحہ ۳۹۸

بیوی خدا کی حکمت کی نشانی اور انسان کے لئے سکون کا باعث ہے

انسان کو پیدا کرنے والا خدا ہے، وہ اس کی فطرت اور خواہشوں سے واقف ہے، مرد و عورت کی تخلیق کو اپنی نشانی اور ان کے ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کو اور شادی کو مودت و رحمت اور انسان کے لئے باعث آرام قرار دیا ہے ارشاد ہے:

﴿مِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَ رَحْمَةً إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (۱)

خدا کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارا جوڑا بنایا تاکہ تم ان کے دامن میں سکون حاصل کرو اور تم میں محبت و مودت پیدا کی بے شک اس میں غور کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

یہ سکون و آرام نہ صرف یہ کہ معمولی اور ماہرین نفسیات کا اصطلاحی سکون نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ، وقار، فکری و روحی ثبات، اپنی قدر و قیمت کا احساس، اپنی شخصیت و عزت بنانے کی فکر اور حیثیت بڑھانے وغیرہ کو شامل ہے۔

شادی انسان کے اعمال کی قیمت بڑھاتی ہے

شادی خانہ آبادی انسان کے وجود پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس انداز

(۱) سورہ روم آیت ۲۱

سے اس کی قیمت کو بڑھاتی اور اس کی شخصیت کو ترقی دیتی ہے کہ اس کے اعمال بھی خدا اور اس کے فرشتوں کی نگاہ میں اہمیت کے حامل ہو جاتے ہیں اور ان کی قیمت کئی گنا بڑھ جاتی ہے نمونہ کے طور پر اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

«رَكْعَتَانِ يُصَلِّيهِمَا الْمُتَزَوِّجُ، أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ رَكْعَةً يُصَلِّيهَا الْعَزَبُ» (۱)

شادی شدہ انسان کی دو رکعت نماز غیر شادی شدہ انسان کی ستّر رکعت نماز سے بہتر ہے۔

خدا کے نزدیک بہترین گھر

شادی کے بعد جو گھر وجود میں آتا ہے وہ خدا کے لطف و محبت کا مرکز قرار پاتا ہے خدا اسے محبت و مہربانی کی نظر سے دیکھتا ہے اس مفہوم کو ہمارے لئے خدا کے عظیم سفیر پیغمبر اکرمؐ نے خدا کی طرف سے نقل کیا ہے۔

«مَا بُنِيَ فِي الْإِسْلَامِ بِنَاءٌ أَحَبُّ إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ أَعَزُّ مِنَ التَّزْوِيجِ» (۲)

اسلام میں رکھی جانے والی دنیا میں خدا کے نزدیک سب سے بہترین شادی خانہ آبادی کی بنیاد ہے۔

اس سے بڑھ کر کونسی نعمت و سعادت ہو گی کہ خدا کا شانۂ انسان کو محبت و مہربانی کی نگاہ سے دیکھتا ہے؟

---

۱ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۶

نشانِ افتخار

امیرالمؤمنین علیہ السلام شادی کی قدر و قیمت کے سلسلے میں فرماتے ہیں :

«لَمْ یَکُنْ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ الرَّسُولِ ﷺ یَتَزَوَّجُ إِلاَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : کَمُلَ دِینُهُ» (۱)

اصحاب رسولؐ میں سے جو بھی شادی کرتا تھا اسی کے بارے میں پیغمبرؐ فرماتے تھے: اس کا دین کامل ہو گیا۔

ہاں! شادی کی اتنی ہی فضیلت ہے کہ پیغمبرؐ نے شادی کرنے والوں کی پیشانی پر نشانِ افتخار ثبت کر دیا ہے؟!

پیغمبرؐ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انسان شادی نہیں کرتا اس وقت تک اس کا دین خطرے میں رہتا ہے۔ کیونکہ جنسی خواہش روحی دباؤ تنہائی کا احساس، پناہ گاہ کا فقدان، اجتماعی ذمہ داریوں سے بے پروائی کنوارے پن کے اور بہت سے نقصانات ہیں کہ جن سے انسان کے ایمان کی بنیاد متزلزل ہوتی ہے لیکن شادی خانہ آبادی اور شائستہ و محبوب، و ہمدرد بیوی کے ساتھ زندگی گزارنے میں شہوت پر بھی قابو ہو جاتا ہے اور قلبی سکون بھی میسّر آتا ہے اور خدا پر انسان کے توکل میں بھی اضافہ ہوتا ہے، وہ پریشان حالی اور لاوارثی سے نکل جاتا ہے، تحفظ و شخصیت کا احساس کرتا ہے، اس کی فکر و نظر ادھر ادھر نہیں بھٹکتی، بلکہ اس کی ساری توجہ اپنی زندگی کے ساتھ شریک پر مرکوز ہو جاتی ہیں ... نتیجہ میں وہ خدا کا زیادہ سے زیادہ تقرب حاصل کر لیتا ہے اور رحمت خدا

---

(۱) مکارم الاخلاق صفحہ ۹۹

بھی زیادہ سے زیادہ اس کے شامل حال ہوتی ہے اور اس کا ایمان بھی کامل وقوی ہوجاتا ہے ،

یاددہانی

البتہ ہمیں اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ: یہ ساری خوبیاں اس وقت حاصل ہوں گی جب بیوی یا شوہر کے انتخاب میں صحیح معیاروں کی رعایت کی جائے گی اور شادی کے مقدمات صحیح طور پہ طے ہوں گے صحیح معیار، مقدمات اور اس کے ابتدائی مراحل کو طے کرنے کی کیفیت انشاء اللہ آئندہ بیان کی جائے گی ۔

دوسری فصل

کس سن میں شادی کریں؟

دوسری فصل

کِس سِن میں شادی کریں؟

شریکِ زندگی کے انتخاب اور شادی کے ان اہم مسائل میں سے کہ جن کی تحقیق کرنا ضروری ہے ایک مسئلہ اس کا زمانہ بھی ہے۔

اس سلسلے میں بہت کچھ لکھا اور کہا گیا ہے اور مذکورہ سوال کا جواب دینے کے سلسلے میں ہر شخص اپنے علم و ادراک اور فہم کے مطابق کوشش کرتا ہے لیکن اگر ہم اجتماعی عوامل اور موانع کو مدنظر رکھے بغیر اور گوناگوں رسم و رواج کو ملحوظ رکھے بغیر اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں یہ کہنا چاہیئے کہ اس سوال: کس سِن میں شادی کریں؟ کا جواب خود انسان کی فطرت و سرشت میں موجود ہے، اس کے جواب کے لئے فلسفی و علمی استدلال کی ضرورت نہیں، ہمیں اپنے باطن سے رجوع کرنا چاہیئے اور اپنی فطرت و سرشت اور رجحانات سے۔ جو کہ صاف اور رسم و رواج کی پروا کئے بغیر جواب دیتے ہیں۔ اس کا جواب حاصل کرنا چاہیئے بالکل ایسے ہی جیسے بھوک اور پیاس، قانون کی نیاز مند نہیں ہے اور انسان سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں وقت کھانا کھائے اور فلاں وقت نہ کھائے، فلاں

وقت نہ کھائے فلاں وقت پانی پیئے، فلاں وقت پانی نہ پیئے، بلکہ انسان طبیعی طور پر سمجھتا ہے کہ وہ کس وقت بھوکا و پیاسا ہوتا ہے اور کس وقت نہیں وہ جانتا ہے کہ کس وقت کھانا چاہیے کس وقت نہیں ہاں ضمنی طور پر اس کے لئے کچھ قوانین وضع کئے جاسکتے ہیں: مثلاً حرام اور خراب غذا نہ کھائے، گندا پانی نہ پیئے بلکہ حلال، مفید اور صحیح غذا کھائے، روزہ کی حالت میں کھانا نہ کھائے وغیرہ لیکن اصلی بھوک پیاس، کھانے، پینے کے زمانہ کے لئے قانون وضع نہیں کئے جاسکتے۔

بیوی اور خانوادہ کی تشکیل کی ضرورت بھی ایک فطری ضرورت ہے۔ خداوند عالم نے اس مقدس اور شدید ضرورت کو از روئے حکمت انسان کے وجود میں ودیعت کیا ہے یہ ضرورت اپنے مخصوص وقت میں ابھر کر سامنے آتی ہے، اگر اسی وقت اس کو پورا کر دیا جائے اس کی تشنگی کو بجھا دیا جائے تو وہ اپنا فطری راستہ طے کرتی ہے اور کمال کو پہنچتی ہے اور انسان کو بھی کمال پر پہنچاتی ہے اور اگر اس کو بروقت پورا نہ کیا جائے یا غلط اور غیر فطری طریقوں سے پورا کیا جائے تو وہ اپنے فطری راستے سے منحرف ہو جاتی ہے اور سرکشی کی راہ اختیار کر لیتی ہے، خود بھی تباہ ہو جاتی ہے اور انسان کو بھی برباد کر دیتی ہے بالکل ایسے ہی جیسے فطری بھوک و پیاس کو اگر مناسب طریقوں سے نہ بجھایا جائے تو انسان بیمار و حرام خور بن جاتا ہے اور کبھی چوری اور موت کی دہلیز تک پہنچ جاتا ہے۔

پس اس سلسلے میں جو قانون بھی بنائیں، اسے ضرورت کے اعتدال، اس راہ سے موانع خار اور مشکلات کو برطرف کرنے سے متعلق ہونا چاہیئے لیکن یہ کہ بھوک کا کیا وقت ہے؟ اور کس زمانہ میں لڑکے، لڑکی کو شادی کرنا چاہئے؟ اس کے لئے قانون درکار نہیں ہے یعنی اس کے لئے تشریعی قانون نہیں ہے بلکہ اس کا قانون تکوینی ہے اور اسے انسان کے پیدا کرنے والے نے خود اس کے اندر ودیعت کر دیا ہے

پس اس سلسلہ میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ ہونا چاہیئے اور وہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اس کے لئے زمین ہموار کرنے اور پہلے سے آگاہی حاصل کرنے کی غرض سے مطالعہ اور تحقیق کرنا چاہیئے۔

بلوغ کا زمانہ

ان توضیحات کے بعد، جوان پوچھتے ہیں، شادی کا کونسا وقت ہے؟ جواب: جب بھی انسان جنسی اور عقلی کمال پر پہنچ جائے (کمال سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ اس کے بلند ترین مرتبہ پر پہنچ جائے کیونکہ اس مرتبہ تک پہنچنا، خصوصاً بلوغ عقلی میں، بہت بعید و مشکل ہے بلکہ متعارف و معمولی حد تک پہنچنا مراد ہے۔ اور یہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شادی کے لئے اسلام نے لڑکوں کی پندرہ سال اور لڑکیوں کی ۹ سال عمر معین کی ہے صحیح نہیں ہے، اسلام نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا ہے، اسلام دین فطرت ہے وہ انسان کی فطرت کے خلاف ہرگز کوئی حکم نہیں دیتا بلکہ شادی کے لئے اسلام کا حکم یہ ہے کہ (لڑکا، لڑکی) بالغ ہو جائیں یعنی پیغمبرؐ کی اصطلاح میں بلوغ اس میوے کی مانند ہے جس کا وقت آن پہنچا ہو۔

جی ہاں، اس سلسلے میں اسلام کا تشریعی قانون یہ ہے کہ: شادی کرنا مستحب موکد ہے (گزشتہ فصل میں شادی بیاہ کی کچھ فضیلت بیان ہو چکی ہے) لیکن جب اس ضرورت کا احساس ہو اور طبیعت سرکشی پر آمادہ ہو جائے اور انسان کو حرام میں مبتلا کر دینا چاہے تو اس وقت شادی کرنا واجب اور اس میں تاخیر کرنا حرام ہے، اس تشریعی قانون کی بازگشت بھی تکوینی قانون کی طرف ہے یعنی جس وقت انسان بالغ ہو جاتا ہے اس وقت شادی کرنا مستحب ہے اور جب اسے فساد و گناہ کا خطرہ محسوس ہونے لگے تو واجب ہو جاتی ہے۔

جب انسان (ان معنی میں جو ہم نے بیان کئے ہیں) بالغ ہو جائے تو وہی اس کی شادی کا وقت ہے اور تاخیر کرنے میں قطعی صلاح نہیں ہے جیسا کہ بلوغ سے پہلے شادی کرنے میں بھی صلاح نہیں ہے جیسے پکنے سے پہلے اور پکنے کے بعد پھل توڑنے میں بھلائی ہے۔

جس وقت انسان کے اندر یہ فطری طاقت بیدار ہو جائے وہی شادی کا وقت ہے اپنی اس باطنی آواز کو ہر شخص بخوبی سُن سکتا ہے البتہ اس وقت جب یہ طاقت بعض عوامل کی بنا پر بیمار نہ ہوئی ہو واضح ہے کہ اگر بیمار ہو گئی ہوگی تو اس وقت بخوبی آواز نہیں دے سکے گی جیسا کہ بیمار اور ڈرپوک آدمی کی خواہش مر جاتی ہے اور وہ عام انسانوں کے زمرہ سے نکل جاتا ہے، جس زمانہ میں یہ باطنی طاقت تشنگی اپنے موجود ہونے کو بیان کرتی ہے اور کہتی ہے: میں آج پہنچی ہوں، مجھے شریکِ زندگی کی ضرورت ہے اس وقت اس کے مقابلہ میں وہ عوامل بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جو انسان کے ضمیر میں پنہاں ہیں اور کہتے ہیں: گھر نہیں ہے، پیشہ نہیں ہے، فلاں چیز نہیں ہے، میں نے ابھی کوئی ڈگری و سند حاصل نہیں کی ہے ولیمہ کے اخراجات کے لئے پیسہ نہیں ہے، معاشرہ اس عمر میں شادی کو اچھا نہیں سمجھتا ابھی ہمارے گھر کے رسم و رواج شادی کی اجازت نہیں دیتے، کسی مال دار محل والے اور موٹر کار رکھنے والے کی طرف سے پیغام نہیں آیا، ابھی مال دار لڑکی نہیں ملی، بیوی کے بھی اخراجات ہوتے ہیں، کل ایک دوسرے کے بعد بچوں کا سلسلہ جاری ہو جائے گا، جو کہ خرچ بڑھانے کے ساتھ دردِ سر میں بھی اضافہ کریں گے، مہمانوں کا کیسے انتظام کروں گا؟ رسم و رواج کا کیا ہوگا؟ مہر، زیورات اور جوڑے کیسے خریدوں گا؟ ظاہر ہے اس غریب کی تمنا میں گھٹ کے رہ جائیں گی اور وہ شادی سے دست کش ہو جائے گا۔

اگر جوان و نوجوان (لڑکا یا لڑکی) کسی طریقے سے منی نکال کر اپنی فطری

خواہش کا رُخ موڑ دیں گے تو پھر باطن کی اس فطری آواز کی توقع نہیں رکھنا چاہیے وہ پامال ہو چکی ہے۔

ایک فرسودہ جوان کہتا ہے:

.... کئی سال سے میں مشت زنی کے ذریعہ منی نکال رہا ہوں اب میری شادی کی ہے، مجھے بیوی سے قطعی دلچسپی نہیں ہے نہ اس سے لذت اندوز ہو سکتا ہوں، اب بھی مشت زنی کرتا ہوں اور اس مشت زنی کو بیوی سے مباشرت پر ترجیح دیتا ہوں....

اس کو کہتے ہیں بیمار فطرت اور مریض طبیعت! یہ اب اپنے باطن کی فطری آواز کو نہیں سن سکتا، اب کوئی آواز باقی نہیں رہی ہے۔

● ● ● ● ●

میرے بہن، بھائیو! ہم حقائق اور اس فطرت و روح کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں جو آلودہ نہ ہوئی ہو اور معاشرہ کی جہالت والی رسم و رواج سے اور مشکلات سے دور ہو، فی الحال ان رسوم کو چھوڑیئے تاکہ آزادانہ گفتگو ہو سکے، ان کے متعلق آئندہ بحث کریں گے۔

میرے جوان بھائی بہنو! آپ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کے باطن میں کیا ہنگامہ بپا ہے، آپ جانتے ہیں کہ شریکِ حیات کی ضرورت ہے، آپ جانتے ہیں پریشان ہیں، تنہائی کا احساس کرتے ہیں، آپ اپنے باطن کی آواز کو بخوبی سنتے ہیں جو کہ آپ کو شریکِ حیات کا ہاتھ تھامنے کی دعوت دے رہا ہے، آپ جانتے ہیں کہ اب چند سال پہلے والے بچے نہیں ہیں، آپ کے اندر بہت سی تبدیلیاں آگئی ہیں، اچھی

طرح سمجھتے ہیں کہ کوئی چیز گم ہے جب بھی اس موضوع پر غور کریں گے، آپ کے اندر تشنگی پیدا ہو جائے گی اور آپ کی طبیعت گم شدہ چیز کو تلاش کرنے پر مجبور کرے گی، کیوں خود کو فریب دے رہے ہو؟ اس فطری اور مقدس خواہش پہ پردہ ڈال رہے ہو؟ کیوں بہانے بنا رہے ہو؟ کیوں اپنی استقلال طلب روح کو پامال کر رہے ہو؟ اس شور و ہمہ کا کیوں گلا گھونٹ رہے ہو؟ ان شگوفوں کو کیوں پژمردہ کر رہے ہو جو کہ کھلنے ہی والے ہیں؟ کیا ڈرتے ہو؟ کس چیز سے؟ فقر و ناداری سے؟ تشریفات سے؟ مہنگائی سے؟ زندگی کی ذمہ داریوں سے؟ باپ کہلوانے سے؟ اس سے ڈرتے ہو کہ ان کے اخراجات پورے نہیں کر سکو گے؟ اس سے ڈرتے ہو کہ اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری نہیں رکھ سکو گے؟ اس سے ڈرتے ہو کہ اپنے خاندان کی گاڑی نہیں چلا سکو گے؟ عزیزم خوف نہ کھاؤ! خدا تمہارے ساتھ ہے، اس پہ توکل کرو، کیا تم خدا کو قادر، بخشنے والا اور مددگار نہیں سمجھتے ہو! کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ تم اپنی زندگی تباہ کر رہے ہو؟ شادی کی بھی ایک فصل و بہار ہوتی ہے، اگر فصل اور بہار گزر جائے گی تو تمہارا نقصان ہوگا، اگر پکے ہوئے پھل سے استفادہ نہ کیا جائے تو فاسد ہو جائے گا؟ کیا یہ افسوس کی جا نہیں ہے خداداد جوانی میں تم خیالی چیزوں سے ڈر رہے ہو؟ دلیر بنو خدا پر اعتماد کر کے اقدام کرو، تم یقین رکھو، خدا تمہاری مدد کرے گا۔ انشاء اللہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ خدا نے قرآن میں مشکل کشائی کا وعدہ کیا ہے۔

(﴿إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ [1]:

اگر وہ فقیر ہوں گے تو خدا اپنے فضل سے انہیں بے نیاز کر دے گا۔

1۔ سورہ نور آیت ۳۲

کیا تمہیں خدا کے وعدہ کا اعتبار نہیں ہے، اس کے قول پر ایمان نہیں رکھتے؟ خدا نہ کرے کہ تم ایسے نظریات کے مالک ہو، خدا یقیناً اپنے وعدہ کو پورا کرے گا، خدا پر اعتماد کرکے، میدان میں کود پڑو! اور شادی کا اقدام کرو، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ شریکِ حیات کے انتخاب میں وقت سے کام لیں گے اور ان دستورات اور معیار کے مطابق عمل کریں گے جو کہ شادی اور شریکِ حیات کے انتخاب سے متعلق اسلام نے بیان کئے ہیں اور جو کچھ اس کتاب میں (جس کا آپ مطالعہ کر رہے ہیں) مرقوم ہے اس پر عمل کریں گے تو۔ انشاء اللہ۔ ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

میرے بھائی بہنو! یہ نہ کہو "آپ کو معاشرہ کی حالت کا علم نہیں ہے"؟! آپ نہیں جانتے کہ شادی کے سلسلے میں کتنی مشکلات پیدا کر دی گئی ہیں؟! کیا آپ نہیں جانتے بعض ماں، باپ اپنے بچوں کی شادی کے سلسلے میں کیسی کیسی مشکلیں ایجاد کر دیتے ہیں، اور اپنے لڑکے لڑکیوں سے کیسی غیر منطقی توقعات وابستہ کئے ہوئے ہیں؟! کیوں نہیں! میں جانتا ہوں، جو کچھ آپ نے کہا میں ان سب سے آگاہ ہوں، آپ سے زیادہ جانتا ہوں کیونکہ ہمارے فرائض ذمہ داری اور مشغلہ کا اقتضا ہے کہ ہم دوسروں سے زیادہ معاشرہ سے سروکار رکھیں بہت سے جوان اپنی مشکلات میں ہم سے رجوع کرتے ہیں، ہم جوانوں اور اور نوجوانوں کی مشکلات سے بخوبی واقف ہیں ان تمام مسائل کے باوجود کہتے ہیں شادی کرو، ڈرو مت، آگے بڑھو! ہم عنقریب مشکلات سے متعلق بحث کریں گے

شادی خدا سے تقرّب کا وسیلہ

یہ بیان ہو چکا ہے کہ انسان کے معنوی ارتقاء کے اہم عوامل میں سے ایک نیک و شائستہ شریکِ حیات ہے۔

میرے نوجوان بہن بھائیو! اس جوانی کے زمانہ میں اگر آپ کا قلب پاک ہے گناہوں سے آلودہ نہیں ہوا ہے، آپ نے اپنی روح کو آلودہ نہیں کیا ہے، معنوی سیر کرنا چاہتے ہیں اور اس جگہ پہنچنا چاہتے ہیں جہاں خدا آپ کی پاکیزگی پر تائید کی مہر لگادے تو بسم اللہ! لیکن اس سفر پر تنہا نہ جائیے، یہ راستہ پُرخطر ہے، آپ کو کسی ہمسفر کی ضرورت ہے، مددگار و مونس کی احتیاج ہے ایک دوسرے جوان کا اپنی شریکِ حیات کے عنوان سے ہاتھ پکڑ لیجیے اور ایک ساتھ سفر کیجیے تاکہ اس سفر میں ایک دوسرے کے مددگار اور مونس و غمگسار بن جائیں ایک دوسرے کی ڈھارس بن جائیں ایک دوسرے کو تشویق دلائیں دیکھئے پیغمبر اکرم کیا فرماتے ہیں:

«مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَلْقِيَ اللهَ طَاهِراً مُطَهَّراً، فَلْيَلْقِهِ بِزَوْجَةٍ»

جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ خدا سے پاک و پاکیزہ حالت میں ملاقات کرے اسے اپنی زوجہ کے ساتھ ملاقات کرنا چاہیئے۔ (۱)

اب جبکہ آپ میں عشق و ہمہمہ اور جوانی کا نشاط ہے، اٹھیئے اور اپنے ہم سفر کا انتخاب کیجیے اب وقت سفر ہے، اس عشق و ہمہمہ اور نشاط کو پژمردگی وافسردگی میں تبدیل نہ ہونے دیجیے، جو شادی عشق و نشاط کے ساتھ ہوتی ہے وہ سالہا سال زندگی کو معطر اور حسین بنائے رکھتی ہے، جوان اور اپنی ہم مزاج لڑکی سے شادی کیجیے اور دو عاشق کبوتروں کی طرح بلندیوں کے آسمانوں میں پرواز کیجیے، اس موقع سے فائدہ اٹھائیے، ہاتھ سے نہ جانے دیجیے۔

ملاحظہ فرمائیے حضرت علی اپنی محبوب زوجہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا،

۱۔ بحار الانوار، جلد ۱۰۳، صفحہ ۲۲۰

کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اور کیسا محبت آمیز شعر پڑھتے ہیں اور جوانی کے زمانہ کی کس طرح توصیف کرتے ہیں۔

«كُنَّا كَزَوْجِ حَمَامَةٍ فِي أَيْكَةٍ   مُتَمَتِّعَيْنِ بِصِحَّةٍ وَ شَبَابٍ»(١)

میں اور فاطمہؑ ایک آشیانہ میں دو کبوتروں کی طرح تھے اور جوانی و صحت و سلامتی سے مالا مال تھے۔

ان دونوں کامیاب شریکِ حیات نے پاک و عاشقانہ زندگی بسر کی اور پاک و عاشقانہ خدا سے ملاقات کی خدا ان پر اپنی رحمت نازل کرے۔

جنسی و عقلی بلوغ

شادی کی عمر کے بارے میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ انسان اپنے باطن کی طرف رجوع کر کے اس کا انکشاف کرسکتا ہے؟ ہم کہہ چکے ہیں کہ شادی کی عمر وہی وقت ہے جس میں جنسی و عقلی بلوغ مطلوبہ کمال تک پہنچ جائے پھر بھی بزرگ، ماں، باپ معلمین اور معاشرے کے ذمہ داروں کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جاتا ہے بلکہ خود جوان بھی یہی سوال کرتے ہیں کہ: شادی کے لئے کونسا زمانہ مطلوب ہے کس زمانہ میں ہونی چاہئے جنسی و عقلی بلوغ کس زمانہ میں مطلوبہ کمال کو پہنچتے ہیں۔؟

جواب: اس سلسلے میں لوگ، ماحول، علاقوں، معاشروں، نسلوں، قبیلوں اور افراد کے لحاظ سے مختلف ہیں مثلاً: گرم علاقوں میں جنسی اعتبار سے بچے جلد بالغ ہوجاتے ہیں اس کے برخلاف سرد خطّوں کے بچے دیر میں بالغ ہوتے ہیں اور جہاں فضا کھلی ہوئی، اور آبادی گنجان ہے، مرد و عورت، لڑکے، لڑکی زیادہ

۱۔ فلسفۂ اخلاق مولفۂ استاد شہید مطہری صفحہ ۲۴۹

ایک ساتھ رہتے ہیں وہاں بھی جنسی اعتبار سے جلد بالغ ہوتے ہیں اسی طرح آزاد اور غیر مذہبی ماحول میں، کہ جہاں محرم و نامحرم اور حجاب و عفت کی رعایت نہیں کی جاتی، جنسی لحاظ سے جلد بالغ ہوتے ہیں جبکہ مذہبی، پاک و پاکیزہ، شریعت کے قوانین کے پابند اور باعفت خاندانوں میں بچے تاخیر سے بالغ ہوتے ہیں، غیر مہذب خاندانوں میں جنسی امور کی رعایت نہیں کی جاتی، چنانچہ کبھی ماں، باپ کے جنسی امور کو ان کے بچے اپنی آنکھوں سے انجام پذیر ہوتے دیکھ لیتے ہیں لہٰذا وہ بھی جنسی اعتبار سے جلد بالغ ہوجاتے ہیں نہ کہ ان خاندانوں میں جوان مسائل کی رعایت کرتے ہیں (ماں، باپ کے جنسی مسائل خود بچوں کی بے راہروی اور، انحراف کے لئے، اہم عوامل ہیں) اس سلسلے میں غذا کی کیت و کیفیت بھی موثر ہے، جو مقوی اور زیادہ غذا کھاتے ہیں وہ جلد بالغ ہوجاتے ہیں:

ہم آزاد خیال اور غیر اسلامی ملکوں، معاشروں کے بارے میں کیا کہیں بصرف اشاروں میں یہ کہتے ہیں، ان کے طفل مکتب بھی جنسی مسائل سے آگاہ ہیں، خود ان کے ذرائع ابلاغ اس کا اقرار کرتے ہیں، بچوں اور نوجوانوں میں جنسی مسائل اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ بشریت کو داغدار بنا دیا ہے۔

بہر حال ہمارے ملک اور مختلف ماحول کے بارے میں کہا جاسکتا ہے: جنسی لحاظ سے لڑکے تقریباً سترہ اور لڑکیاں ۱۳ ار چودہ سال میں بالغ ہو جاتی ہیں [1] لیکن اس عمر میں شادی کرنا عجلت پسندی ہے کیوں کہ شادی کے لئے جنسی بلوغ کے ساتھ ساتھ عقلی بلوغ بھی ضروری ہے لیکن لڑکے کی ۲۰ ار اور لڑکی کی ۱۶ ار سال عمر شادی کیلئے، موزوں و مناسب ہے البتہ یہ متوسط عمر ہے ممکن ہے لڑکا یا لڑکی

---

[1] واضح رہے ہماری مراد شرعی بلوغ نہیں

اس عمر سے پہلے ہی بالغ ہو جائے اور اسے شریکِ حیات کی ضرورت محسوس ہونے لگے تو اس کے لئے اقدام کرنا چاہئے۔

میں ایک بار پھر اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ اس ضرورت کی علامتیں خود انسان کے اندر چھپی ہوئی ہیں اور ہر شخص۔ مذکورہ شرائط کے ساتھ۔ خود اس ضرورت کو محسوس کر سکتا ہے۔

والدین بھی اس سلسلے میں ہوشیار، چوکنا رہیں گے اور غور کریں گے، تو بخوبی سمجھ جائیں گے کہ ان کے بچوں کو کس زمانہ میں شریکِ حیات کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ایک مفکّر کا نظریہ

کچھ روز قبل میں آیت اللہ ابراہیم امینی (جو کہ ایک پرہیزگار، روشن فکر، خاندانی مسائل سے آگاہ، برسوں سے جوانوں اور خاندان کے مسائل سے متعلق کام کر رہے ہیں) کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور ان سے شادی کی عمر کے سلسلے میں، جو کہ انہوں نے اپنی کتاب (انتخاب ہمسر) رقم کی تھی، گفتگو کی اس گفتگو کو نقل کرنے سے قبل ہم ان کی کتاب کی عبارت کو من وعن نقل کر رہے ہیں۔

انسان کی مخصوص طبیعت و سرشت نے، اس کی شادی کی عمر کو معین کر دیا ہے اور وہ ہے سنّ بلوغ، جب لڑکا سولہ سال اور لڑکی دس سال کی ہو جائیں تو وہ بالغ ہو جاتے ہیں اور شرعی لحاظ سے شادی کر سکتے ہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ لڑکے کی سترہ سال اور لڑکی کی چودہ یا پندرہ سال میں شادی کریں کیونکہ لڑکا، لڑکی بلوغ کے ابتدائی زمانہ میں مطلوبہ رشد

وتعقل کے حامل نہیں ہوتے اور پھر اس عمر میں شادی کرنے
سے ممکن ہے مشکلات پیدا ہو جائیں۔ اس کے علاوہ جنسی بلوغ
کے ابتدائی دو یا تین برسوں میں جنسی خواہش مکمل طور پر بیدار
نہیں ہوتی اور جوانوں کو ہیجان میں مبتلا نہیں کرتی، جوان کے
لئے اسے برداشت کر لینا مشکل نہیں ہے، اس بنا پر کہا جاسکتا ہے
کہ: لڑکوں کی شادی کے لئے بہترین ومناسب عمر ۲۰ یا ۱۸ سال
اور لڑکیوں کیلئے ۱۴ یا ۱۵ سال ہے، لیکن شادی میں مذکورہ عمر
سے تجاوز کرنے میں صلاح وبھلائی نہیں ہے ممکن ہے اس سے
جسمانی، نفسیاتی یا اجتماعی غلط اثرات مترتب ہوں اس مذکورہ
عمر میں جنسی خواہش پورے طور سے بیدار ہو جاتی ہے، بھرپور طریقہ
سے حرکت میں آتی ہے اور ایک جوان کو ہیجان میں مبتلا کرتی ہے
اور مشروع لحاظ سے اس کی پیاس بجھانے کے علاوہ چارہ کار نہیں
ہے جنسی خواہش ایسی ہی ہے جیسے کھانے، پانی کی احتیاج ہے
کیا ایک بھوکے پیاسے کو کھانے، پینے سے باز رکھا جاسکتا ہے؟
کیا دوسرے امور، یہاں تک کہ ورزش، تفریح اور کھیل وغیرہ
بھوکے پیاسے انسان کو کھانے، پانی کی فکر سے نجات دلاسکتے ہیں؟
جنسی ضرورت بھی کھانے اور پانی کی مانند ہے بلکہ ان سے بھی شدید
و منہ زور ہوتی ہے اگر اسے مشروع طریقوں سے پورا نہ کیا جائے
تو ممکن ہے جوان کو گناہ میں مبتلا کر دے ظاہر ہے اس پر
قابو پانا بہت دشوار ہے دنیوی و اخروی جنسی عواقب سے
غفلت نہیں کرنا چاہئے۔ بالفرض اگر ایک جوان اپنے ایمان

کی طاقت، عفت اور حیا کے زور پر جنسی خواہشات پر قابو رکھتا ہے اور اپنے دامن کو گناہوں سے آلودہ نہیں کرتا، لیکن اس کے جسمانی اور نفسیاتی برے نتائج کا کیا علاج ہے؟ اس بنا پر مخصوص زمانہ میں شادی کرنے کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے اور جلد سے جلد شادی کر لینا چاہئے۔[1]

میں نے عرض کیا: آج جبکہ آپ کی کتاب، انتخاب ہمسر، کی اشاعت کو کئی سال گزر گئے ہیں کیا اب بھی شادی کی عمر سے متعلق آپ کا وہی نظریہ ہے؟

فرمایا: جی ہاں جوانوں کی مشکلات کا صرف یہی حل ہے کہ شادی طبیعی زمانہ میں کریں جب تک یہ مشکل حل نہیں ہوگی اس وقت تک جوانوں کے مسائل حل نہیں ہو سکیں گے۔

میں نے عرض کیا: آپ کی نظر میں شادی کی راہ میں کیا مشکلات اور معاشرہ کی حقیقتیں کیا ہیں؟

فرمایا: ہاں: فرعی چیزوں پر جو پیسہ خرچ ہوتا ہے۔ اور جو کوششیں جوانوں کی مشکلات کے حل کے لئے کی جاتی ہیں اور یہ ثقافتی و تبلیغی پروگرام اور تہذیبی حملوں کو روکنے پر جو پیسہ خرچ ہوتا ہے اگر اسے جوانوں کی شادی پر خرچ کیا جائے تو ان کی شادی کا راستہ کھل جائے گا اور تہذیبی حملوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، تہذیبی حملوں کی روک تھام کے لئے جو منصوبہ بھی بنایا جائے گا وہ اس وقت تک مفید و نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوگا جب تک طبیعی عمر میں جوانوں کی شادی نہ ہوگی، تہذیبی حملوں سے صحیح معنوں میں اس وقت جنگ ہوگی جب بلوغ جنسی اور بلوغ عقلی کے وقت جوانوں کی شادی کر دی جائے گی...

---

[1] انتخاب ہمسر صفحہ ۳۱ و ۳۲

اس موضوع پر ایک دوست سے مباحثہ

اس کی تدوین کے زمانہ میں، اپنے ایک بہترین واگاہ دوست سے اس موضوع پر میں نے مباحثہ رکھا تھا جسے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

دوست: آپ نے یہ نہیں سوچا کہ شادی کے لئے جو زمانہ آپ نے بیان کیا ہے اس کے اعتبار سے شادی میں جلدی ہے؟

میں: جلدی کیوں ہے؟ کیا اس عمر میں جنسی وفطری خواہش اور رشد عقلی مطلوبہ کمال تک نہیں پہنچتا؟ کیا صحیح سالم انسان کو اس زمانہ میں۔ شادی کی راہ میں مصنوعی موانع اور مشکلات ایجاد نہ کرے۔ شریک حیات کی ضرورت نہیں ہوتی ہے؟

دوست: ضرورت کیوں ہوتی ہے، شادی کی جنسی وفطری خواہش ہی کو مدنظر نہیں رکھنا چاہئے بلکہ اس موضوع کے دوسرے مسائل پر بھی توجہ رکھنا چاہیئے

میں: چوتھی فصل میں ہم ان مسائل کا جائزہ لیں گے۔

دوست: میں نے دیکھا ہے کہ چوتھی فصل میں ایک مشکل کو بیان نہیں کیا گیا ہے جبکہ وہ اسی فصل سے مربوط ہے اور وہ یہ کہ: جوانوں کی شادی کے لئے آپ نے جو عمر تحریر کی ہے، اس میں وہ زندگی کو چلانے کی صلاحیت سے خالی ہوتے ہیں، ایک ۱۹ رسالہ لڑکے اور ۱۶ رسالہ لڑکی سے زندگی کو چلانے کی کیسے توقع کی جاسکتی ہے؟! زندگی چلانے میں یہ عام طور پر والدین کے محتاج ہوتے ہیں۔

میں: جس خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے وہ حکمت والا ہے اس نے ہر چیز کو اسی کی جگہ پر رکھا ہے اسی خدا نے انسان کی خلقت میں اسی زمانہ میں جنسی خواہش اور ہمسر خواہی قرار دی ہے اور شادی کا حکم دیا ہے اور شادی کے سلسلہ میں بہت زیادہ تاکید کی ہے، اس نے زندگی کو چلانے کی صلاحیت بھی یقیناً ان میں

ودیعت کی ہے اگر جوانوں میں کوئی نقص رہ گیا ہے تو وہ ہماری تربیت کا قصور ہے ، یہ ہماری غلط تربیتیں ہیں کہ اس لیاقت وطاقت کے راستہ کو روکتی ہیں ، زندگی کو چلانے کی صلاحیت بالقوہ ہر انسان میں موجود ہے اور اس کی فعلیت ورشد کا وقت بلوغ کا زمانہ ہے ، لیکن ہم نے اس کے رشد کے لئے زمین ہموار نہیں کی ہے ، بلکہ غلط تربیتوں سے اس کی ترقی کی راہ روکتے ہیں ، جب ماں ، باپ اپنے بچوں کو سیاہ سفید کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اپنے کاموں کو خود ہی انجام دیتے ہیں اور جس زمانہ میں جوانوں کی شخصیت بنتی ہے اس زمانہ میں کوئی کام ان کے ذمہ نہیں کرتے یا ان کی تحقیر و توہین کرتے ہیں اور سرزنش واہانت کے ساتھ انھیں نااہل اور بیوقوف ٹھہراتے ہیں ، ظاہر ہے کہ وہ جوانی اور نوجوانی کے زمانہ میں خود کو نہیں سنبھال سکیں گے اور ادھیڑ و ضعیفی کے زمانہ میں بھی اپنے اوپر اعتماد نہیں کریں گے ۔

دوست : پھر کیا کرنا چاہئے ؛ ان جوانوں کی شادی کر دینا صحیح ہے جن میں زندگی کو چلانے کی صلاحیت نہیں ہے ۔

میں : ہمسر خواہی اور جنسی خواہش سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی لیکن اس مشکل کے حل کے لئے چند صورتیں ہیں ۔

۱ ۔ معلمین اور معاشرہ کے دانشور لوگوں کو تربیتی مسائل سے آگاہ کریں اور انھیں اولاد کی صحیح تربیت کرنا سکھائیں ۔

۲ ۔ والدین بچپن اور جوانی میں اپنی اولاد کو بتدریج ان کی زندگی کی ذمہ داریوں سے آشنا کریں ، میں نے خود بہت سے جوان ، لڑکے ، خصوصاً لڑکیوں ، کو دیکھا ہے کہ وہ بہترین طریقہ سے زندگی چلا سکتے ہیں ۔ البتہ بچوں اور جوانوں پر سختی کرنے کے قائل نہیں ہیں میانہ روی اختیار کی جائے ۔

۲۔ ضروری نہیں ہے کہ ہم اس وقت تک صبر کریں جب تک جوانوں میں کامل طور پر زندگی چلانے کی صلاحیت پیدا نہ ہو جائے اور اس کے بعد ان کا نکاح کریں بلکہ شادی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جوان یہ محسوس کرلے کہ زندگی کے پائے کس چیز پر استوار ہیں، مجبوراً کچھ نہ کچھ کرنے پر آمادہ ہو گا، خود کو منظم کرلے گا اور اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرے گا اور اپنی زندگی چلانے کے لئے خود کو تیار کرے گا ایسے بہت سے جوان لڑکے، لڑکیاں دیکھے گئے ہیں کہ شادی سے پہلے ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے تیار نہیں تھے لیکن جیسے ہی رشتۂ ازدواج میں بندھے ویسے ہی دونوں کے اندر لیاقت پیدا ہو گئی اور کامیاب زندگی گزارنے لگے۔

۴۔ نامزدگی کا (نکاح سے رخصتی کے درمیان کا فاصلہ) زمانہ اس کام کے لئے بہترین موقع ہے اگر نکاح رخصتی سے چند ماہ پہلے ہو جائے تو نوجوان خود کو تیار کرسکتے ہیں (اس کتاب کے آخر میں اس سلسلے میں بحث آئے گی)

۵۔ والدین اور بڑے بہن بھائیوں کو دونوں کی مدد کرنا چاہیے اور شادی کے ابتدائی زمانہ میں ان کی خبر رکھنا چاہیے اور انھیں زندگی کی رسم و راہ سکھانا چاہیے یہاں تک کہ ان کی زندگی اپنے محور پر آجائے۔

بہرحال جب بھی عقلی و جنسی بلوغ پیدا ہو جائے اسی وقت شادی کر دینا چاہیے اور باقی امور کو رفتہ رفتہ انجام دیا جائے، فرعی امور اصل کے تابع ہوتے ہیں۔ شادی کا اصل مقصد انسان کی عفت کا تحفظ اور اس کی شخصیت کا ارتقاء ہے، اس کے علاوہ دوسرے امور فرع ہیں اور اصل کو فرع پر قربان نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن مدد کر کے فرع کو اصل تک پہنچایا جائے اور اس سے ملحق کیا جائے۔

پتھر سے سر ٹکرانا خطا ہے

بعض ملکوں اور ملتوں نے جوانوں کی جنسی خواہش کے ساتھ کھیل کھیلا اور (اب وہ) پریشانیوں اور فساد کی آماجگاہ بن گئے ہیں۔ ایک مدت کے بعد ان کا سر پتھر سے ٹکرایا تو انھیں معلوم ہوا کہ شیر کی دم سے نہیں کھیلنا چاہئے اب آہستہ آہستہ اصلاح کر رہے ہیں لیکن افسوس۔ ہم اسی راہ پر چلے جا رہے ہیں، جس سے وہ واپس پلٹ رہے ہیں کیا عقل یہ نہیں کہتی کہ تم ان لوگوں کو دیکھ رہے ہو جو اس راستہ پر چلے گئے تھے اور اب خون آلودہ چہرہ کے ساتھ واپس آ رہے ہیں۔ لہٰذا تم اس راستہ کو اختیار نہ کرو؟! کیا ہم ان کے شکستہ سر سے عبرت حاصل نہ کریں؟ کیا اسلام یہ نہیں کہتا: «سَعِیدٌ مَنِ اتَّعَظَ مِنْ تَجَارِبِ غَیْرِہٖ» خوش نصیب وہ شخص ہے جو دوسروں کے تجربوں سے فائدہ حاصل کرتا ہے؛ ہم حرص و طمع میں اس پُر خطر راستہ پر کیوں چلے جا رہے ہیں جس سے ہم نے دوسروں کو بھٹکتے ہوئے دیکھا ہے؟

اب ان کی اہم کتابوں سے منقول دو باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

روس کا ممتاز ماہر نفسیات ڈاکٹر خوداکف لکھتا ہے:-

> معلوم ہونا چاہئے کہ ادھر چند برسوں میں، پوری دنیا کی شادیوں میں جوانی پرستی دیکھی گئی ہے مثلاً ہمارے ملک میں ۵۰٪ شادیاں جوانوں کی ہوتی ہیں جن کی عمر ۲۲ سال سے زیادہ نہیں ہے بہت سے ایسے شوہر ہیں جن کی عمر ۱۸، ۱۹ سال ہے۔ امریکہ میں لڑکیوں کی متوسط عمر ۲۰ سال سے گھٹ کر ۱۷ سال ہو گئی ہے اور ایک لاکھ چالیس ہزار لڑکیوں کی منگنی ہوتی ہیں[1]!!

1۔ پیوند زندگی مولفہ ڈاکٹر خوداکف ترجمہ جناب حبیبیان ص ۱۳ طبع ہفتم۔

امریکہ کے دو ممتاز محقق اور جنسی و خانوادگی مسائل کے مشیر ڈاکٹر "جان اسٹون" اور ڈاکٹر "ابراہام اسٹون" نے دو منگیتروں کے سوال و جواب کی شکل میں ڈاکٹر و مخصوص مشیر سے ایک کتاب لکھی ہے، لکھتے ہیں:

جناب ڈاکٹر صاحب: کیا جب تک مرد خانوادہ کے پورے طور سے اخراجات برداشت نہ کر سکے، اس کو شادی نہیں کرنا چاہیئے؟

نہیں کبھی بھی کسی صورت میں نہیں، میری نظر میں شادی میں اس وقت تک تاخیر نہیں کرنا چاہیئے جب تک مالی حالات صحیح نہ ہو جائیں، جوان اپنے اخراجات پورے کرنے سے پہلے جو بالغ ہو جاتے ہیں اور یہ بلوغ دن بہ دن عمیق ہوتا چلا جاتا ہے، لہٰذا اقتصاد کے صحیح ہونے تک تاخیر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ خاندان کے اخراجات پورے کرنے کے لئے دونوں میاں بیوی کو کوشش کرنا چاہیئے کہ جب شوہر کی آمدنی اخراجات کے لئے کافی ہو جائے گی اس وقت شادی ہوگی ؎۱

ہم اہل تحقیق اور جو شخص نسل جوان اور معاشرہ کی سرنوشت کے بارے میں حساس ہیں اور ماں، باپ کو ڈاکٹر شہید پاک نژاد کی تالیف "ازدواج، مکتب انسان سازی کی جلد دو، مبحث سن ازدواج" کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں تاکہ جھنجوڑ دینے والے حقائق ان پر آشکار ہو جائیں۔

● ● ● ● ●

۱۔ کتاب پاسخ بہ مسائل جنسی و زناشوئی ترجمہ ڈاکٹر طراز اللہ اخوان طبع ۱۹ صفحہ ۱۴۰

اب جب کہ میں ان سطور کو قلم بند کر رہا ہوں، ہمارے ہمسایہ چند لڑکے لڑکیاں نکاح و رخصتی کے درمیان کا زمانہ گزار رہے ہیں، ان میں سے بعض ہائی اسکول میں پڑھ رہے ہیں بعض جونیر ہائی اسکول میں زیر تعلیم ہیں، وہ تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں اور اس زمانہ کی ذمہ داریاں بھی پوری کر رہے ہیں اور شریک حیات کے فوائد سے بھی مالامال ہیں۔

البتہ اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ جس طرح شادی میں تاخیر کرنا مناسب نہیں ہے اسی طرح کسنی اور خام عمر میں بھی شادی کرنا صحیح نہیں ہے اور ان لوگوں کی شادی کرنا بھی مذموم ہے جو اس کی صلاحیت یا اس کے لئے آمادگی نہیں رکھتے کیونکہ اس سے مشکلات کھڑی ہوں گی۔

شادی کی تین قسمیں ہیں، وقت سے پہلے، وقت کے بعد، وقت پر، صرف تیسری قسم صحیح ہے۔

تیسری فصل

شادی میں عجلت کے فوائد اور تاخیر کے نقصانات

تیسری فصل

شادی میں عجلت کے فوائد اور تاخیر کے نقصانات

جو کچھ پہلی فصل (شادی کی فضیلت) میں بیان ہوا ہے وہ شادی کے کلی فوائد وفضائل تھے اس فصل میں ہم ۔ خدا کی توفیق سے ۔ ابتدائے جوانی میں شادی کے فوائد اور تاخیر کے نقصانات پر روشنی ڈالیں گے ۔

جلد شادی کرنے میں بہت سے فائدے ہیں اور اس میں تاخیر سے بے پناہ نقصانات ہیں، ان میں سے بعض کو ہم یہاں بیان کر چکے ہیں ۔

① ایمان اور معنویت کا تحفظ و تقویت

شادی، ایمان کے دشمنوں کے مقابلہ میں ایک قوی و محکم سپر ہے، نوجوانی کے زمانہ میں ایک طرف تو فطری، معنوی پاکیزگی اور نیک منشی کی فعالیت تیز ہو جاتی ہے اور ان میں سے ہر چیز انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور دوسری طرف جنسی خواہشات سر اٹھاتی ہیں اور انسان کو اپنی جانب کھینچتی ہیں ان دونوں کشش اور طاقتوں کا وجود ضروری ہے، خداوند عالم نے حکمت و مصلحت کی

رو سے ، انسان کے رشد و ارتقاء کے لئے، اس کے وجود میں ودیعت کی ہیں انسان کو چاہیے کہ ان دونوں کو مثبت طریقہ سے پورا کرے اور دونوں ہی کی پیاس بجھائے اور شہوتی میلان کو صحیح اور عاقلانہ۔ جیسا کہ خداوند عالم نے مقرر کیا ہے۔ طریقہ سے پورا نہ کیا جائے گا اور انہیں لگام نہیں چڑھایا جائے گا تو وہ سرکش ہو جائیں گی اور بغاوت پر اتر آئیں گی اور فطری و معنوی کششوں اور طاقتوں پر حملہ آور ہوں گی اور چونکہ اس صورت میں وہ وحشی اور بے باک ہو جاتی ہیں اور معنوی طاقت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتی ہیں اس کشمکش اور جنگ کے میدان میں اترنے کے لئے جوانوں کے لئے بہترین دفاعی ہتھیار شادی ہے۔

افسوس! ہم نے بہت پاک و معصوم نوجوانوں کو دیکھا ہے کہ، اس دفاعی ہتھیار کے بغیر اس میدان کارزار میں شکست کھا گئے اور ان کا ایمان و تقویٰ برباد ہو گیا

ایک افسوسناک واقعہ

مسعود پاکیزہ اور متدین نوجوان تھا جب وہ ہائی اسکول وانٹر میں پڑھ رہا تھا اس وقت پاکیزگی و حیا اور متانت و نجابت کا مرقع تھا اور دوسرے جوانوں کے لئے نمونہ تھا میں بھی اس کے ایمان اور خوبیوں پر غبطہ کرتا تھا اور خود سے کہتا تھا: مسعود ہم سے بازی لے گیا اور بہت جلد منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ مدرسہ میں وہ اسلامی و تربیتی فعالیت و کارکردگی کا محور تھا، محلہ میں بچوں کا معلم و پناہگاہ، محاذ پر صف شکن اور محراب عبادت میں عابد و مناجات کرنے والا تھا۔

جب انٹر پاس کر چکا تو میں نے اس کے والدین سے کہا: اب مسعود کی شادی کر دیجئے لیکن انہوں نے کہا: ابھی بچہ ہے، ابھی تو اس کے دودھ کے دانت نہیں ٹوٹے ہیں!... بی۔ اے، ایم۔ اے وغیرہ کرلے اور برسر روزگار ہو جائے

، اپنا گھر اور زندگی کے لوازم فراہم کرلے تو ہم اس کی شادی کے بارے میں سوچیں!
مسعود نے یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ میں کبھی وقفہ دے کر مسعود کے والدین سے کہتا رہا کہ اب اس کی شادی کردیجئے لیکن وہ پہلا ہی جواب دیتے رہے ایسے ہی ایک زمانہ گزر گیا، مسعود میں آہستہ آہستہ پَر نکل آئے، شکل وصورت اور لباس تدریجی طور پر بدل گیا۔ اس کی نگاہیں معصوم اور پاک نہیں تھیں کبھی حرام کی مرتکب نہیں ہوئی تھیں۔ اور اب اس نے اشارہ بازی شروع کردی تھی اور بتدریج ....

﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ﴾(۱):
اس کے بعد برائی کرنے والوں کا انجام برا ہوا۔

یہاں تک کہ مسعود یونیورسٹی سے بھی فارغ التحصیل ہوگیا لیکن اب وہ مسعود نہیں رہا تھا بلکہ "منحوس" ہوگیا تھا اور والدین واحباب کے لئے ننگ وعار اور رسوائی کا سبب بن گیا تھا ..... اس سے قطع نظر
اے اللہ تو جانتا ہے کہ یہ نوجوان اسلام واسلامی انقلاب اور اسلامی ملک کے سرمایہ ہیں تو ہی ان کی مدد فرما اور انھیں بے راہ روی، بے دینی اور سیاہ کاری کے دلدل میں پھنس جانے سے بچالے۔

ایک بہترین نمونہ

مسعود کا ایک دوست جعفر تھا، وہ بھی متقی اور پرہیزگار تھا، جب

---

(۱) سورۂ روم آیت ۱۰

وہ انٹر میں تھا اسی وقت ایک اس کی کفو اور ہم مزاج لڑکی سے اس کی منگنی کردی، شادی ہوگئی پھر اس نے یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا، وہ ازدواجی زندگی اور تعلیم میں کامیاب تھا یونیورسٹی کا زمانہ سلامتی سے گزر گیا اور اب بڑی کلاس میں پہنچ گیا، جیسے جیسے وہ ترقی کر رہا تھا ویسے ہی اس کا ایمان تقویٰ اور اخلاق کامل ہوتا جا رہا تھا.... وہ ایم اے کر چکا ہے اور اب محکمہ ڈاک میں بڑا آفیسر ہے اس کی زندگی کامیاب اور والدین، دوستوں اور معاشرہ کے لئے باعثِ افتخار ہے۔

اگرچہ مالی اعتبار سے جعفر اور اس کے والدین کی وہ حیثیت نہیں تھی جو مسعود اور اس کے والدین کی تھی یہ بات اس لئے لکھ رہا ہوں تاکہ قارئین کے ذہن میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ جعفر اور اس کے والدین پیسے والے تھے، لہذا انہوں نے اپنے لڑکے کی شادی کردی اور چونکہ مسعود کے والدین نادار تھے وہ اس کی شادی نہ کرسکے.... افسوس یہ مصیبت مادی فکر تمام چیزوں کو پیسے سے تولتی ہے اور یہ ہمارے معاشرہ میں جڑ پکڑ گئی ہے

۲ نوجوانی کی بانشاط بہار سے بہرہ مندی

ہر چیز کی ایک بہار ہوتی ہے اور شادی کی بہار نوجوانی کا زمانہ ہے اس زمانہ میں انسان پر ایک مخصوص نشاط و ہمہمہ طاری رہتا ہے اگر اس زمانہ سے ضروری فائدہ حاصل نہ کیا جائے تو بہت جلد خزاں آجاتی ہے اور نشاط برباد ہوجاتی ہے یا کم ہوجاتی ہے اور پھر انسان شادی سے صحیح معنوں میں استفادہ نہیں کرسکتا۔

وہی عشق زندگی کو صفا و ہمہمہ عطا کرسکتا ہے جو زندہ جوان اور نشاط سے

لبریز ہوتا ہے، مردہ و پژمردہ عشق زندگی میں ہمہمہ پیدا کرنے سے قاصر ہے!
غنچوں کو دیکھیے کہ تازگی، نشاط کے ساتھ ہمیں تعمیر اور امید و آرزو کا پیام دیتے ہیں لیکن پژمردہ غنچے، افسردگی، ناامیدی، سستی اور موت کی باتیں کرتے ہیں، نوجوان بھی پھولوں ہی کی مانند ہیں انھیں چاہیے کہ وہ اس زمانہ سے نکل جانے سے پہلے استفادہ کریں اور اپنی ازدواجی زندگی کے محل کو محکم و مضبوط بنیادوں پر استوار کریں اس سلسلہ میں پیغمبر اکرمؐ کا بہترین قول ہے، جو سب پر حجت تمام کرتا ہے اور کسی کے لئے چون و چرا اور بہانے کی گنجائش نہیں چھوڑتا ہے۔

"اَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّ جَبْرَئِیلَ اَتَانِی عَنِ اللَّطِیفِ الْخَبِیرِ فَقَالَ: اِنَّ الْأَبْکَارَ بِمَنْزِلَةِ الثَّمَرِ عَلَی الشَّجَرِ، اِنْ اَدْرَکَ ثِمَارُهَا فَلَمْ تُجْتَنْ، اَفْسَدَتْهُ الشَّمْسُ وَ نَثَرَتْهُ الرِّیَاحُ، وَ کَذٰلِکَ الْأَبْکَارُ اِذَا اَدْرَکْنَ مَا تُدْرِکُ النِّسَاءُ فَلَیْسَ لَهُنَّ دَوَاءٌ اِلَّا الْبُعُولَةُ، وَ اِلَّا لَمْ یُؤْمَنْ عَلَیْهِنَّ الْفَسَادُ، لِأَنَّهُنَّ بَشَرٌ..." (۱)

لوگو! لطیف و خبیر کی طرف سے جبرئیل میرے پاس آئے اور فرمایا: باکرہ لڑکیاں ایسی ہیں جیسے درختوں کے پھل اگر انھیں بروقت یعنی اس فصل میں جس میں پکتے ہیں نہ توڑا جائے تو تمازت آفتاب انھیں خراب کر دے گی اور بادِ خزاں گرا دے گی یہی مثال جوان بالغ لڑکیوں کی ہے جب وہ عورتوں کے زمرہ میں داخل ہو جائیں تو ان کی شادی کرنے کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے اور اگر شادی نہ

---

(۱) وسائل الشیعہ، جلد ۱۴، صفحہ ۳۹ و تحریر الوسیلہ امام خمینیؒ، جلد ۲ کتاب النکاح

کریں تو یہ توقع نہیں رکھنا چاہیے کہ وہ محفوظ رہیں گی کیونکہ وہ بھی انسان ہیں (اور انسان میں جنسی خواہشات موجود ہیں کہ جو شریکِ حیات کے ذریعہ پوری ہوتی ہیں) لڑکوں کی بھی یہی کیفیت ہے۔

رسول اکرمؐ عقل کل ہیں، وہ جو احکام، قوانین اور دستورات بیان فرماتے ہیں وہ خدا کی جانب سے ہیں، خدا کے حکم کے مقابلہ میں کسی کے نظریہ اور خیال کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور ہر وہ قانون، رسم و رواج اور نظریۂ باطل و بے قیمت ہے جو قانون خدا کے خلاف ہو۔

جو لوگ کسی بھی وجہ سے۔ نوجوانی کے زمانہ میں شادی نہیں کرتے ہیں وہ یقیناً اپنا نقصان کرتے ہیں اور انہیں اس کا خمیازہ بھرنا ہے اگر ہم معاشرہ کا بغور مطالعہ کریں گے تو ایسے بہت افراد مل جائیں گے کہ جنہوں نے شادی میں تاخیر کی وجہ سے خسارہ اٹھایا ہے، ہر چند وہ خود اس بات کو نہ سمجھ سکے ہوں اور نہ جانتے ہوں کہ ہم خسارہ سے دوچار ہوئے ہیں

ایک افسوسناک واقعہ

ناصر کا نظریہ تھا: جب تک انسان کے پاس ذاتی گھر، موٹر کار اور معتد بہ رقم جمع نہ ہو اس وقت تک شادی نہیں کرنا چاہیے، اس سلسلے میں وہ کسی کی نصیحت نہیں سنتا تھا۔ اس نے اپنے نظریئے کے مطابق عمل کیا اور اتنی زیادہ محنت کی کہ اس نے گھر، موٹر کار فراہم کی اور بے پناہ دولت جمع کرلی اور اس کے بعد شادی کا منصوبہ بنایا مگر۔ افسوس۔ وقت نکل چکا تھا، اس کی عمر ۳۰ سال ہو گئی تھی اور تنہائی، جنسی انحرافات اور زیادہ محنت نے اس کے جسم و روح کو پژمردہ اور

بیمار بنا دیا تھا، چہرہ پر جھریاں پڑ گئی تھیں، کچھ سر کے بال بھی جھڑ گئے تھے.....

مختصر یہ کہ اب وہ دس سال پہلے کا ناصر نہیں تھا، نہ جوانی کا نشاط و ہمہمہ صفا و پاکیزگی رخت سفر باندھ چکی تھی، اس کی جگہ افسردگی کم حوصلگی آ گئی تھی، اس نے لڑکی کی تلاش شروع کی لیکن کوئی نوجوان اور بانشاط لڑکی اس سے شادی کے لئے تیار نہ ہوئی، شادی کے سلسلے میں اس کے جو معیار تھے وہ ایک ایک کر کے اس کے دماغ سے نکل گئے، اور شادی سے متعلق جوانی کی بڑی بڑی تمنائیں، بلند پروازیاں تھیں ان سب سے دست کش ہو گئے..... چنانچہ تلاش بسیار اور زحمتوں کے بعد ایک لڑکی ملی وہ بھی اسی کی مانند۔ اصطلاح میں ردی مال۔ وہ لڑکی بھی ڈگریاں حاصل کرنے، ہنر سیکھنے اور اپنے غلط معیاروں کے مطابق شوہر نہ ملنے کی وجہ سے بن بیاہی رہ گئی تھی اور کچھ عوامل (جس سے ناصر پژمردہ ہو گیا تھا) کی وجہ سے نفسیاتی اور اعصابی مرض میں مبتلا ہو گئی تھی اس کی عمر بھی تیس سال تھی۔

اس لڑکا، لڑکی نے (کہ درحقیقت جنھیں لڑکا، لڑکی کہنا صحیح نہیں ہے) شادی کر لی، نتیجہ واضح ہے! جس لڑکے لڑکی میں نشاط اور ولولہ نہ ہو وہ کیسے عیش و نشاط کی زندگی گزار سکتے ہیں؟!

ابتدا ہی سے اختلافات، بے مہری اور بہانہ بازی کا سلسلہ شروع ہو گیا... چنانچہ ان کی زندگی ایک جہنم بنی ہوئی ہے، روزانہ لڑائی اور ہنگامہ رہتا ہے، کچھ بچے بھی پیدا ہو گئے ہیں، ایسے مظلوم بچے کہ جن کے والدین میں ایک طرف تو ان کی تربیت کا شوق و ہمہمہ اور ان کے اخراجات کو پورا کرنے کا حوصلہ نہیں ہے، دوسری طرف روزانہ اپنے ماں، باپ کے درمیان ہونے والی جنگ کو دیکھتے ہیں، درحقیقت ایسے بچے رحم کے قابل ہیں۔

اب گھر، کار، اور پیسہ ان کی مشکلات کو حل نہیں کر سکتا۔

۳ جنسی انحراف اور غلط راستے سے محفوظ رہنا

ایسے اسباب وعوامل بہت کم نظر آتے ہیں کہ جو نوجوانوں کو جنسی انحرافات جتنا نقصان پہنچاتے ہیں، یہ غلطیاں اور انحرافات ان (لڑکے یا لڑکی) کی زندگی کو تاریک بنا دیتے ہیں، ایسی کاری ضرب لگاتے ہیں کہ جس کی کسک انسان کی رہتی زندگی تک باقی رہتی ہے۔ جنسی بے راہ روی۔ کہ جس کا ایک واضح نمونہ مشت زنی ہے، انسان کے ایمان، نشاط، فرحت اور صلاحیت و ہستی کو برباد کر دیتی ہے،

جن لوگوں کا معاشرے، جوانوں اور نوجوانوں سے رابطہ ہے وہ اس فاحشہ کے بھیانک نتائج کو اچھی طرح محسوس کرتے ہیں اور بخوبی جانتے ہیں کہ، لڑکا، لڑکی کے نامشروع وناجائز تعلقات اور جنسی آلودگیوں سے معاشرکو ناقابل تلافی نقصان پہنچاہے اور خاندان وجوانوں پر کیا گزرتی ہے، چوں کہ ان کی روح لطیف ہے اس لئے ممکن ہے کہ آخری عمر تک اس گناہ کے عذاب، رنج والم کو محسوس کرتے رہیں۔

شادی کا ایک بہترین اور قیمتی فائدہ یہ ہے کہ انسان جنسی کجروی اور نجاستوں سے پاک رہتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث میں نے یا کہیں پڑھی یا سنی تھی اور بہت تعجب ہوا تھا: فرماتے ہیں:

"مِنْ سَعَادَةِ الْمَرءِ أَنْ لَا تَطْمِثَ ابْنَتَهُ فِي بَيْتِهِ"

مرد باپ کی سعادت وبھلائی اس میں ہے کہ اس کی لڑکی اس کے گھر میں مہینہ (ماہواری کا خون) نہ دیکھے۔

میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ اس عمر میں لڑکی کی شادی کیسے ممکن ہے!!

لیکن جب میں معاشرہ کے مسائل اور اس کی بگڑوی و فساد سے واقف ہوا تو اس حدیث کی مزید حکمت مجھ پر واضح ہوئی البتہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لڑکی کی شادی اسی عمر میں کرنا ضروری ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ عجلت کی جائے اور تاخیر سے کام نہ لیں اور لڑکی کے عورت بننے سے پہلے ہی اس کی شادی کر دیں۔

میں ان مفاسد و غلط راہ روی کی شرح نہیں بیان کرنا چاہتا جو کہ دوسرے معاشروں اور غیر ممالک (خصوصاً مغربی ممالک) میں موجود ہیں کیونکہ قلم لکھنے سے اور زبان انھیں بیان کرنے سے معذور ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کتاب، جو کہ جوانوں اور نوجوانوں کے لیے لکھی گئی ہے، میں ان مفاسد کو رقم کیا جائے کہ جنھوں نے انسانیت کے چہرہ کو داغدار بنا دیا ہے، لیکن ہمیں اپنے معاشرہ سے باخبر اور اس کے مسائل کے بارے میں حساس ہونا چاہیے۔

ہمیں اس تلخ حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ: ہمارے معاشرہ میں بھی جوانوں اور نوجوانوں کی تخریب کے لیے بہت سی مشکلات موجود ہیں، اگر ماں، باپ نہیں جانتے، اگر معلمین، مدارس و اسکول کے ذمہ دار نہیں جانتے تو وہ جان لیں اگرچہ اصولی طور پر وہ بھی جانتے ہیں کہ یہ مشکل بہت بڑی مشکل ہے اور اس کے حل کے لئے ہم سب کو کوشش کرنا چاہیے۔

میرے جوان بہن، بھائیو! اپنی عمر کے اس حساس زمانہ میں خود کو پاک رکھنے کی کوشش کرو، اپنی عصمت و عفت کے گوہر کو خواہ مخواہ نہ گنوا دو، دینی، اخلاقی اور انسانی لحاظ سے اس گوہر کی حفاظت کرنا واجب ہے، اگر آپ کی شادی میں تاخیر بھی ہو جائے تو بھی یہ واجب اپنی جگہ باقی ہے۔

یقین کیجئے کہ: اس گوہر کو گنوا دینے یا اس میں خدشے پیدا کرنے سے حسرت و پشیمانی ہوتی ہے ہم نے ایسے بہت سے افراد دیکھے ہیں، آپ نے بھی دیکھے ہونگے

کہ جو اس گوہر کو گنوا دینے یا اس میں خراش پیدا کر دینے کے بعد حسرت و یاس اور افسردگی و پریشانی سے دوچار ہوئے ہیں، خصوصاً لڑکیاں، کیونکہ لڑکیاں، نازک احساس اور لطیف روح کی حامل ہیں اور حیاء و عفّت ان میں زیادہ ہوتی ہے ان کے لئے اس گوہر کو گم کر دینا یا اس میں دراڑ پیدا کرنا بہت مضر اور نقصان دہ ہے، اس سے وہ زیادہ پریشان و پشیمان ہوتی ہیں وہ زیادہ نقصان کا احساس کرتی ہیں اور رنجیدہ ہوتی ہیں، یہاں تک کہ شادی اور بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی اس کا احساس کرتی ہیں، کسی کے خط یا کسی لڑکے سے ناجائز دوستی وغیرہ کی وجہ سے گناہ و عذاب کا احساس کرتی ہیں، اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے (البتہ جو بالکل ہی بے حیاء ہو گئی ہیں اور جن کی عفّت برباد ہو گئی اور بے حس ہو گئی ہیں) ان سے ہماری بحث نہیں ہے۔

میرے بہن بھائیو! کیا آپ کو افسوس نہیں ہوتا کہ اپنی عفّت و پاکیزگی کے گوہر کو کیچڑ سے آلودہ کرتے ہو؟!

اولاد والو! کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آپ کے نوجوانوں اور نونہالوں کو دلدل میں دھنسایا جائے اور پژمردہ و پریشان کیا جائے؟! کیا تمہارے پاس یہ خدا کی امانت نہیں ہیں؟! کیوں فضول و رکیک بہانوں سے ان کی شادی میں تاخیر کر رہے ہیں؟! اپنے ہی ہاتھوں خود کو کیوں ہلاکت میں ڈال رہے ہو؟! آیئے کچھ غور کریں، حقائق کو مدّنظر رکھیں، جوانوں اور نوجوانوں کے جنسی دباؤ و ہیجان سے جنگ نہیں کی جا سکتی، اس کے لئے راہ حل تلاش کریں اور بہترین راہ حل موزوں شریکِ زندگی سے طبیعی عمر میں شادی کرنا ہے۔

④ نفسیاتی اور اعصابی امراض سے بچنا

اگر جنسی طاقت کے دباؤ کو صحیح اور مشروع طریقے سے ختم نہ کیا جائے تو بہت سی خرابیاں وجود میں آجاتی ہیں اور اس سے اعصاب و نفسیات متاثر ہوتے ہیں، ایک طرف جنسی خواہش کا یہ دباؤ اور دوسری طرف تنہائی بے گھر ہونا انسان کو پریشان کر دیتا ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی ایمان کی کمزوری، بیوی کے فقدان اور خواہش نفس کے دباؤ سے جنسی انحرافات اور آلودگی سے دوچار ہو جائے تو مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ یہ انحرافات و کجروی (خصوصاً مشت زنی) انسان کی روح و اعصاب پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔

نفسیات شناسی کے نقطۂ نظر سے اخلاقی و نفسیاتی پریشانی و کمزوری کا ایک اہم سبب شریک حیات کا نہ ہونا جنسی دباؤ اور بے راہ روی ہے (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) اور ان بیماریوں کے علاج کا بہترین اور مفید ترین طریقہ شائستہ شریکِ زندگی سے شادی کرنا ہے۔

﴿... مِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا ...﴾

اس کی نشانیوں میں یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارا جوڑا تمہارے ہی نفسوں سے پیدا کیا تاکہ اس کے پاس تم سکون حاصل کرسکو

وضاحت

اس فصل میں فوائد و مطالب بیان ہوئے ہیں اور جو فوائد شادی کی

فضیلت کے سلسلہ میں) پہلی فصل میں بیان ہوئے ہیں اور وہ تمام درخشاں نتائج واقدار جو ان بحثوں میں آئیں گے وہ اسی صورت میں حقیقت کا روپ دھاریں گے جب شائستہ اور موزوں شریکِ حیات نصیب ہوگی اور شادی میں ان کی رعایت کی گئی ہو جو آنے والی فصول میں بیان ہوں گے۔

چوتھی فصل

شادی میں مشکلات اور رکاوٹیں

چوتھی فصل

شادی میں مشکلات اور رکاوٹیں

جب کسی جوان سے کہا جاتا ہے: اب شادی کر لیجئے تو وہ فوراً شادی کی مشکلات اور رکاوٹوں کو شمار کرانے لگتا ہے اور مالی واقتصادی مسئلہ کو اولین مشکل قرار دیتا ہے اس کے بعد دوسرے موانع بیان کرتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ شادی کے لئے اب بے شمار مشکلات پیدا ہو گئی ہیں، انھیں کالعدم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان سے چشم پوشی کی جا سکتی ہے

اس فصل میں ہم۔ انشاء اللہ۔ ان مشکلات کا تجزیہ کریں گے اور ان کا حل بھی پیش کریں گے

مشکلات حقیقی ہیں یا خود ساختہ؟

افسوس ہے کہ ابھی تک ہمارا۔ مسلمانوں کا۔ معاشرہ اسلام ناب محمدی (خالص و حقیقی اسلام) سے بہت دور ہے ابھی تک بہت سے مسائل میں اسلام کے احکام جاری نہیں ہو سکے ہیں اور اسلام کا درخشاں آفتاب، جہالت وخرافات

اور جاہلانہ رسم و رواج، خواہشات نفسانی، تکبر و شرک کے پردے ہی کے پیچھے ہے اور معاشرہ اس کے حیات بخش پرتو سے محروم ہے۔

اگر شادی میں اسلام معیار قرار پاتا تو اکثر یا تمام مشکلات کا قلع قمع ہوجاتا لیکن کونسا اسلام ؟! ۔ بقول امام خمینیؒ ۔ اسلام ناب محمدی نہ کہ امریکی اسلام، اسلام ناب وہی اسلام ہے جسے نبیؐ نے پیش کیا تھا، کیا آپ نے یہ نہیں پڑھا اور نہیں سنا ہے کہ پیغمبرؐ نے ایک ہی نشست میں، معمولی سے وقت میں، شادی کے سارے مراحل۔ جیسے خواستگاری، مہر کا تعین اور عقد پڑھنا وغیرہ۔ بیان فرما دیئے تھے اور میاں، بیوی کا ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھ میں دے کر ان کے گھر بھیج دیا تھا؟! یہ کوئی افسانہ نہیں ہے اور معجزہ بھی نہیں ہے حقیقت ہے، آج بھی وہی اسلام ہے اور اس کی وہی طاقت و خاصیت ہے لیکن ہم خالص و حقیقی مسلمان نہیں ہیں (جو عیب ہے وہ ہمارے مسلمان ہونے میں ہے)

چارہ کار کیا ہے؟

بہرحال شادی کی راہ میں بہت سی مشکلات و موانع موجود ہیں اور ان کے لئے راہ حل تلاش کرنا چاہیئے۔

راہ حل کو دو طرح تلاش کیا جاسکتا ہے اور دو لحاظ سے اس میں غور و فکر کیا جاسکتا ہے۔ ایک کے لئے طویل زمانہ اور دوسری کے لئے مختصر مدّت درکار ہے طویل زمانہ والا طریقہ قوم کے سربرآوردہ اور حکومت کے ذمہ دار، معلمین اور دانش وروں سے مربوط ہے، انھیں پورے معاشرہ کی اصلاح و فلاح کے لئے غور کرنا چاہیئے، اور مختصر مدّت والا طریقہ خود نوجوانوں، جوانوں اور ان کے والدین سے مربوط ہے انھیں فوری طور پر اس کا حل تلاش کرنا چاہیئے کہ: ان حالات کے

باوجود کیا کرنا چاہئے؟

فی الحال طویل زمانہ والے طریقہ سے ہماری بحث نہیں ہے، اسے کبھی مناسب موقع پر بیان کریں گے، اس وقت ہماری بحث کوتاہ مدت والے طریقہ سے ہے اصلی مشکلات کا تجزیہ ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی مشکل

مالی واقتصادی مشکل

یہ مشکل خود ہمارے معاشرے کی ایجاد کی ہوئی ہے ورنہ شادی کی مشکلات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اگر ہماری زندگی اسلام اور فطرت انسانی کے پایوں پر استوار ہوتی تو اس مشکل کا کہیں وجود نہ ہوتا ایسے جوان یا بہت کم پائے جاتے جو اس کی وجہ سے شادی نہ کر سکتے بہر حال اس وقت تو معاشرہ میں اس کا وجود ہے لہذا اس کا حل تلاش کرنا ضروری ہے۔

راہِ حل

① خدائی مدد

خدا اور اسلام کے پیشواؤں نے اس سلسلے میں بہت سی بشارتیں اور وعدے کئے ہیں جو کہ جوانوں کو امیدوار و مطمئن بنا سکتے ہیں۔

ان بشارتوں اور وعدوں پر ایمان لانا ہمارے لئے واجب ہے، ان

سے وعدہ خلافی ناممکن ہے جو نوجوان وجوان شادی کرنا چاہتے ہیں اور اقتصادی مشکل کو شادی میں رکاوٹ سمجھتے ہیں ان کے لئے یہ وعدہ بہترین پشت پناہ امید افزا ہیں، ان کے ذریعہ انسان کے اندر بہت زیادہ شجاعت وشہامت پیدا ہوتی ہے، ان میں سے بعض وعدے یہ ہیں :

خدا کا وعدہ

﴿وَ أَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ ... إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (۱)

غیر شادی شدہ جوانوں کی شادی کردو... اگر وہ نادار رہیں تو خدا اپنے فضل وکرم سے انھیں مالدار بنا دے گا۔

یہ خدا کا وعدہ اور ضمانت ہے، واضح اور روشن ہے خدا سے زیادہ کس کی ضمانت پر یقین کیا جاسکتا ہے ؟

میرے جوان بہن بھائیو! اس وعدہ کا یقین کیجئے۔ انشاء اللہ۔ اچھا نتیجہ برآمد ہوگا۔

یہ مسئلہ میرے لئے محسوس وآشکار ہے، میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے کچھ نمونے دیکھے ہیں، میرے نوے فی صد دوست شادی سے قبل ثروت مند نہیں تھے، شادی کے بعد گھر بار والے بنے ہیں، ایسے دوست بہت کم ہیں جو شادی کے وقت مالدار وثروت مند تھے، میں ایسے بہت سے دوستوں کے نام گنوا سکتا ہوں جنھوں نے اس وقت شادی کی تھی جب نہ ان کے پاس پیسہ تھا اور

---

(۱) سورۂ نور آیت ۳۲

نہ گھر تھا لیکن شادی کے بعد انہوں نے گھر بھی بنایا اور مالی حالات بھی اچھے اور بہتر ہو گئے، مگر جن لوگوں نے شادی سے پہلے گھر بنایا اور پیسے جمع کئے اور اس کے بعد شادی کی ایسے لوگ بہت کم ہیں، دو تین ہی افراد کے نام گنوا سکتا ہوں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہی دو تین افراد کہ جنھوں نے گھر اور پیسہ کی بنا پر تاخیر سے شادی کی تھی، ازدواجی زندگی میں مسرت نہ دیکھ سکے، کیونکہ جب وہ گھر اور پیسہ جمع کرنے میں کامیاب ہوئے اس وقت نوجوانی، جوانی، شادی کی بہار، کا زمانہ گزر چکا تھا اور خزاں کا وقت آگیا تھا! قارئین تیسری فصل میں اس کی مثال ملاحظہ کر چکے ہیں"

اسلام کے پیشواؤں کی بشارتیں

پیغمبر اکرمؐ اسرار خدا کے امین غیر شادی شدہ نوجوانوں کی خدائی مدد کے سلسلہ میں اس طرح فرماتے ہیں:

«زَوِّجُوا أَيَامَاكُمْ فَإِنَّ اللهَ يُحَسِّنُ لَهُمْ فِي أَخْلَاقِهِمْ وَ يُوَسِّعُ لَهُمْ فِي أَرْزَاقِهِمْ وَ يَزِيدُهُمْ فِي مُرُوَّاتِهِمْ» (۲)

اپنے غیر شادی شدہ افراد کی شادی کرو کیونکہ خداوند عالم شادی کی وجہ سے ان کے اخلاق کو سنوارتا ہے، ان کے رزق میں وسعت اور مروّت میں اضافہ فرماتا ہے۔

آپ ہی کا ارشاد ہے:

«مَنْ تَرَكَ التَّزْوِيجَ مَخَافَةَ الْعِيلَةِ، فَقَدْ سَاءَ ظَنُّهُ بِاللهِ؛ إِنَّ اللهَ يَقُولُ: ﴿إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ، يُغْنِهِمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾» (۳)

---

۱ ہماری مراد وہ لوگ ہیں جنھیں ماں، باپ سے گھر اور پیسہ نہ ملا ہو۔

(۲) نوادر راوندی ص ۳۶ (۳) وسائل جلد ۳ ص ۵

جو شخص فقر و ناداری کے خوف سے شادی نہیں کرتا ہے وہ خدا سے بدگمان ہے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے اگر نادار ہو تو میں اپنے فضل و کرم سے انھیں بے نیاز کر دوں گا۔

نیز فرمایا:

«إِتَّخِذُوا الْأَهْلَ، فَإِنَّهُ أَرْزَقُ لَكُمْ» (۱)

شادی کرو، کہ اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے:

«الرِّزْقُ مَعَ النِّسَاءِ وَ الْعِيَالِ» (۲)

رزق بیوی بچوں کے ساتھ ہے۔

کچھ حسین نمونے

ایک غیر شادی شدہ، نہایت ہی مفلس و نادار جوان رسول خدا کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور اپنی مفلسی و ناداری کا شکوہ کر کے آنحضرتؐ سے عرض کی، آپ ہی کوئی راستہ بتائیے کہ جس سے میری مفلسی دور ہو جائے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: «تَزَوَّجْ»: شادی کر لو!

جوان کو بہت تعجب ہوا اور اپنے دل میں سوچنے لگا میں تو اپنے بھی اخراجات پورے نہیں کر پاتا ہوں، شادی کر کے بیوی کے اخراجات کی کیسے ذمہ داری لے لوں؟!

لیکن چونکہ پیغمبرؐ کے فرمان پر یقین رکھتا تھا، اس لئے شادی کا اقدام کر دیا

---

(۱) وسائل جلد ۳ ص ۷ (۲) نور الثقلین جلد ۳ ص ۵۹۹

، رفتہ رفتہ اس کی زندگی میں خوشحالی آگئی اور ناداری سے نجات مل گئی۔

● ● ●

ان بشارتوں اور سچے وعدوں پر گہری توجہ سے انسان کے دل میں خدا کی طرف امداد پہنچنے کا یقین پیدا ہوتا ہے، انسان کی ہمت بندھتی ہے، اور اس بات کا باعث ہوتی ہے کہ خدا پر توکل کر کے شادی کا اقدام کرے اور مشکلات وموانع سے خوف نہ کھائے۔

ظاہر ہے جب انسان رضائے خدا، اس کے حکم پر عمل اور روحی وجسمی بیماریوں سے محفوظ رہنے اور کمال وارتقار کے لئے شادی کرتا ہے تو خدا کی رحمت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور خدا کی امداد اس تک پہنچتی ہے اور اس کے مقدس مقصد میں مددگار ہوتی ہے۔

۳ نئے آفاق

شادی کی وجہ سے انسان پر ایسے نئے آفاق آشکار ہوتے ہیں کہ جس کا شادی سے پہلے کہیں وجود نہ تھا، کیونکہ انسان شادی کی وجہ سے ذمہ داری کا زیادہ احساس کرتا ہے، خود کو نئی زندگی چلانے اور اہل وعیال کی آبرو ومخارج کا ذمہ دار سمجھتا ہے۔ اس بنا پر وہ اپنی تمام پوشیدہ وخوابیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے، اس کے اندر سے ایک نیا چشمہ پھوٹ نکلتا ہے، ایسی ایسی قوتیں وجود میں آجاتی ہیں کہ جن کا اس وقت تک کہیں پتہ نہیں تھا۔ شادی سے پہلے جو صلاحیتیں اس کے اندر سوئی ہوئی تھیں وہ بیدار ہو جاتی ہیں، اپنے اندر نئی طاقتوں کی حامل نئی شخصیت ملاحظہ کرتا ہے، خدا پر اس کا اعتماد اور زیادہ ہو جاتا ہے اور

اچانک اس کی عقل پر نئے اور وسیع آفاق کا دروازہ کھل جاتا ہے اور اس کی روح و فکر کے باب کھل جاتے ہیں!

دوسری طرف جنسی دباؤ، تنہائی کا جنجال، احساس کمتری کی کوفت شادی کرنے اور شریک حیات کے وجود سے سب چیزیں ختم ہو جاتی ہیں اور نتیجہ میں انسان کی روح میں بالیدگی آجاتی ہے اور اس کے اندر ذوق و شوق اور ارتقائی جذبہ میں اضافہ ہو جاتا ہے اور انسان کمال و سعادت کی طرف پرواز کرنے لگتا ہے۔

ہم نے ایسے بہت سے جوانوں کو دیکھا ہے کہ جنھوں نے شائستہ بیوی سے شادی کرنے کی بدولت اپنی نئی شخصیت بنائی ہے اور اب ان کے تمام امور میں بے پناہ سرعت آگئی ہے۔

ان نئے آفاق کا انکشاف مالی واقتصادی مسائل کو بھی شامل ہوتا ہے اور جوان زیادہ سے زیادہ پیسہ کمانے کی راہیں تلاش کر لیتا ہے، اقتصادی معاملات و کام میں وسعت اور تجارت کے بڑے کاموں کی انجام دہی کی وجہ سے جری و شجاع ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کی آمدنی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور یکے بعد دیگرے مالی مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ہر کامیابی کے بعد بہت سی کامیابیاں ملتی ہیں اور ہر نئے مرحلہ کے سر کرنے سے بہت سے مراحل طے ہو جاتے ہیں۔

۳ سہولت و مراعات

بہت سے اداروں، کارخانوں اور فیکٹریوں میں شادی شدہ ملازمین کو سہولتیں اور مراعات دی جاتی ہیں جبکہ غیر شادی شدہ کو ایسی کوئی چیز نہیں دی جاتی مثلاً معلمین اور اساتذہ کو شادی کے وقت زمین، قرض اور دیگر سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں جس سے ان کی اقتصادی حالت کافی حد تک سنور جاتی ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ، میری نظر میں نوے فی صد افراد ایسے ہیں جو شادی کے بعد گھر اور پیسہ والے بنے ہیں... ان میں سے اکثر معلمین اور اساتذہ ہیں جب انہوں نے شادی کا اقدام کیا تو۔ صرف نکاح کرنے سے۔ انھیں زمین اور قرض دیا گیا اور اسی قرض کی رقم سے شادی کے مراحل طے ہو گئے۔

البتہ اس بات پر توجہ رکھنا چاہیے کہ: ”خدائی امداد“، ان تمام حالات میں مؤثر ہے۔

④ کاروبار سے معاشرہ میں عزّت ہے

معاشرہ میں۔ عام طور سے۔ غیر شادی شدہ اور کنواروں سے زیادہ شادی شدہ افراد معتبر سمجھے جاتے ہیں بینک اور دوسرے ادارے بھی ان ہی کو قرض دیتے ہیں اور جو تاجر و دوکاندار قسطوں پر سامان فروخت کرتے ہیں وہ بھی شادی شدہ افراد پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں اور ان ہی کو اہمیت دیتے ہیں، یہ اقتصادی عزّت واعتماد، مشکلات کو رفع کرنے اور زندگی کی رونق میں مؤثر ہے

⑤ شادی کے لئے مخصوص قرضے

اس مہم کو سَر کرنے کے لئے ہر جگہ شادی کے لیے، مخصوص بینک اور قرض الحسنہ دینے والے ادارے بنائے جائیں، ممکن ہے کوئی یہ خیال کرے کہ اس کام میں طویل عرصہ درکار ہے، جبکہ کہا یہ گیا تھا کہ یہ اس کے بیان کا موقعہ نہیں ہے لیکن اس موضوع۔ شادی قرض۔ کی بھی دو قسمیں ہیں کوتاہ مدت اور دراز مدت ، مؤخر الذکر سے فی الحال ہماری بحث نہیں ہے لیکن اس کام کو خود جوان اور محلہ والے انجام دے سکتے ہیں، اس کام کے لئے بہترین جگہیں مسجدیں اور انجمنوں

کے دفتر میں، یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسا بینک اور ادارہ سرکاری اور مخصوص عمارت کا مالک ہو بلکہ ہر محلہ میں ایک چھوٹی سی کمیٹی بنائی جاسکتی ہے اور اعلان کیا جاسکتا ہے کہ : ہر شخص حسب استطاعت خدا کی خوشنودی کی خاطر قرض الحسنہ کے عنوان سے پیسہ جمع کرے تاکہ اس کو شادی کے لئے قرض دیا جائے۔

افسوس ہے کہ جو قرض الحسنہ ابتدا میں نیازمند لوگوں کی مشکلات و حوائج رفع کرنے کے لئے بنائے گئے تھے اب وہ تجارتی کاروبار میں تبدیل ہو گئے ہیں اور جس شخص کا جتنا زیادہ پیسہ ہے اسی لحاظ سے وہ اس ادارہ کا فعال رکن ہے ، زیادہ قرض لیتا ہے۔ پیدا کرنے والا بہت بڑا ہے یہ ہیں قرض الحسنہ کے معنیٰ؟! اس قسم کے اداروں اور بینکوں سے ہماری بحث نہیں ہے البتہ بعض ادارے اور بینک ایسے ہیں جو ابھی تک اپنی پہلی حالت پر برقرار ہیں۔

بہرحال خدا پر اعتماد، اپنی ہمت اور خیر خواہ افراد کی مدد سے جوان مخصوص شادی کے لئے ایسے ادارے بنا سکتے ہیں۔

⑨ اضافی اخراجات میں کمی کرنا

شادی میں اکثر تکلفاتی اخراجات ایسے ہوتے ہیں جو اسلام اور انسانی عقل و فطرت کے خلاف ہیں ،

ہمیں دوبارہ اس بات پر اظہار افسوس کرنا چاہئے کہ ہمارا معاشرہ جاہلیت والے رسم و رواج اور آداب و عادات میں ڈوب گیا ہے۔ اس موضوع پر بہت کچھ کہا جاچکا ہے اور کہا جاسکتا ہے، اصلاح کرنے والے نصیحت کرتے ہیں، صاحبان قلم لکھتے ہیں، علمائے دین احادیث اور

معصومین کا طرز زندگی بیان کرتے ہیں۔ مگر افسوس یہ چیزیں سخت اور جاہلیت کے رسم و رواج میں ڈوبے ہوئے دلوں پر کم اثر انداز ہوتی ہیں۔

ہم ایسے کیوں بن گئے ہیں؟ ہم تو تہذیب و دنیاداری کا دعویٰ کرتے ہیں اور اور خود کو اسلام کا پیروکار سمجھتے ہیں، پھر اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن سے اتنی دور کیوں ہو گئے ہیں؟ ہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پیروں میں بیڑیاں کیوں ڈال لی ہیں؟ ہمارا معاشرہ۔ اس سلسلے میں۔ اتنی تیزی کے ساتھ اخلاقی پستی اور انحطاط کی طرف کیوں بڑھتا چلا جا رہا ہے؟ اسلامی انقلاب کے بعد یہ سوچا جا رہا تھا کہ معاشرہ سے یہ جاہلیت والے رسوم ختم ہو جائیں گے۔ بھی ہم ان میں کیوں افزائش دیکھتے ہیں؟ اس میں انقلاب کا قصور نہیں ہے بلکہ خود مسلمانوں کا قصور ہے۔

مہر روز بروز بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، جہیز کے مطالبہ میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں، تکلفات و تشریفات روز افزوں ہیں، ضد و حسد اور حرص شدت اختیار کرتے جا رہے ہیں..... ہمیں کیا ہو گیا ہے؟!

محترم والدین، اپنے بچوں کو اپنی ہوس پر قربان نہ کریں، کمال و سعادت مندی کو برباد نہ کریں، کیا آپ جانتے ہیں کہ اگر آپ اپنے بیٹے کی شادی مناسب اور شائستہ لڑکی سے نہیں ہونے دیں گے تو سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اس کا بھگتان آپ ہی کو بھگتنا پڑے گا اور آپ کی نظریں شرم سے جھک جائیں گی یہ ساری خرابیاں اور شادی میں تاخیر تشریفات کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں ان سے عبرت حاصل کیجئے اگر آپ کی دختر نیک اختر خدانخواستہ غلط راستہ اختیار کر لیتی ہے تو آپ کا سر جھک جاتا ہے اور عزت برباد ہو جاتی ہے، اگر آپ کو یہ اطلاع دی جائے کہ آپ کی صاحب زادی نے آوارہ اور اجنبی لڑکوں سے

دوستی کرلی ہے اور۔ خدانخواستہ۔ عصمت گنوادی ہے تو اس کا لگایا ہوا دھبہ تاعمر آپ کے دامن پر باقی رہے گا، اگر۔ خدانہ کرے۔ آپ کا نورچشم اوباش ولوفر بن جائے اشارے بازی کرنے لگے جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہوجائے تو اس کا داغ تاعمر باقی رہے گا، اگر آپ کے لڑکے لڑکیاں خواہشات کے ہیجان کی وجہ سے، مشت زنی ایسے بھیانک امور انجام دینے لگیں اور جسمی ونفسیاتی مرض میں مبتلا ہوجائیں تو ان کی پریشانی سے آپ بھی پریشان ہوں گے ہم حقائق سے کیوں غافل ہیں یا تغافل عارفانہ ہے؟ کیا پیغمبرؐ کا ارشاد نہیں ہے:

اگر وقت پر لڑکی کی شادی نہ کی جائے تو وہ ایسے ہی خراب ہوجاتی ہے جیسے وہ میوہ خراب ہوجاتا ہے جسے وقت پر نہ چنا جائے؟!

کیا اسلام نہیں کہتا:

کہ اگر لڑکے، لڑکیوں کی شادی میں تاخیر ہوتی ہے اور وہ غلط راستہ اختیار کرلیتے ہیں تو ان کے گناہوں میں ماں باپ بھی شریک ہیں، اگر ہم خود کو مسلمان نہ سمجھیں تو معاشرہ کے تجربات سے کیوں استفادہ نہیں کرتے ہیں؟

والدین، اور بہن بھائیو! یقین کیجئے شادی میں جو مشکلات ہیں وہ خود ہماری پیدا کی ہوئی ہیں، یہ بلا ہم خود اپنے سر پر لائے ہیں۔

جب بعض ماں، باپ اور لڑکے لڑکیوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ: اخراجات کو کم اور تکلفات و رسم ورواج کو ختم کردینا چاہئے، اور اس سلسلے میں بہت سی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں کہ یہ رسم ورواج غلط و باطل ہیں تو وہ جواب دیتے

ہیں ۔۔۔۔ آپ کی بات صحیح ہے لیکن ہم بھی عزت رکھتے ہیں ، اگر ہم اس مقدار سے کم مہر کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس میں ہماری بے عزتی ہے ، اگر لڑکی کو معمولی جہیز دیا جائے ، رنگین ٹیلی ویژن ، فرج ، قالین ، وغیرہ نہ دیں تو ہمیشہ نظریں جھکی رہیں گی ، کبھی سر نہیں اٹھا سکیں گے ۔۔۔۔

ان سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ کیا پیغمبر اکرمؐ اور حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ سے بھی زیادہ آپ کی عزت ہے اگر معمولی طور پر شادی کرنے میں کسر شان ہے اور بے عزتی ہے تو ان عظیم ہستیوں نے ایسا کیوں کیا ؟ یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ رسولؐ ، علیؑ ، فاطمہ زہراؑ سارے انسانوں سے زیادہ با عزت و باشرف ہیں ، عزت و شرافت میں کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا ، اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ اور فاطمہ زہراؑ کی شادی خانہ آبادی بہت ہی سادہ طریقہ سے ہوتی ہے اور سارا مہر و جہیز ، گھر کا اثاثہ اور دلہن کے اخراجات حضرت علیؑ کی زرہ کی قیمت سے پورے ہوئے تھے آج کے سکۂ رائج الوقت کے سارے مخارج ۶۵۰۰ روپیہ میں پورے ہوئے تھے !!

جی ہاں صحیح ہے کہ ہم ان حضرات کی سی زندگی نہیں گزار سکتے لیکن کم سے کم ہمیں ان کی شبیہ تو بننا چاہیئے اور ہماری اور ان کی زندگی میں کچھ شباہت ہونی چاہیئے ورنہ ان کو اپنا نمونہ سمجھنے اور ان کی پیروی کرنے کے کیا معنی ہیں ؟ اگر ہم ان کے شیعہ ہونے کا دعویٰ کریں اور ہمارا کردار و اخلاق ان کے کردار و اخلاق سے مشابہ نہ ہو تو ہمارا دعویٰ جھوٹ اور ایک قسم کا نفاق ہوگا ۔

اسی طرح یہ بات بھی صحیح ہے کہ زندگی کا نہج بدل گیا ہے طرز بود و باش کہیں بلند ہو گیا ہے زمانہ بدل گیا ہے لیکن اسلامی و انسانی اقدار کے معیار ہرگز نہیں بدلے ہیں اور ہرگز نہیں بدلیں گے یعنی اسراف نہ کرنا سادگی اختیار کرنا

ایک دوسرے کی حرص وضد نہ کرنا اپنی جگہ باقی ہیں، معاشرہ جتنی بھی ترقی کرلے حلال محمد قیامت تک حلال ہے اور آپ کا حرام کیا ہوا قیامت تک حرام ہے

افسوس کہ یہ بے ہودہ رسم و رواج اور بے جا تکلفات ایسا اجتماعی ثقافتی مرض ہے جو کہ ہمارے اندر رچ بس گیا ہے اور اس کے سب ہی ذمہ دار ہیں،

محترم والدین اور پیارے بہن بھائیو! اچھی طرح سمجھ لو کہ تکلفات و تشریفات کی مثال تار عنکبوت کی سی ہے، آپ انھیں جتنی اہمیت دیں گے اسی تناسب سے مشکلات سے دوچار ہوں گے اور یہ آپ کے پیروں کی زنجیر بن جائیں گے اور موت کے دھانے پر پہنچا دیں گے اور جتنے کم ہوں گے اسی کے مطابق انسان کو آرام ملے گا۔

سادہ زیستی کا بہترین نمونہ

جس زمانہ میں حضرت سلمان۔ رضوان اللہ علیہ۔ مدائن کے گورنر تھے، اس زمانہ میں سیلاب آیا گھروں میں پانی بھر گیا لوگ سیلاب سے بچنے کے لئے اونچی جگہوں اور پہاڑوں پر چلے گئے، جن لوگوں کا سامان زیادہ تھا انھیں لے جانے میں بہت پریشانی ہوئی یہاں تک کہ بعض لوگوں نے سامان واثاثہ کے پیچھے جان دے دی۔

حضرت سلمان کے پاس بہت ہی مختصر اثاثہ، ایک قرآن، ایک تلوار، بچھانے کے لئے ایک گوسفند کی کھال اور ایک لوٹا تھا، انھیں آسانی سے اٹھا کر پہاڑ پر چلے گئے سبکبار اس طرح نجات پاتے ہیں اور جن کا بوجھ سنگین ہوتا ہے وہ ہلاک ہو جاتے ہیں!

کیا حرج ہے کہ ہم گراں قیمت قالین کے بجائے معمولی موکٹ بچھالیں؟!

اگر ہمارے گھر میں زرق و برق پردے آویزاں نہ ہوں گے تو کونسی قیامت آجائے گی؟ اگر ہم رنگ برنگے کھانے کے بجائے سادہ کھانا کھائیں گے تو کیا غضب ہوجائے گا؟ اگر شخصیت و عزت کا دار و مدار ان ہی تکلفات میں ہے تو ایسی شخصیت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

آپ (مومنوں کے امیر اور ساری دنیا کے پیشوا) حضرت علیؑ اور فاطمہ زہراؑ (تاریخ بشریت کی آزاد عورتوں کی سردار) کے خام اور سادہ گھر کا، کہ جس میں حسنؑ و حسینؑ اور زینبؑ کبریٰ۔ سلام اللہ علیہم۔ زندگی گزارتے تھے، معاویہ کے رنگ محل سے موازنہ کیجئے، آپ کی نظروں میں کونسا گھر بہتر ہے؟ شاہ لعین کے آراستہ و پیراستہ محلوں کا امام خمینیؒ کے چھوٹے اور سادہ گھر سے موازنہ کیجئے آپ کی نظروں میں کونسا گھر بہتر اور باقیمت ہے؟!

«راجِعُوا إلىٰ أنْفُسِكُمْ فَخاطِبُوها»:

اپنے نفسوں سے رجوع کرو اور انھیں اپنا مخاطب قرار دو (امام حسینؑ)

● ● ●

پس، شادی کی اقتصادی اور مالی مشکلات کا بہترین اور موثر ترین حل، اضافی اخراجات کو ختم کرنا اور تکلفات سے بچنا ہے۔

اے اللہ اس سلسلے میں جوانوں کی مدد فرما

دوسری مشکل

تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا

جائے مسرت ہے کہ آج کے جوان۔ زیادہ تر۔ تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھنا چاہتے ہیں، معمولی تعلیم کو کافی نہیں سمجھتے ہیں، لیکن اس بات پر توجہ رکھنا چاہئے کہ اس مثبت اور حسین فعل کے ساتھ کچھ منفی اور منفور چیزیں بھی ہوتی ہیں

افسوس کی بات ہے کہ ہمارے معاشرہ میں، اس پسندیدہ عمل کے سبب ناخوش گوار اور کبھی الیمہ وجود میں آجاتے ہیں اگرچہ تعلیمی سلسلے کو جاری رکھنے کی وجہ سے ایسا نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا سرچشمہ خود ہماری کج فہمی اور اشتباہات ہیں ہم نے سلسلۂ تعلیم ایسے کمال آفریں اور مفید مفہوم کو غلط لباس پہنا دیا ہے۔

اصل مشکل

علم کے بلند درجات پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ لڑکا، لڑکی ۲۵ سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ تک علم حاصل کرتا ہے اور شادی کرنے کو تعلیم کی

راہ میں رکاوٹ تصور کرتا ہے۔

مشکل کا تجزیہ

شادی کے سلسلے میں دوسرے موانع اور مشکلات کی طرح یہ مشکل بھی حقیقی نہیں ہے بلکہ مصنوعی اور خود ساختہ ہے چنانچہ اسے مکمل منصوبہ و پروگرام کے تحت برطرف کیا جا سکتا ہے بلکہ شادی کو علمی ترقی کا زینہ بنایا جا سکتا ہے۔

مقدمہ میں ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ مرد و عورت ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ ہیں، اور ہر کامیاب مرد کے ساتھ شائستہ عورت اور ہر سعادت مند و ترقی یافتہ عورت کے ساتھ لائق مرد رہا ہے یہی چیز تعلیمی سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے بھی مفید ہے چنانچہ بہت سے دانشور اپنی بیوی کی فداکاری اور تعاون سے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوئے ہیں۔

جناب فاطمہؑ کی رخصتی کے بعد پیغمبر اکرمؐ بیٹی اور داماد سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے اور داماد و دلہن کو مبارک باد پیش کی اور پھر حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے فرمایا: اپنی زوجہ کو کیسا پایا؟ داماد نے سر جھکا کر عرض کیا: خدا کی طاعت میں بہترین مددگار پایا، اس کے بعد یہی سوال فاطمہ زہراؑ سے کیا: انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو شوہر نے دیا تھا، اے اللہ اس خاندان پر اپنی رحمت نازل فرما۔ (آمین)

علم حاصل کرنا خدا کی بہترین عبادت اور اطاعت ہے اس سلسلے میں دونوں ہی ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کو سہارا دے سکتے ہیں، تشویق دلا سکتے ہیں دینی طلبہ کے بقول ایک دوسرے کے مباحث بن جائیں! شادی کی وجہ سے میاں، بیوی دونوں ہی کے افکار اور روح میں

توازن پیدا ہوجاتا ہے اور یہ چیز ان کے تعلیمی سلسلے کے لئے بہت کارآمد ہے۔

جو طلبہ یہ کہتے ہیں کہ سند حاصل کرنے تک صبر کرنا چاہئے اور پھر پیسہ کماکر اپنی فردی زندگی کو سنوارنا چاہیئے اس کے بعد شادی رچانا چاہئے انھیں اس اہم نکتہ پر بھی توجہ رکھنا چاہیے کہ شادی میں تاخیر کرنے سے ممکن ہے کہ وہ نفسیاتی یا جسمی مرض میں مبتلا ہو جائیں اور مذکورہ مراحل کو طے کرنے کے بعد وہ ہمہ اور صحت نہ رہے کہ جس پر کامیاب زندگی کی بنیاد رکھی جاسکے اور اس سے لذّت اندوز ہوسکیں؛

اس مشکل کو دینی طلبہ میں کم اہمیت دی جاتی ہے۔ بہت سے طلبہ۔ عام طور پر کی مالی حالت اسٹوڈینٹ (STUDENT) سے بہتر نہیں ہوتی پھر بھی وہ وقت پر شادی کرلیتے ہیں اور اپنی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھتے ہیں۔

اس مشکل کے حل کے بھی۔ اقتصادی و مالی مشکلات کی طرح۔ دو طریقے ہیں: ایک کوتاہ مدّت اور دوسرا دراز مدّت، دراز مدّت والا کہ جس کا تعلق قوم کے سرآوردہ افراد اور حکومت کے ذمہ دار و یونیورسٹی کے اساتذہ سے ہے ...

سردست اس سے ہماری بحث نہیں ہے، کوتاہ مدّت کو شروع کرتے ہیں جوکہ خود اسٹوڈینٹ (STUDENT) اور ماں رباپ سے متعلق ہے۔

راہ حل

① اس خیال کو ذہن سے نکالنا کہ شادی تحصیل علم میں مانع ہے

غور و فکر کے نتیجہ میں عمل وجود پذیر ہوتا ہے اگر ہم یہی طے کرلیں گے کہ تعلیمی سلسلے کے ساتھ شادی نہیں کی جاسکتی، یہ ہماری بنیادی مشکل ہے ہر چیز سے قبل اس چیز کو ذہن سے نکالنا چاہیے، اگر ہم نے اس فکر و خیال خام کو ذہن سے نکال دیا تو پھر ہمارے ذہن میں مناسب راہ حل آجائے گی اور اس مشکل کے لئے زمین ہموار ہوجائے گی۔

اس موضوع پر کوئی منطقی دلیل نہیں ہے کہ سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھنے میں شادی مانع ہے، بلکہ اس کے برخلاف صحیح ہے اگر شائستہ لڑکی سے شادی ہوجائے اور دونوں کفو ہوں تو تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے بہترین سبب ہوگا اور مرد بیوی کی مدد سے علم کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جائے گا، یہ چیز ہم نے بعض دینی طلباء اور کچھ دوسرے علوم کے اسٹوڈینٹ (STUDENT) کی زندگی میں ملاحظہ کی ہے۔

ہاں اگر طلبہ کا شریکِ زندگی (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، کسی بھی شعبہ سے متعلق ہو) اس کے مزاج کے موافق نہ ہوگا، اور دونوں میں فکر و عقائد کے اعتبار سے ہم آہنگی نہ ہوگی اور دونوں میں نہیں بنے گی تو یقیناً مشکلات کھڑی ہوں گی اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اس کو بھی شریک حیات کے انتخاب میں غور و فکر اور آئندہ بیان ہونے والے معیاروں کے ذریعہ حل کیا جاسکتا ہے۔

۲ شرعی و قانونی منگنی

طلبہ و (STUDENT) لڑکا، لڑکی سادہ و کم خرچ مقدمات کے ذریعہ منگنی اور شرعی عقد کرسکتے ہیں اور سرکاری طور پر ایک دوسرے کے شریک حیات بن سکتے ہیں اور عرفی شادی میں تاخیر کرسکتے ہیں، ایک دوسرے کے پاس آمد و رفت، بیٹھنا اٹھنا رکھیں اور تعلیمی سلسلہ کو بھی جاری رکھیں اور مناسب

وقت پر رخصتی وعرفی شادی کرلیں اس صورت میں وہ مجرّد اور کنوارپن کے انحرافات ونقصانات سے محفوظ رہیں گے اور ازدواجی زندگی سے سکون بھی حاصل کریں گے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ: اگر لڑکے، لڑکی کی منگنی ہوجاتی ہے تو پھر تعلیم کی طرف ان کی توجہ نہیں رہتی پھر کلاس میں نہیں جاتے، تو یہ اشتباہ ہے کیوں کہ اس سے ان کے ذہن سے پراگندہ افکار نکل جاتے ہیں، دوسری جگہوں سے ان کی نظریں ہٹ جاتی ہیں اور صرف ایک دوسرے کی توجہ کا مرکز میاں بیوی بن جاتے ہیں، دوسری طرف وہ اپنی مستقبل کی زندگی کا بخوبی احساس کرنے لگتے ہیں، نتیجہ میں وہ دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں تاکہ اپنی ازدواجی زندگی کو بہتر طریقے سے گزاریں اور مستقل زندگی کا آغاز کریں۔

ہاں منگنی اور رخصتی سے قبل نکاح کے اخراجات میں اسراف کرکے لڑکے، لڑکی کی پریشانی میں اضافہ نہ کریں اگر محفل عقد و منگنی بھی منعقد کرنا چاہتے ہیں تو اسے زیادہ خرچ سے بچتے ہوئے سادہ طور پر منائیں۔

والدین کو بھی نوجوانوں کی مدد کرنا چاہیے ان کی زندگی کو ڈگر پر لگانے کی کوشش کرنا چاہیے اور ان کے کندھوں پر اخراجات کا بار نہ لادنا چاہیے اور رسم ورواج کے عنوان سے ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں کھڑی کرنا چاہیے۔

۳ لڑکے، لڑکیوں کے لئے والدین کی مدد

ماں، باپ طلبہ اور (STUDENT) کی شادی میں بہترین کردار ادا کرسکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ بچوں کی مدد کریں تاکہ وہ اپنے تعلیمی سلسلہ کو بھی جاری رکھیں اور شادی بھی کرلیں اور ازدواجی زندگی سے بہرہ مند ہوں، کنوارپن کے

نقصانات سے محفوظ رہیں، یہ کام اس طرح ہو سکتا ہے کہ لڑکے، لڑکی کے والدین سنجیدگی سے سوچیں کہ ہم اس وقت اس لڑکے یا لڑکی کے اخراجات برداشت کر رہے ہیں کیا حرج ہے کہ ہم اس کی شادی کر کے اور چند سال اس کے اخراجات برداشت کریں تاکہ وہ اپنی تعلیم بھی مکمل کر لے اور خود کفیل ہو کے ہم سے الگ مستقل زندگی گزارے؛ اگر چند سال تک کنوارے رہیں گے تب بھی ان کے اخراجات ہم ہی کو برداشت کرنا پڑیں گے بہتر ہے اس کی شادی کر دیں اور چند سال تک اسی طرح اخراجات برداشت کرتے رہیں یہ شادی نہ ہونے اور تنہا رہنے سے بہتر ہے اس دوران ہمارے نور چشم زندگی کی بہار "شادی" سے بہرہ مند ہوں گے ورنہ۔ خدانخواستہ۔ روحی و جسمی مرض میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اگر والدین اسی نہج سے سوچیں گے تو ضرور صحیح نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔

لڑکا، لڑکی جس حادثہ سے بھی دوچار ہوتے ہیں، اس سے براہ راست والدین بھی متاثر ہوتے ہیں اور وہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ اسی طرح ان کی کامیابی میں بھی والدین کی سرخ روئی اور سربلندی ہے کتنا اچھا ہو کہ وہ خدا کی خوشنودی اور بچوں کی سعادت و ترقی۔ اپنی سرفرازی۔ کی خاطر اس سلسلہ میں بچوں کی مدد کریں۔

ماں، باپ اپنے بڑے، لڑکے، لڑکیوں کے ساتھ بیٹھیں آپس میں گفتگو کریں ایک متفق علیہ و مشترک پروگرام بنائیں اور ایک دوسرے کے تعاون سے اپنے بچوں کے لئے کامیاب زندگی کی زمین ہموار کریں تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ کامیاب و خوش گوار زندگی گزاریں اور اپنی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھیں اس نیک کام پر خدا نے بہت بڑی جزا مقرر کی ہے، اتنا زیادہ ثواب ہے

کہ قلم اسے لکھنے سے قاصر ہے۔

④ طالب علمی کے زمانہ میں شادی ہونے سے ایک مشکل بچّہ کی ولادت بھی ہے اس سلسلے میں محتاط رہنا چاہیئے۔

اس مشکل کا آسان حل یہ ہے کہ تعلیمی سلسلے کے اختتام تک دونوں توافق کرلیں اور بچّہ کی پیدائش کو موقوف رکھیں، اس کے علاوہ بچّے پیدا نہ کرنے کے اور بھی مشروع اور صحیح طریقے ہیں
یہ بھی ایسی مشکل نہیں ہے جو طالب علمی کے زمانہ میں شادی کے لئے مانع ہو۔

⑤ قناعت

قناعت ختم نہ ہونے والا خزانہ[1] اور سب کے لئے مضبوط قلعہ ہے خصوصاً شادی شدہ (STUDENT) کے لئے۔
طلبہ اور (STUDENT) جو کہ جہالت و خرافات سے خود کو اور دوسروں کو نجات دلانے کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ انھیں خود جاہلیت والی رسم اور خلاف عقل والی باتوں کا مرتکب نہیں ہونا چاہیئے۔
میرے جوان بہن، بھائی! دانشوروں اور کامیاب لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ ان میں سے اکثر قناعت پسند اور سادہ زندگی گزارتے تھے، یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان فضول خرچی اور وضع و قطع کو اہمیت دے اور علم و

---

[1] "القناعة مالٌ لاینفدُ"، نہج البلاغہ صبحی صالح حکمت، ۵۷۔

تحقیق کے اعلیٰ مراتب پر بھی فائز ہو جائے کیوں کہ۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ تشریفات و تکلفات کی مثال تارِ عنکبوت کی سی ہے یہ انسان کو اسیر بنا لیتے ہیں اور ترقی و کامیابی کی راہ میں مانع ہو جاتے ہیں لہٰذا ان پر عمل کر کے اپنی زندگی کو اپنے لئے وبال نہ بنایئے۔

⑥ ایک دوسرے کے کام میں ہاتھ بٹانا

جب میاں، بیوی دونوں ہی تحصیل میں مشغول ہوں اس وقت گھر کے کاموں کو مشترک طور پر انجام دینا چاہیئے اور ایک دوسرے پر کسی کام کو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

خداوند عالم نے اس میاں بیوی کے لئے بہت بڑا اجر مقرر کیا ہے جو کہ زندگی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، گھریلو کاموں کو مشترک طور پر انجام دینے سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے، اور انسیت بڑھتی ہے۔

اسی طرح وہ زن و شوہر بھی جو کہ طلبہ ہوں وہ علمی اور درسی امور میں بھی اچھی طرح ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں، یہ ازدواجی زندگی کتنی لذت بخش اور ترقی دینے والی ہے کہ اس کے دونوں ارکان کا ایک مقصد اور ایک سفر ہے دونوں ایک دوسرے کے معاون و مباحث بنیں۔

والدین سے گزارش

اس حساس زمانہ میں جب بھی پیغام و شادی کی بات آتی ہے تو والدین۔ خصوصاً لڑکی کے ماں باپ۔ کہتے ہیں ابھی بچی ہے، پڑھنا چاہتی ہے، شادی کے قابل نہیں ہے۔

محترم والدین! آپ کی یہ بات عقل اور اسلام کے سراسر خلاف ہے یہاں تک کہ آپ کی اولاد کے فکر وضمیر کے خلاف ہے کیا آپ اپنی جوانی کا زمانہ بھول گئے ہیں؟! کبھی آپ بھی اس عمر سے گزر رہے تھے، کیا آپ شریکِ حیات کے خواہش مند نہ تھے؟! اصولی طور پر آپ کو وہ زمانہ یاد ہوگا، اسے نہیں بھولنا چاہیے، تو پھر ان جوانوں کی شادی کی کیوں مخالفت کرتے ہیں؟ آپ جانتے ہیں کہ جو نقصان انھیں پہنچے گا وہ براہ راست آپ کو بھی متاثر کرے گا؟

ہوشیار رہیئے آپ کے بچے خصوصاً لڑکیاں آپ کے سامنے لب کشائی کرتی ہوئی شرماتی ہیں صاف طور پر نہیں کہہ سکتیں کہ میں شادی کرنا چاہتی ہوں ممکن ہے۔ ظاہراً وہ نہیں نہیں کہے گی۔ لیکن ان کے اندر ایک ہیجان برپا ہے، ان کی راہ میں مشکلات کھڑی نہ کیجئے، بہانہ بازی سے کام نہ لیجئے، اپنی خواہش پر انھیں قربان نہ کیجئے۔ یہ آپ کا احترام و عزت باقی رکھے ہوئے ہیں کچھ نہیں کہتے لیکن انھیں ان سختیوں اور بہانے بازیوں سے تکلیف ہوتی ہے اس سے ان کے دلوں میں آپ کی طرف سے نفرت و کینہ بھر جائے گا، ان کی مدد کیجئے، تاکہ جوانی کے زمانہ میں شادی کرلیں، زندگی کی بہار سے بھی فائدہ اٹھائیں اور تعلیم بھی جاری رکھیں۔

تیسری مشکل

شریک حیات کا انتخاب

شادی کے سلسلے میں جوانوں اور نوجوانوں کے سامنے ایک مشکل شریکِ حیات کا انتخاب ہے یعنی لڑکا، لڑکی یہ نہیں جانتے کہ کس معیار و صفات اور خصوصیات کے مالک سے شادی کریں۔

یہ مشکل حقیقی ہے اہمیت کی حامل ہے، اس کی تردید نہیں کی جاسکتی یہ ایسا اہم مسئلہ ہے جو سارے جوانوں اور نوجوانوں کو درپیش ہے اور جیساکہ مقدمہ میں بیان ہوچکا ہے اس مسئلہ میں ان کی مدد کرنا چاہیئے اگر اس موضوع پر سنجیدگی سے غور نہ کیا گیا تو مستقبل کی زندگی میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کہ ان میں سے بعض کا علاج نہیں ہوسکے گا۔

راہ حل

میرے جوان بہن بھائیو! آپ پریشان نہ ہوں، آنے والی فصل میں

ہم اس موضوع پر سیر حاصل بحث کریں گے اور اس مشکل کا حل اسی فصل میں پیش کریں گے۔ انشاء اللہ۔ ان بحثوں کا اصلی مقصد اسی مشکل کا حل پیش کرنا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ اس کتاب کو لکھنے کا اصل محرک اسی مشکل کا حل پیش کرنا ہے۔

چوتھی مشکل

بزرگوں کے اعتراض اور اختراع اندازی

اولاد پر والدین کی اطاعت واجب ہے یہ خدا کے اہم واجبات میں سے ایک ہے، ماں، باپ کو تکلیف و رنج پہنچانا، نافرمانی کرنا اور اطاعت نہ کرنا حرام ہے جو کہ بہت بڑا گناہ ہے،

ماں، باپ کے تجربات کا دامن وسیع ہے، وہ اپنی اولاد کی فلاح و بہتری چاہتے ہیں، وہ جو کچھ بھی بچوں کے لئے انجام دیتے ہیں، سوچتے ہیں یا کوئی کام کرتے ہیں اس کا محرک یہی فلاح و بہتری اور بے پناہ محبت ہوتی ہے اولاد کے لئے دنیا میں والدین سے بڑا کوئی خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔

نوجوان اور جوان لڑکے، لڑکیوں پر واجب ہے کہ وہ والدین کی خیر خواہی اور ان کی صواب دید کو مدّ نظر رکھیں اور ان کے تجربات سے فائدہ حاصل کریں، ممکن ہے جو چیز والدین پتھر کے اندر دیکھ رہے ہوں اسے جوان اولاد آئینہ کے اندر بھی نہ دیکھ سکے۔

یہ چیزیں اپنی جگہ مسلّم ہیں۔

لیکن۔افسوس۔بعض والدین اور بزرگ افراد ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو یا تو اپنی ہٹ دھرمی و تکبر کی بنا پر یا جہالت و نادانی کی وجہ سے اپنے نونہالوں ہی کی جڑ پر آرا چلاتے ہیں۔اور شرع و عقل کے سراسر خلاف بہانوں، ہٹ دھرمی اور اپنے اختیارات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں، اولاد کی راہ میں مشکلات کھڑی کرتے ہیں اور ان کی بربادیوں کے سامان فراہم کرتے ہیں ایسے ہی لوگ،، شریکِ حیات کے انتخاب میں بھی جوانوں اور نوجوانوں کے لئے بہت سی مشکلات ایجاد کرتے ہیں اور کبھی تو انھیں ایک مدت کے لئے پریشانیوں میں مبتلا کر دیتے ہیں، مثلاً اپنا غلط و رکیک نظریہ اپنے بیٹے بیٹیوں پر تحمیل کرتے ہیں اور انھیں اس لڑکے یا لڑکی سے شادی کرنے پر مجبور کرتے ہیں جسے خود ماں باپ نے پسند فرمایا ہے، خواہ اسے اولاد پسند کرے یا نہ کرے، ماں، باپ پیغام دینے والوں کو اپنے افکار و نظریات کے پر تولتے ہیں، جس کو چاہتے ہیں قبول کرتے ہیں جس کو چاہتے ہیں ٹھکرا دیتے ہیں، جب ان کے بیٹے کے لئے کسی شائستہ لڑکی کا رشتہ پیش کیا جاتا ہے تو بے جا مطالبات اور مختلف بہانوں سے شادی میں رخنہ اندازی کرتے ہیں،

ایک افسوس ناک واقعہ

چند ماہ قبل میں ایک شہر میں تبلیغ کے سلسلہ میں گیا تھا جس خاندان کا میں مہمان تھا۔ایک روز ان سے زندگی اور اس کے مسائل سے متعلق گفتگو ہو رہی تھی، یہاں تک کہ ان کے لڑکے، لڑکیوں کے بارے میں بات نکل آئی ان کی ایک ۲۳ سالہ جوان لڑکی کے متعلق میں نے معلوم کیا کہ اس کی شادی کی یا نہیں؟ کہنے لگے ابھی قسمت نہیں لڑی ہے! میں نے کہا اس کے کیا معنیٰ ہیں

کہنے لگے ابھی کسی ایسے لڑکے کی طرف سے پیغام نہیں آیا ہے جس کو ہم پسند کرتے ہوں!

میں نے کہا: آنے والے پیغامات کو آپ نہیں پسند کرتے تھے یا لڑکی بھی پسند نہیں کرتی تھی؟ وہ جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ دوسرے کمرے سے لڑکی روتی ہوئی آئی اور کہنے لگی: قبلہ حقیقت یہ نہیں ہے جو یہ کہہ رہے ہیں بلکہ ابھی تک میرے لئے کئی مناسب اور اچھے لڑکوں کی طرف سے پیغامات آئے لیکن میرے ماں، باپ اور بھائی نے انھیں ٹھکرا دیا اور مجھ سے مشورہ تک نہیں کیا مجھے اس کی بعد میں اطلاع ملی......

اس کے بعد لڑکی نے ان لڑکوں کے نام شمار کرائے جن کی طرف سے پیغام آئے تھے۔ خواستگاروں میں سے ایک کو میں بھی جانتا تھا وہ شریف اور نیک سرشت لڑکا تھا، میں نے لڑکی کے ماں، باپ کو مخاطب کر کے کہا خواستگاروں میں سے ایک کو میں بھی جانتا ہوں وہ تو نہایت ہی شریف اور مناسب لڑکا ہے، آپ نے اس کا پیغام کیوں رد کر دیا؟ جب آپ ان کی خواستگاری کو رد کرنا چاہتے تھے اس وقت لڑکی سے کیوں مشورہ نہیں کیا تھا؟ میری باتوں سے ان کا سر جھک گیا اور کہنے لگے آپ کی بات صحیح ہے لیکن قسمت میں نہیں تھا۔ مجھے بہت افسوس ہوا لیکن اب کچھ نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اس لڑکے کی شادی ہو چکی ہے۔

یہ لڑکی بھی نفسیاتی اور اعصابی مرض میں مبتلا ہو گئی ہے اور جوانی کی کثر خصوصیتیں ختم ہو چکی ہیں، اب اس شریف و نیک لڑکے جیسے رشتے اس کے لئے نہیں آتے، کہ عمر زیادہ ہو گئی ہے، مرض میں بھی مبتلا ہو گئی ہے، اور کشش و خصوصیت بھی ختم ہو گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے اس لڑکی کے والدین اور بھائی نے اس پر ظلم کیا ہے، ایسے ہی اور بہت سے ماں، باپ، بڑے بہن بھائی ہیں جو کہ نوجوانوں کی زندگی سے کھیلتے ہیں اور اس طرح نونہالوں کو صدمہ پہنچاتے ہیں یہ لوگ خدا کو کیا جواب دیں گے؟ کیا ان کا ضمیر انھیں ملامت نہیں کرتا؟

اے اللہ! ایسے مظلوم نوجوانوں کا تیرے سوا کوئی نہیں ہے ان کی مدد فرما:

ایک عجیب قصہ

میں ٹیکسی کے انتظار میں سڑک کے کنارے کھڑا تھا، ایک چمچماتی اور نئے ماڈل کی کار اچانک میرے پاس آکے رُکی، موٹر کار میں بیٹھے ہوئے جوان نے سوار ہونے کی دعوت دی، مجھے بہت تعجب ہوا کیوں کہ ایسی موٹر کار والے بہت کم کسی کو سوار کرتے اور ان کی منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں! بہر حال میں سوار ہو گیا، ڈرائیور ۲۷ یا ۲۸ سالہ جوان تھا۔ سلام اور مزاج پرسی کے بعد اس نے کہا.. میرے سامنے ایک مشکل ہے اس کا حل میں آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں! میں نے کہا: بتائیے کیا ہے؟ کہنے لگا جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میری اچھی خاصی عمر گزر چکی ہے لیکن ابھی تک غیر شادی شدہ ہوں۔ میں نے کئی لڑکیوں کو اپنی شریک حیات کے عنوان سے منتخب کیا اور اس کا اظہار بھی کیا لیکن والدین نے ہر بار میری مخالفت کی اور مختلف بہانے بنا کر شادی نہیں ہونے دی ادھر چند روز قبل میں نے ایک اور لڑکی پسند کی ہے وہ ہر لحاظ سے مناسب اور موزوں ہے لیکن اس مرتبہ والدین نے نہایت ہی اوچھا بہانہ تراشا ہے، نہایت مضحکہ خیز بہانہ بنا کر شادی میں مانع ہو گئے ہیں.... اب ان کے ساتھ میں کیا سلوک کروں؟ ابھی تک تو ان کی اطاعت واحترام کرتا رہا ہوں، ان کا حکم مانتا ہوں لیکن اس مرتبہ تو

پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے کیوں کہ لڑکی بہت اچھی اور شریف و تعلیم یافتہ ہے ، دوسری طرف والدین کا بہانہ نامعقول ہے......

میں نے کہا: اس کی وضاحت کیجئے دیکھوں آپ کے ماں ، باپ نے کیا بہانہ بنایا ہے اور لڑکی کے خصوصیات کیا ہیں ؟

اس نے کہا: میں چند ماہ قبل فارغ التحصیل ہوا ہوں ، انجینیر ہوں اور ہر طریقہ سے شادی کے لئے تیار ہوں ، اب شریک حیات کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہوں جس لڑکی کو میں نے اپنی ہمسری کے لئے منتخب کیا ہے وہ بھی پڑھی لکھی ہے ہم نے ایک دوسرے کو ہر طرح سے پسند کر لیا ہے اور ہماری شادی میں کوئی معقول مشکل حائل نہیں ہے ہاں ایک مشکل حائل ہے اور وہ ہے ایک چھوٹا سا کمرہ۔

میں نے کہا: یعنی چہ ؟ میں نہیں سمجھ سکا۔

اس نے کہا: ہمارا گھر بہترین محلہ میں واقع ہے ، ہمارے گھر کا دروازہ ایک بڑے پارک میں کھلتا ہے (اس نے اس محلہ اور پارک کا نام بتایا) لیکن اس لڑکی کے والدین کا گھر ایک چھوٹا سا کمرہ ہے ہمارے خاندان والے کہتے ہیں ہمارے لئے یہ ذلت کا باعث ہے کہ اس تنگ و تاریک کمرہ میں آمد و رفت کریں اس میں ہماری بے عزتی ہے کہ ہم وہاں اپنے مہمانوں کو لے جائیں ، ان کی نظروں میں ہماری عزت ہے ، ایک جرم ہے ، انھیں اس کوچہ اور کمرہ میں لے جائیں !!

مجھے بہت تعجب ہوا ، میں نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ اس دنیا میں ایسے بھی آدمی پیدا ہوتے ہیں !

میں نے جوان سے کہا : یعنی میں اس بات کو تسلیم کر لوں کہ آپ کے والدین اور خاندان والے ایسے ہی ہیں ؟ کیا آپ کے خاندان والے لڑکی والوں کا گھر خریدنا چاہتے ہیں جو اس کے کوچہ پر اعتراض کرتے ہیں ؟ میں نے ابھی تک نہ ایسا بہانہ

سنا تھا نہ دیکھا۔

اس نے کہا: جی ہاں ایسا ہی ہے، اب تو آپ نے سن لیا اور دیکھ لیا ہے، اب میرا کیا فریضہ ہے؟ ان کے ساتھ کیا سلوک کروں؟

میں نے کہا: اگر ایسا ہی ہے اور ان کا بہانہ یہی جو آپ نے بیان کیا ہے تو ان کے باطل اور غیر شرعی نظریات کی قطعی پابندی نہ کرو اور اس سلسلے میں والدین کی اطاعت کرنا تمہارے اوپر واجب نہیں ہے، خاندان والوں کی اطاعت تو نہ پہلے واجب تھی اور نہ کبھی واجب ہوگی، اگر تم اس بات سے مطمئن ہو کہ وہ لڑکی نیک سیرت اور موزوں ہے اور ایک دوسرے کے کفو ہو تو ضرور شادی کرلو.....

اس کے علاوہ کچھ اور گفتگو ہوئی جو عنقریب اسی حصہ میں بیان ہوگی۔

ایک درد بھرا خط

آیت اللہ ابراہیم امینی نے اپنی کتاب "انتخاب ہمسر" میں کالج میں پڑھنے والی لڑکی کا خط نقل کیا ہے ہم بھی اسے یہاں من وعن نقل کر رہے ہیں۔

دوشیزہ..... اپنے خط میں لکھتی ہے!

میں ایک کالج کی (STUDENT) ہوں اور زندگی کے اس موڑ پر پہنچ چکی ہوں کہ میرے بہت سے پیغام آئے لیکن ہر بار ماں، باپ شادی میں مانع ہوئے البتہ آپ یہ خیال نہ کریں کہ پیغام دینے والوں میں کوئی کمی تھی ہرگز نہیں بلکہ میرے والدین ایسی دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ جن سے میری کبھی شادی نہیں ہو سکے گی جب کہ یہ لوگ مومن اور اجتماعی لحاظ سے وضع دار تھے، جب کوئی خواستگاری کے لئے آتا تھا

والدین اس کے سوال سے پہلے ہی منع کر دیتے تھے اب تو انکار کرنا ان کا تکیہ کلام بن گیا ہے، یہاں تک کہ وہ اس سلسلے میں مجھ سے بھی مشورہ نہیں کرتے، امید ہے کہ والدین کم از کم مجھ سے بھی مشورہ کریں گے اور مستقبل کی زندگی کے بارے میں سوچنے کی اجازت دیں گے مجھے یہ کہنا چاہئے کہ میں دلی طور پر ان سے نالاں ہوں کیوں کہ میں اچھی طرح دیکھ رہی ہوں کہ انہوں نے میرا مستقبل نامعلوم اور تاریک بنا دیا ہے۔ بھی میں اپنے دل میں ان سے بیزاری کا احساس کرتی ہوں کیوں کہ وہ میری شادی ایسے افراد سے کریں گے جو کہ میری زندگی میں کوئی کردار ادا نہیں کرسکیں گے۔

آپ کی بہن ..... [1]

کیا، کیا جائے

عقل مند و فہیم اور خیر اندیش والدین۔ ماشاء اللہ بہت سے ہیں۔ کے بارے میں تو لڑکے، لڑکیوں کا فریضہ واضح ہے اور بیان ہو چکا ہے کہ: ہمیشہ ان کا احترام کریں ان کی نصیحتوں کو غور سے سنیں اور ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں، لیکن بیوقوف، بہانے باز، ہٹ دھرم۔ جن کی تعداد بہت کم ہے۔ والدین سے متعلق لڑکے لڑکی کا کیا فریضہ ہے؟ وہ کیا کریں کہ جس سے ان کی شادی میں بھی تاخیر نہ ہو اور ان کے من پسند شریک حیات سے نکاح بھی

---

[1] کتاب، انتخاب ہمسر ص۱۵۶ و ص۱۵۷ ناشر سازمان تبلیغات اسلامی۔ طبع اول

ہو جائے، ان کی راہ کے موانع بھی ہٹ جائیں اور لڑائی بھی نہ ہو یا کم سے کم ہو؟

جواب

اس مشکل کے حل کے بھی۔ دوسری مشکلات کی طرح۔ دو طریقے ہیں، ایک کوتاہ مدت دوسرا طویل مدت ہے۔

طویل مدت والا حل دانشوروں، معلمین، اصلاح گروں سے مربوط ہے انھیں معاشرہ کے اخلاق و عقائد کی اصلاح کرنی چاہیئے تاکہ ہر شخص اپنا فریضہ سمجھ لے اور اس کے مطابق عمل کرے، بجائے خود ان مسائل کی تحقیق ہونا چاہئے۔

سر دست ہماری بحث کوتاہ مدت والے حل سے ہے ملاحظہ فرمائیں۔

راہ حل

① رخنہ اندازی کرنے والوں سے براہ راست گفتگو

اگر جوانوں کے مسائل میں رخنہ پیدا کیا جائے، بہانے بازی سے کام لیا جائے اور جوان یہ سمجھ جائیں کہ اعتراض کرنے والے حق پر نہیں ہیں تو پہلے ان سے براہ راست گفتگو کریں ایسے موقع پر شرم و حیا کو جھٹک دیں اور احترام و ادب کے ساتھ کہیں:

ہم شادی کرنا چاہتے ہیں، آپ ہمارے بزرگ ہیں، اس سلسلے میں ہماری مدد کیجئے اور ہماری کامیابی کی راہ میں رخنہ اندازی نہ کیجئے آپ کا احترام ہمارے اوپر واجب ہے، ہم اس واجب کی رعایت کرتے ہیں؟

اس حساس و نازک موقع پر ہماری مدد کرنا بھی آپ پر واجب ہے تاکہ ہم اپنی زندگی صحیح پایوں پر استوار کرسکیں۔ بعرض معذرت۔ آپ کا فلاں اعتراض صحیح نہیں ہے! جن تشریفاتی رسم و رواج کا آپ تذکرہ کرتے ہیں وہ عقل و اسلام کے معیاروں سے جدا ہیں مہربانی فرماکر ایسا کام نہ کیجئے کہ ہم آپ کے حکم کے خلاف عمل کرنے پر مجبور ہوجائیں و۔۔۔۔۔ [1]

ایسی گفتگو اور اس طرح احترام و متانت کے ساتھ مسائل پیش کرنے سے بہت سے امور کی اصلاح ہوسکتی ہے،

۲) کسی کو واسطہ بنائیں

اگر براہ راست اور بالمشافہہ گفتگو کا کوئی اثر نہ ہو۔ یا شرم و حیا کی وجہ سے ان سے گفتگو نہیں کرسکتے۔ اور وہ اپنے غلط فیصلوں کو تحمیل کرنا چاہتے ہیں تو ایسے افراد کو واسطہ و ذریعہ بنائیں والدین جن کی بات مانتے ہیں، اور ان کے سامنے اپنے مسائل بیان کریں اور ان سے گزارش کریں کہ وہ ان بہانہ باز افراد سے گفتگو کریں اور مخالفت سے منع کریں یہ کام بھی بہت مؤثر ثابت ہوسکتا ہے۔

چند نمونے

ایک لڑکی پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوئی اور عرض کی: اے

---

[1] میں پھر تاکید کرتا ہوں کہ والدین کے باطل اور ناحق ہونے کے سلسلے میں یقین و اطمینان حاصل ہونا چاہئے۔

اللہ کے رسولؐ میرے والد میرے چچازاد بھائی سے میری شادی کرنا چاہتے ہیں، میں راضی نہیں ہوں اور اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی.....

پیغمبر اکرمؐ نے پہلے تو۔ باپ کے احترام کی خاطر۔ نصیحت کی اور فرمایا: اگر ہوسکے تو اپنے والد کی بات مان لو۔

لڑکی نے کہا: مجھے اپنے چچازاد بھائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میں اسے اپنا شوہر نہیں بنا سکتی۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: تمہیں اختیار ہے خواہ قبول کرو یا رد کردو۔

اس وقت لڑکی نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ میں اب اپنے چچازاد بھائی سے شادی کرنے پر تیار ہوں میں چاہتی تھی کہ یہ بات دوسرے والدین کو معلوم ہوجائے کہ وہ اپنی لڑکی کا زبردستی اس لڑکے سے نکاح نہیں کرسکتے جس سے لڑکی راضی نہ ہو۔[1]

"قابل تحسین و داد ہے یہ شجاع و فہمیدہ لڑکی۔"

اس بہترین واسطہ کو، اپنے عزیزوں (چچا، ماموں، دادی (نانی)، پھوپھی، خالہ، علماء، پیش امام، امام جمعہ اور اساتذہ وغیرہ میں سے منتخب کیا جاسکتا ہے)

دوسرا نمونہ

ہمارے دوست کہ جن کا ہم نے فرضی نام احمد رکھا ہے۔ کی شادی اور شریک حیات کے انتخاب کے سلسلہ میں ان کے والد مانع ہوئے اس نے لاکھ کوشش کی کہ والد صاحب اپنی ہٹ دھرمی سے باز آجائیں لیکن وہاں تو ہی

---

(۱) نقل بہ مضمون

مردکی ایک زبان تھی اس سلسلے میں لڑکے نے اس مجتہد سے رجوع کیا جو کہ اجتماعی وخانوادگی امور اور شادی کے مسائل سے آگاہ تھے اور احمد کے والد بھی ان سے عقیدت رکھتے اور ان کی بات کو حجت سمجھتے تھے۔ احمد نے کھل کر ساری باتیں بتادیں۔ قبلہ نے احمد کے والد کو بلایا اور اس موضوع پر ان سے بات کی، جس وقت وہ واپس پلٹے، ان کی آنکھیں اشک آلود تھیں،۔ احمد کمرہ سے باہر نتیجہ کا منتظر تھا۔ والد نے احمد سے کہا! بیٹے مجھے معاف کردو! میں اب سمجھا کہ تمہاری شادی کے سلسلے میں مجھ سے اشتباہ ہوگیا تھا اور قریب تھا کہ تمہاری زندگی کو ناکام بنادوں.....

ایک دلچسپ قصہ

۱۹۹۱ء کے روزنامہ "رسالت" کے صفحہ پانچ (ص۵) پر "زندگی کی ڈائری سے ایک صفحہ" کے عنوان سے، عبداللہ پرہیز گار کا ایک بہترین مضمون شائع ہوا تھا ہم افادیت کے پیش نظر اسے من وعن نقل کر رہے ہیں۔

زندگی کی ڈائری سے ایک صفحہ

چچا کی لڑکی

روزنامہ "اطلاعات" کی انفارمیشن سے مجھے اطلاع دی گئی کہ ایک شخص آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے، میں انفارمیشن پر پہونچا تو انفارمیشن انچارج نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا، تعارف ومزاج پرسی کے بعد میں

میں انھیں کمرہ میں لے گیا، مجھے اس کے چہرہ پر عجیب کرب و اضطراب کے آثار نظر آئے اور یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہ ہوئی کہ موصوف کسی مشکل میں مبتلا ہیں میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

میں آپ کی مشکل سننے کے لئے تیار ہوں۔

جناب میری مشکل عجیب و غریب مشکل ہے!....

کس نوعیت کی مشکل ہے؟

میرے ایک چچا ہیں، مالی و اقتصادی اعتبار سے اچھی پوزیشن کے مالک ہیں ان کی اکلوتی بیٹی ہے جو کہ ہائی سکنڈری کے آخری سال میں پڑھ رہی ہے میرے والد اور چچا نے یہ طے کیا ہے کہ اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیا جائے گا ان دونوں کی گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ یہ مال و متال کسی اجنبی اور غیر کے پاس نہ جائے لیکن مجھے وہ لڑکی قطعی پسند نہیں ہے، میں اسے اپنی شریکِ حیات نہیں بنا سکتا! مگر اس وقت میرا ذہن کام نہیں کر رہا ہے! کیا کروں؟

آپ کی کیا تعلیم ہے؟

میں نے الکٹرانک سے ڈپلوما کیا ہے اور اس وقت سرکاری ملازم ہوں میرے ایک دوست نے یہ مشورہ دیا کہ میں آپ سے رجوع کروں اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں دیکھوں آپ میری کیا مدد کرتے ہیں؟

پیارے دوست آپ نے ہمارے اوپر اعتماد کیا، شکریہ، لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی چچا زاد بہن کو

کیوں پسند نہیں کرتے؟

پرہیزگار صاحب: حقیقت یہ ہے کہ میرے چچا کا خاندان اور کسی حد تک میرے والد پیسہ کو ہر چیز کا معیار سمجھتے ہیں، ان کے برخلاف میرا یہ نظریہ نہیں ہے، میں نہیں چاہتا کہ کل چچا اور ان کی بیٹی کے طعنے سنوں اگرچہ میں یہ جانتا ہوں کہ اس شادی کے ذریعہ میں بڑا مالدار بن جاؤں گا لیکن میں اپنے نظریہ کو خواہشات اور غیر منطقی چیزوں پر فدا نہیں کر سکتا.....

وہ جوان انسانی اقدار سے متعلق گفتگو کر رہا تھا، خود کو پیسوں پر فروخت کر کے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا،

وہ بغیر کسی مادی محرک کے اپنی من پسند لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا اس کا نظریہ قابل ستائش و تحسین تھا اور اس سے یہ اندازہ ہوا کہ اب بھی یہ امید رکھی جا سکتی ہے کہ دنیا میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو، انسانیت، معنویت اور باطنی صفا کو کسی بھی مادی چیز کے برابر نہیں سمجھتے ہیں میں نے اسے مخاطب کر کے کہا:

پیارے دوست؟ میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ آپ اتنے بلند افکار و خیالات کے مالک ہیں اور بہترین راستہ یہی ہے کہ آپ کسی بھی شرط پر اس تحمیلی شادی کو قبول نہ کریں۔

آپ ہی بتائیے والد صاحب کے دباؤ کا کیا علاج ہے؟

آپ ان تمام مسائل کو بلا جھجک اور پردہ پوشی کے بغیر اپنے والد کے سامنے رکھیئے، اپنے والد کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کیجئے کہ شادی ایک اختیاری امر ہے، اسے کوئی شخص بھی تحمیل نہیں کرسکتا اور نہیں کرنا چاہیئے، کیوں کہ عدالت میں تحمیلی شادیوں سے متعلق جو فائلیں بنی ہیں وہ ان مصیبتوں اور بلاؤں کی غماز ہیں جو کہ زن و شوہر پر والدین یا ان کے بزرگ لائے تھے .....

پرہیز گار صاحب میں صریح طور پر والد کے سامنے ان چیزوں کو بیان نہیں کرسکتا، حیا مانع ہے!

اس میں شرم کی کیا بات ہے، اس کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے! کیوں کہ آپ سے بہتر ان خیالات کی ترجمانی کوئی اور نہیں کرسکتا اور نہ انہیں سمجھا سکتا ہے ہاں آپ اپنے بزرگوں اور خاندان والوں سے مدد لے سکتے ہیں۔

پرہیز گار صاحب آپ سے میری ایک گزارش ہے!

فرمائیے۔

میں نہیں چاہتا کہ ہمارے خاندان والے اس مسئلہ سے آگاہ ہوں اس لئے گزارش ہے کہ آپ والد صاحب سے گفتگو کیجئے! مجھے بہت مسرت ہوگی آپ کی خدمت اور مدد کرکے میں آپ کے والد اور آپ کو یہیں آنے کی دعوت دیتا ہوں۔

بہت بہت شکریہ، چند روز کے بعد والد صاحب کے ہمراہ

آؤں گا..... جوان نے نہایت پر تپاک طریقہ سے خدا حافظ کہا اور چلا گیا۔

واقعتاً بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ کچھ ایسے گھرانے بھی پائے جاتے ہیں جو کہ اپنے بیٹوں کی منطق اور برحق باتوں کو بھی قبول نہیں کرتے وہ اپنی ہٹ دھرم طبیعت سے اپنے جوان بیٹوں کو ہولناک گرداب میں ڈھکیل دیتے ہیں،

تقریباً ایک ماہ بعد اسی روزنامہ کے شمارہ ۲۰۱۵ اسی صفحہ (۵) پر اور اسی سرخی میں باپ بیٹے کے آنے کا ماجرا شائع ہوا۔

زندگی کی ڈائری سے ایک صفحہ

والد صاحب آگئے

روزنامہ "اطلاعات" کی انفارمیشن سے مجھے فون پر بتایا گیا کہ دو شخص آپ سے ملاقات کے لئے آئے ہیں، میں نے انچارج سے کہا ان میں سے کسی کو ریسیور دے دیجئے۔

پرہیزگار صاحب!

فرمائیے!

آپ کو یاد ہوگا کہ ایک جوان نے آپ سے ملاقات کی تھی اور یہ وعدہ کر کے چلا گیا کہ چند روز کے بعد اپنے والد کے ہمراہ آئے گا تاکہ آپ خود ان سے گفتگو کریں!

جی ہاں مجھے یاد آگیا! بہت خوب تشریف لائیں۔
آخر کار، باپ بیٹے آئے، بیٹا اس لئے آیا تھا تاکہ میں اس کے والد کو اس بات پر راضی کروں کہ وہ اپنے بیٹے کی اپنی بھتیجی سے شادی نہ کریں اور والد ابھی تک اس بات پر مصر تھے کہ وہ اپنی بھتیجی کو دلہن بنا کر لائیں تاکہ ان کے بقول، وہ مال و دولت کسی غیر کے گھر نہ جائے، میں یہ سوچ رہا تھا لڑکے کے والد سے کس طرح گفتگو کروں! ابھی غور ہی کر رہا تھا کہ انھیں اپنے کمرے کے سامنے دیکھا سلام و مزاج پرسی کے بعد ہم ایک میز کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔
بابا جان خوش آمدید، آپ کی تشریف آوری سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بیٹے کی سرنوشت سے بہت شغف رکھتے ہیں خدا کرے آپ کی یہ محبت ہمیشہ باقی رہے۔
شاد رہو بیٹے، میں چونکہ اپنے بیٹے کی سرنوشت اور مستقبل سے دلچسپی رکھتا ہوں اس لئے اس سے میں نے یہ کہا کہ اپنی چچازاد (بہن)، سے شادی کر لو، لڑکی قبول صورت، شریف اور پڑھی لکھی ہے نیز میرے بھائی کی مالی حالت بہت اچھی ہے، وہ اس زمانہ میں کوئی مشکل برداشت نہیں کرتے ہیں آپ یہ سمجھتے ہیں کہ پیسہ ہمیشہ ان کی وضع قطع برقرار رکھے گا اگر پیسہ ہوگا تو ان کی زندگی آسان ہو جائے گی، اس گرانی کے زمانہ میں کسی کے پاس گھر ہو، بینک بیلنس ہو مختصر یہ سب چیزیں اس کے پاس ہوں، تو پھر کیا پروا ہے۔

لیکن اگر میاں، بیوی ایک دوسرے کو پسند نہ کرتے ہوں ،ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہوں، اگرچہ چاقو اور خربوزے کی طرح ہوں، ہر روز لڑائی جھگڑا رہے گا تو کیا ہوگا؟ آپ کو پشیمانی نہیں ہوگی؟ افسوس نہیں ہوگا کہ بیٹے کی شادی زبردستی کیوں کی؟

میرے خیال میں اگر کسی کی مالی حالت صحیح ہے تو ان میں لڑائی جھگڑے بہت کم ہوتے ہیں، ان کے درمیان نہ ہونے کے برابر ناچاقی ہوتی ہے!

عزیز محترم! جب زن و شوہر کے درمیان گہری مہر و محبت ہی نہیں ہوگی تو یہ پیسہ ہمیشہ ان کے درمیان محبت کو برقرار نہیں رکھ سکے گا آپ منطقی باتیں کریں تو بہتر ہے!

آپ بتائیے کیا کروں؟

والد ہتھیار ڈال چکے تھے، لاجواب ہوگئے تھے، ان کی باتوں سے میں سمجھ گیا تھا کہ ان کی منطق پیسہ ہے، وہ اپنے نور نظر کی زبردستی شادی کرنا چاہتے ہیں جب انہوں نے یہ کہا: آپ ہی بتائیے! کیا کروں، اس وقت میں متوجہ ہوا کہ اب یہ بحث سے قاصر ہیں، اب میدان میرے ہاتھ ہے، میں نے انہیں مخاطب کر کے کہا: بابا جان! منطق نہج سے سوچیے اپنے بیٹے کو اس کی من پسند لڑکی سے شادی کرنے دیجیے اگر آپ زبردستی اس کی شادیں کریں گے تو اسے خوش نہیں رہ سکیں گے کل ان کے درمیان محبت کے فقدان اور

نفرت کی وجہ سے اختلاف رونما ہوگا، آپ کا خاندان پریشانی میں مبتلا ہوگا اور آپ کے بھائی کا خاندان بھی۔ مشہور مقولہ ہے، چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی، آپ اپنے بیٹے کو آزاد چھوڑ دیجئے کہ وہ اطمینان وسکون کے ساتھ اپنے بارے میں فیصلہ کرے دراصل یہ حقیقت ہے کہ اگر میرا بیٹا میری بھتیجی سے شادی نہیں کرے گا تو میرا بھائی مجھ سے ناراض ہو جائے گا اور بھائی چارہ واخوت ختم ہو جائے گی!

اگر اس وقت آپ کا بھائی چارہ ختم ہو جائے تو اس وقت سے بہتر ہے جب وہ طلاق کے ذریعہ ایک دوسرے سے جدا ہوں اور مشکلات بڑھ جائیں، آپ غور کیجئے اور اپنے بھائی کو بھی ان ہی باتوں کی طرف متوجہ کیجئے اور انھیں قائل کیجئے کہ وہ اپنے بھتیجے اور لڑکی کو آزاد چھوڑ دیں تاکہ وہ اپنی آئندہ کی زندگی کے لئے خود شریک حیات کا انتخاب کریں۔

جوان اپنے والد اور میری باتوں کو خوشی سے سن رہا تھا، میں نے اس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک دیکھی، باپ قائل ہو گیا اور لڑکے نے بھی تحمیلی شادی سے نجات پائی میں نے لڑکے کے والد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

آپ اطمینان رکھئے اگر یہی باتیں آپ اپنے بھائی کے سامنے رکھیں گے اور زندگی کے حقائق ان کے سامنے بیان کریں گے تو ممکن ہے کہ وہ بھی راضی ہو جائیں اور آپ کے درمیان ناچاقی نہ ہو، میری آخری گزارش یہ ہے کہ اپنے بیٹے کی

مستقبل میں ترقی کے لئے غور کیجئے، میں نے دیکھا ہے کہ یہ جوان اپنے چچا کی دولت و ثروت کو اہمیت نہیں دیتا ہے وہ خود کفیل بننا چاہتا ہے یہاں تک کہ وہ آپ کے مال و منال کا بھی محتاج نہیں ہے، آپ کو فخر کرنا چاہئے اور مسرور ہونا چاہیئے کہ آپ کو خدا نے ایسا بیٹا دیا ہے جو مال دنیا کو اہمیت نہیں دیتا بلکہ وہ اپنی مستقبل کی ترقی کے بارے میں سوچتا ہے آپ اس کی پرواز میں حائل نہ ہوں۔

باپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے جب کہ جوان کے ہونٹوں پر ہنسی بکھر رہی تھی، باپ کی صورت سے عیاں تھا کہ وہ میری باتوں سے مطمئن ہو گئے ہیں اس نے فرط مسرت سے بیٹے کو گلے سے لگایا اور دونوں بغل گیر ہو کر خوشی سے آنسو بہانے لگے، میرا کمرہ ان کی فغاں سے بھر گیا تھا، میرے خیال میں باپ نے ہٹ دھرمی چھوڑ دی تھی ہمیں نے ان کے سامنے چائے پیش کی، میں نے اور جوان نے سکون کا سانس لیا جوان بہت زیادہ خوش تھا کیوں کہ اسکا مستقبل محفوظ ہو گیا تھا۔

اور اس کے علاوہ بھی نمونے اور راہ حل موجود ہیں لیکن انھیں اس لئے قلم انداز کیا جا رہا ہے ان سے غلط نتیجہ نکالنے اور غلط فہمی کا امکان ہے۔ اگر مشکل قطعی طور پر حل نہ ہو سکے تو جوان کو عقلمند افراد سے رجوع کرنا چاہیئے اور ان سے مشورہ لینا چاہیئے۔

وضاحت

میں ایک بار، پھر اس بات کی تاکید کئے دیتا ہوں کہ، اعتراض کرنے، یا راہ میں کانٹے بچھانے بہانے بنانے اور عقل و شرع کے خلاف نظریئے سے ہمارا مقصد صحیح اور مشفقانہ نظریات مراد نہیں ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، ماں، باپ، بڑے بہن بھائی موجود ہیں، چوں کہ ان کا تجربہ جوانوں سے زیادہ ہے اور وہ جوانوں کے خیر خواہ ہیں ممکن ہے شریک حیات کے انتخاب کے سلسلے میں ان کی رائے جوانوں کی رائے کے خلاف ہو لیکن عقل و شرع اور منطق کے موافق ہو، تو اس صورت میں ان کی رائے کی قدر کرنا چاہیئے اور ان کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور ان کی نصیحت پر کان دھرنا چاہیئے۔

محتاط رہیئے مسائل میں اختلاط نہ ہو جائے اور مشکلات میں اضافہ نہ ہو جائے اگر کسی موقع پر اختلاف ہو جائے اور آپ اسے حل نہ کر سکیں اور یہ نہ سمجھ سکیں کہ آپ کی رائے صحیح ہے یا گھر والوں کی تو اس وقت ضرور عقل مند افراد سے رجوع کریں اور ان سے مشورہ کریں ہم۔ انشاء اللہ۔ چھٹی فصل کی ابتدا میں مشورہ اور مشیر کے صفات سے بحث کریں گے۔

پانچویں مشکل

فوجی ٹریننگ[1] (سربازی)

لڑکیوں سے اس مشکل کا قطعی تعلق نہیں ہے، اسی طرح بہت سے لڑکوں سے بھی مربوط نہیں ہے کیوں کہ جو طلبہ سطحیات کے بعد اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتے ہیں ان کے لئے سربازی پر جانا ضروری نہیں ہے وہ اپنی تعلیم کے بعد بھی اس ذمہ داری کو پورا کر سکتے ہیں، ان کی زندگی میں کوئی وقفہ "انٹرول" نہیں ہوگا یہاں تک کہ جو لوگ متوسط تعلیم کے بعد اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری نہیں رکھنا چاہتے ان کے لئے بھی سربازی پر جانا ضروری نہیں ہے جیسے معلم کی ٹریننگ کرنے والے افراد متوسط تعلیم کے بعد ہی ٹریننگ کالج میں داخلہ لیتے ہیں اور جونیر ہائی اسکول میں پڑھانے لگتے ہیں۔ دوسرے ملازمین کی بہ نسبت انھیں تنخواہ بھی اچھی ملتی ہے اور مراعات بھی ملتے ہیں۔

باقی بچتے ہیں وہ لوگ کہ جنھیں ہر صورت میں سربازی پر جانا ہے اور دو سال تک اس مقدس خدمت کو انجام دینا ہے شادی کے سلسلے میں ان کی مشکل کیسے حل ہو سکتی ہے؟

---

1. ایران میں دو سالہ فوجی ٹریننگ ہر باشندہ کے لئے ضروری ہے۔

جواب

طویل مدت والا حل: انتظامی اور فوجی امور کے ذمہ دار ایسا قانون بنائیں کہ سربازی شادی میں مانع نہ ہو اور سرباز کو اتنی تنخواہ اور مراعات دیئے جائیں جس سے اس کے خانگی اخراجات پورے ہو سکیں۔

کوتاہ مدت والا حل

① قانونی و شرعی نامزدگی و منگنی

سربازی کے زمانہ میں منگنی کرنا بہت اچھی بات ہے، اس زمانہ میں ہونے والے میاں بیوی خط و کتابت جاری رکھیں اور ایک دوسرے کو امید افزا اور حوصلہ افزائی والے خطوط لکھیں اور جب لڑکا چھٹی پر آئے تو اس وقت ایک دوسرے سے ملاقات کریں۔

تحصیل علم کے زمانہ میں منگنی سے متعلق جو کچھ بیان ہوا ہے وہی اس موقع کے لئے بھی صحیح ہے۔

② لڑکی سسرال یا میکے میں رہے

اگر شادی ہو گئی ہو تو جب اس کا شوہر سربازی پر جائے تو لڑکی اس زمانہ میں اپنے میکے میں یا اپنی سسرال میں رہے تنہا نہ رہے، اور مرد اطمینان سے سربازی کی خدمت کو انجام دے سکتا ہے اور جب چھٹی پر آئے تو اس وقت میاں کے ساتھ رہے۔

④ والدین مدد کریں

لیکن بہو کے اخراجات اور دوسرے امور کے لئے وہی چیزیں اس موقع کے لئے ہیں جو کہ تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے سے متعلق بیان ہوئی ہیں اور والدین انھیں بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔

چھٹی مشکل

بڑے بہن بھائیوں کا وجود

کچھ عرصہ قبل میں ایک شہر (لامِردی) کے لائق و سنجیدہ طلبہ کے ہمراہ تھا وہ سب غیر شادی شدہ تھے معمول کے مطابق میں نے انہیں بھی شادی کی تشویق دلائی اور شادی کرنے کی تاکید کی اکبر صاحب نے۔ جو کہ لامِردی کے فعال طلبہ میں سے تھا۔ کہا میری شادی میں مجھ سے بڑے بھائی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں کیونکہ ہمارے علاقہ کا رواج ہے کہ جب تک بڑے بہن بھائیوں کی شادی نہیں ہوتی اس وقت تک چھوٹے بہن بھائیوں کی شادی نہیں ہو سکتی۔

میں نے کہا: اس مشکل کو تمہاری یادگار کے طور پر۔ ان اسباق اور اس کتاب میں بیان کروں گا جو میں نے اسی موضوع پر لکھی ہے۔

اس مشکل کا حل

اس عقیدہ اور رسم کا عقل و شرع سے قطعی کوئی تعلق نہیں ہے، اگر بڑے بہن بھائیوں میں سے کسی نے کسی وجہ سے شادی نہیں کی ہے تو ضروری نہیں ہے کہ چھوٹے بہن بھائی۔ جو کہ شادی کے لائق ہیں۔ وہ بھی شادی میں تاخیر کریں، اس کی قطعی پروا نہیں کرنا چاہیئے جوانوں پر لازم ہے کہ وہ غلط رسم و رواج کو ختم کریں اور غلط رسموں سے خود کو ناکام نہ بنائیں۔

ساتویں مشکل

رہائش

اگرچہ رہائش کے مسئلہ کی بازگشت بھی پہلی مشکل (اقتصادی ومالی) کی طرف ہے لیکن اس کی خصوصیت کے پیش نظر ہم اسے جداگانہ طور پر بیان کر رہے ہیں۔

راہ حل

یہاں بھی کوتاہ مدت اور طویل مدت سے (دو حل ہیں)

طویل مدت والا حل

پورے معاشرے میں ایک وسیع نقشہ بندی اور دستور مرتب کر کے نافذ کیا جائے تاکہ یہ بڑی مشکل حل ہو جائے (فی الحال) اس سے ہماری بحث نہیں ہے۔

کوتاہ مدّت والا حل

① والدین کے گھر میں وقتی رہائش

اگر ممکن ہو تو اپنا گھر فراہم ہونے تک دلہن اور داماد اپنے والدین کے گھر میں (یعنی مع شوہر لڑکی میکے میں ہو یا مع بیوی شوہر اپنے والدین کے گھر) زندگی گزاریں لیکن یہ بات ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ: اگر ایک ساتھ رہنے سے لڑائی ناچاقی یا توہین کا اندیشہ ہو تو ایک ساتھ رہنا قطعی مناسب نہیں ہے

② کرایہ کا گھر

دنیا میں عام رواج ہے کہ لوگ کرایہ کے گھر میں رہتے ہیں، دوسرے ممالک میں کرایہ کے گھر میں رہنے کی شرح ہمارے ملک سے کہیں زیادہ ہے

جوانوں کو ایک سادہ اور کم کرایہ والا مکان کرایہ پر لینا چاہیئے اور اس دشواری کو اپنا گھر فراہم ہونے تک برداشت کریں۔

توجہ: جو کچھ پہلی مشکل (مالی واقتصادی امور) سے متعلق بیان ہوا ہے اور اس کے حل کی جو راہیں پیش کی گئی ہیں وہی اس مسئلہ کے لئے صادق آتی ہیں خصوصاً خدائی امداد۔

آٹھویں مشکل

زندگی کو چلانے میں نوجوانوں کی ناتوانی

اس مشکل کا تجزیہ اور اس کا حل دوسری فصل میں ایک دوست سے مباحثہ میں بیان ہوچکا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

نویں مشکل

طبیعی مشکلات

تمام مشکلات اور مواقع کے تجزیہ وحل بیان کرنے کے باوجود کچھ

مشکلات اب بھی باقی رہ گئی ہیں، ان سے متعلق کیا کرنا چاہیے؟

جواب :

یہ تو ممکن نہیں ہے کہ دنیا میں، خانگی زندگی اور معاشرتی امور میں کوئی مشکل پیش نہ آئے بعض مشکلات ایک ترقی پذیر اور بہترین زندگی کا لازمہ ہوتی ہیں، خدا نے اپنی حکمت کی بنا پر دنیا کی زندگی کے ساتھ مشکلات بھی رکھی ہیں۔

مشکلات اور دشواریوں کا فلسفہ

طبیعی مشکلات اور دشواریوں کی مثال ڈائنامیٹ کی سی ہے جو انسان کے وجود میں دھماکہ کر کے اس کے وجود میں چھپے ہوئے لعل و گہر نکالتی ہیں۔

انسان کے (چھوٹے سے) وجود میں ایسی بہت سی صلاحتیں، طاقتیں اور ذخائر موجود ہیں جو کہ عام حالات میں اجاگر و ظاہر نہیں ہوتے اور جب تک انسان بلا و مشکلات سے دوچار نہیں ہوتا اس وقت تک ان کا جوہر نہیں کھلتا، جب انسان مشکلات اور دشواریوں کو حل کرنے کے لئے، اپنی ساری عقلی، فکری اور جسمی طاقتوں کو جمع کرتا ہے اس وقت اس کا پورا وجود، تگ و دو، جنگ و شتق اور ورزش میں مشغول ہو جاتا ہے تاکہ کسی منزل تک پہنچ جائے، نتیجہ میں سوئی ہوئی صلاحتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور انسان کے وجود پر صیقل ہو جاتی ہے۔

اگر ہم معاشرہ انسانی کا بغور مطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا: کہ جن لوگوں

کے پاس ساری چیزیں موجود ہیں اور خود کو مشکلات میں ڈالنا ضروری نہیں سمجھتے، عیش و عشرت میں زندگی گزارتے ہیں، تو عام طور پر ان کی نسل بھی سُست، کاہل اور نالائق ہوتی ہے، ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ اس قسم کے لوگوں نے معاشرہ میں کسی انقلاب وارتقار کا سلسلہ شروع کیا ہو۔ پیغمبر، اصلاح گر، موجد، دانشور اور وہ تمام افراد جن کا معاشرہ کی ترقی اور قافلۂ انسانی کی ارتقائی سیر میں سرعت پیدا کرنے کے سلسلے میں کوئی کردار رہا ہے تو وہ مصائب و مشکلات کو برداشت کرنے والے انسان تھے۔

یہ ایک اٹل فیصلہ اور حتمی قانون ہے کہ: عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مشکلات اور مصیبتوں کا مقابلہ کرنا ناگزیر ہے اور مقصد جتنا بلند ہو گا اسی لحاظ سے اس کے حصول میں دشواریاں پیش آئیں گی۔

امیر المومنین۔ حضرت علیؑ۔ فرماتے ہیں۔

«أَفْضَلُ الأَعْمَالِ أَحْمَزُهَا»

بہترین اعمال وافعال وہ ہیں جن میں دشواریاں ہوتی ہیں۔

اگر انسان اس حقیقت کا اعتراف کرلے کہ: زندگی اور مشکلات توأم ہیں،، تو خود کو ان سے مقابلے کے لئے آمادہ کرے گا اور ان سے دوچار ہوتے وقت ناامیدی و مایوسی کا شکار نہیں ہو گا۔

شادی اور نئے خاندان کی تشکیل۔ جو کہ عظیم مقصد اور انسان کی دنیوی و اخروی کامیابی کا راز ہے۔ میں مشکلات اور دشواریوں کا وجود ضروری ہے اس میں شک نہیں ہے کہ شادی کے بعد انسان کے اوپر ایسی ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں جن کے ساتھ بہت سی مشکلات بھی ہوتی ہیں لیکن ان کے ساتھ جو ترقیاں اور فوائد ہیں انھیں بھی مدنظر رکھنا چاہئیے۔

اب ہم شادی سے وجود میں آنے والی مشکلات اور کنوار پن کے نقصانات وبھیانک نتائج کا موازنہ کرتے ہیں، کیا انسان شادی نہ کرے اور جسمی و روحی بے کیفی و اضطرابی کو برداشت کرتا رہے، یا شادی کر لے اور اس کی فطری ذمہ داریوں کو قبول کر لے اور نتیجہ میں جسمی، روحی اور ذاتی فوائد حاصل کرے؟!

یقیناً ہر عقل سلیم رکھنے والا۔ جو خرافات و تعصبات اور ہٹ دھرمی میں مبتلا نہ ہو۔ شادی کو ترجیح دے گا شادی کی فطری ذمہ داریوں کو قبول کرنے میں مذکورہ فوائد تو حاصل ہوتے ہی ہیں ان کے علاوہ آخرت میں بھی اس کا بہت بڑا اجر ملے گا، اسلام اس شخص کو مجاہد راہ خدا کہتا ہے جو اپنے اہل و عیال کے اخراجات پورا کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

«اَلْكَادُّ لِعِيَالِهِ، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ»

اپنے اہل و عیال کے اخراجات پورا کرنے کے لئے کوشش کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا راہ خدا میں جہاد کرنے والا۔

یہ وہ عظیم سعادت ہے کہ اگر ہمارا ذہن و دماغ اس کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے تو خانوادگی مشکلات اس کے لئے شہد سے زیادہ شیریں ہو جائیں گی جیسا کہ سچے مجاہدوں کے لئے جہاد فی سبیل اللہ شہد سے زیادہ شیریں ہوتا ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ عبادت کے دس جزو ہیں، ان میں سے نو جزو اپنے اہل و عیال کے رزق کے لئے کوشش کرنے والے کے ہیں۔

اگر انسان خدا کی خوشنودی اپنی طہارت، عزت کے تحفظ، اپنی شخصیت کی حفاظت حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے قلبی سکون اور ان کے ساتھ اخروی ثواب کے لئے تھوڑی بہت مشکلات برداشت کر لے تو کیا حرج ہے؟ جنت کو اہمیت دینی چاہئے نہ کہ بہانہ بازی کو! کیا یہ نہیں کہا گیا ہے کہ جنت

مشکلات میں اور جہنم شہوتوں میں پوشیدہ ہے ؛ یعنی جنت، کامیابی اور عزت کے حصول کے لئے مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور شہوت، ہوس رانی اور کاہلی و عیش پرستی میں غرق ہونا جہنم کا پیش خیمہ قرار پائے گا۔

میرے جوان بہن بھائیو ! جرأت مند بنو مشکلات سے نہ ڈرو! یہ نہ سمجھو کہ ہم شادی اور گھریلو ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکیں گے، قدم بڑھایئے، منزل آسان ہے، سختیاں زندگی میں نمک کی مانند ہیں اگر نہ ہوں تو زندگی میں مزہ نہیں رہے گا اور پھر خوشیوں اور لذتوں کا کہیں نشان نہ ملے گا۔ اگر زندگی میں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی تو انسان عیش و آرام اور خوشیوں کا احساس نہیں کر سکے گا۔ اگر آپ رات کی تاریکی نہیں دیکھیں گے تو دن کی روشنی کی قدر نہیں کر سکیں گے۔

دلچسپ بات یہ ہے، جو کہ میں نے بہت سے جوانوں اور نوجوانوں کی زندگی کے تجزیہ سے حاصل کی ہے، کہ جن نوجوانوں کے لیے عیش و نشاط کا سامان فراہم ہے اور والدین یا بڑے بھائی، بہن ان کی ساری خواہشوں اور ضدوں کو پورا کرتے ہیں، ان کی شادی رچاتے ہیں بھرپور طریقہ سے ان کے اخراجات پورے کرتے ہیں ان کی ازدواجی زندگی کی ساری ذمہ داریاں اپنے سر لیتے رہے ہیں، ان کی مشکل کو حل کرتے ہیں ان پر کوئی مشکل پڑنے ہی نہیں دیتے ہیں تو ان کی کوئی شخصیت نہیں بن پاتی ہے بلکہ وہ ناکارہ و بیہودہ ہو جاتے ہیں اور جب والدین یا ان کے بزرگ اس سے معذور ہو جاتے ہیں تو یہ برباد ہو جاتے ہیں اس کے برخلاف جو لوگ خود اپنی زندگی کی باگ ڈور سنبھالتے ہیں اور اپنی مشکلات کو اپنی عقل و فکر سے حل کرتے ہیں تو عام طور پر وہی کامیاب، لائق اور نمایاں شخصیت بن کر ابھرتے ہیں۔

اس موضوع پر نفسیات شناسی اور اخلاقی و تربیتی مسائل میں بحث کی گئی ہے لیکن اگر ان کا خود مشاہدہ کرے تو زیادہ بہتر ہے۔

توجّہ :

جو چیزیں ہم نے بیان کی ہیں وہ والدین اور بزرگوں کی معقول اور ضروری ہدایت و مدد کے علاوہ ہیں انھیں اپنے بچّوں کی ضروری اور معقول مدد کرنا چاہیئے لیکن منصوبہ سازی، گھریلو کاموں کی ذمہ داری اور شریکِ حیات کا انتخاب ان ہی کے اوپر چھوڑ دینا چاہیئے۔

● ● ●

آخر میں ہم پیغمبر اکرمؐ کی اس حدیث کو نقل کر رہے ہیں جو کہ جوانوں سے متعلق ہے ارشاد ہے :

«یَا مَعْشَرَ الشَّبابِ! عَلَیکُم بِالْبٰاهِ!

جوانو! تمہارے لئے شادی کرنا ضروری ہے۔

خدا پر توکل اور مشکلات سے بے خوف ہو کر شادی کرو۔

خدا تمہاری مدد کرے گا۔

بزرگوں سے ایک گزارش

جب شادی سے متعلق جوانوں سے گفتگو کی جاتی ہے اور اس کی مشکل کی حل کی تشویق دلائی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ باتیں تو والدین یا بزرگوں سے کہنا چاہئیں تاکہ وہ مدد کرکے مشکل کو حل کریں ہم تو شادی کے لئے تیار ہیں...

اس لئے میں ماں، باپ، بزرگوں اور ان لوگوں سے جو کہ جوانوں کی شادی اور خدا پسند کام کے سلسلے میں اقدام کر سکتے ہیں ان سے چند باتیں کہدینا ضروری سمجھتا ہوں۔

شادی کے لئے سفارش کرنا، واسطہ بننا، نئے گھر کے لئے اسباب و مقدمات فراہم کرنا ان بہترین عبادتوں اور نیک امور میں سے ہے جو خدا کی خوشنودی کا سبب ہوتے ہیں۔

خدا بزرگوں سے فرماتا ہے:

﴿أَنكِحُوا الأَيَامَىٰ مِنكُمْ ...﴾ (۱)

غیر شادی شدہ کی شادی کرو (ان کی شادی کے وسائل فراہم کرو)

اگر شادی میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو جوان اس کے لئے تیار ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے:

جو شخص کسی کی شادی کے سلسلے میں قدم اٹھاتا ہے خداوند عالم اس کے ہر قدم پر یا ہر اس بات کے عوض جو وہ کہتا ہے اسے ایک سال کے روزوں اور (ایک سال کی) نماز شب کا ثواب عطا کرتا ہے (۲)

کتنی اچھی بات ہے کہ: یہ ثواب شادی کے سلسلے میں قدم اٹھانے والے کو عطا کیا جاتا ہے خواہ شادی ہو یا نہ ہو، خدا سے ہونے والی تجارت میں نقصان نہیں ہوتا اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔

---

(۱) نور، آیت ۳۲ (۲) وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۲۷

ملاحظہ فرمائیے اس شخص کو کتنا ثواب ملتا ہے جوکہ دوسروں کی شادی کے سلسلے میں کوئی قدم اٹھاتا ہے ہم سب ہی اس کارِ خیر میں شریک ہو سکتے ہیں اور جوانوں کی شادی میں معاون ہو سکتے ہیں یا مالی مدد کریں۔ اگرچہ معمولی ہی ہو خواہ قرض الحسنہ کے عنوان سے۔ یا واسطہ بنیں۔ لڑکے، لڑکی کے ماں، باپ سے گفتگو کریں اور انھیں شادی پر آمادہ کریں۔ یا ان کی مدد کے لئے، بینک، قرض الحسنہ اور قرض دینے والے ادارے قائم کریں۔

یا اس سلسلے میں معاشرہ کی اصلاح میں قدم اٹھائیں، کوشش کریں۔ ثقافتی پروگرام، اس موضوع سے متعلق کتابوں کی نشر و اشاعت، کلاسوں کا پروگرام اور گفتگو و نصیحت وغیرہ۔ مختصر یہ کہ ہر وہ کام انجام دیا جائے جو موثر ثابت ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«مَنْ زَوَّجَ اَعْزَباً، كَانَ مِمَّنْ يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيامَةِ»(۱)

جو شخص کسی غیر شادی شدہ کی شادی کراتا ہے خداوند عالم روز قیامت اس پر رحم کرے گا۔

خدا کی رحمت سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے؟

آپ ہی کا ارشاد ہے:

«أَفْضَلُ الشَّفَاعَاتِ أَنْ تَشْفَعَ بَيْنَ اثْنَيْنِ فِي نِكَاحٍ حَتَّىٰ يَجْمَعَ اللهُ بَيْنَهُمَا»(۲)

بہترین سفارش۔ و شفاعت۔ یہ ہے کہ لڑکے، لڑکی کی شادی کے لئے واسطہ بن کر سفارش کرے یہاں تک خدا

---

۱ وسائل الشیعہ ج ۱۴ ص ۲۶ ۲ وسائل الشیعہ ج ۱۴ ص ۲۷

ان کی شادی کرادے۔

درحقیقت شادی کے لئے سفارش کرنے والا خدا کا سپاہی اور نمائندہ ہے

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو غیر شادی شدہ کی شادی کراتا ہے (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) وہ قیامت کے دن عرش خدا کے سایہ میں ہوگا اور اسے کوئی خوف نہ ہوگا۔

ایک اجتماعی بیماری

ان ثقافتی اور عقیدتی واجتماعی بیماریوں میں سے جو کہ ہمارے معاشرہ کی جان کو لگ گئی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ: مذہب، اسلام، ائمہ اور عترت رسولؐ کے نام پر شادی کے رسم ورواج پر بہت سا پیسہ خرچ کیا جاتا ہے جب کہ ان رسوم کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیسے مہمانوں کی بہتات، ایک سے ایک کھانے کا انتظام اور خواہ مخواہ کی رسم کی ادائیگی کے حرام ہونے میں قطعی شک نہیں ہے، جب کہ جوانوں کی شادی، کہ جس کے بارے میں بہت سی آیتیں نازل ہوئیں اور بہت سی حدیثیں آئی ہیں، پر کم خرچ کرتے ہیں اور مخیر حضرات اس پر پیسہ خرچ کرنے کے لئے بہت کم تیار ہوتے ہیں کیا یہ چیز حضرت علیؑ کی اس حدیث کا مصداق نہیں ہے؟:

«لُبِسَ الإِسْلامُ لُبْسَ الفَرْوِ مَقْلُوباً» (۱)

اسلام کو اوپر کے لباس کے طریقہ سے اختیار کر رکھا جائے

---

(۱) نہج البلاغہ صبحی صالح خطبہ ۱۰۸ کے آخر میں

البتہ جو لوگ اسلام کے قوانین کے مطابق ولیمہ دیتے اور ان رسوم کو پورا کرتے ہیں جو کہ اسلام کے خلاف اور حرام نہیں ہیں خدا ان کی جزاء دے گا۔

• • •

یہاں میں امام خمینیؒ کمیٹی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو سنت خدا و رسولؐ پر عمل کرنے میں پیش پیش ہے اور ہزاروں لڑکے، لڑکیوں کی شادی کرا چکی ہے۔

پانچویں فصل

شریکِ حیات
کے انتخاب
کے معیار

پانچویں فصل

شریک حیات کے انتخاب کے معیار

اپنی ہمسری کے لئے کس کا انتخاب کریں؟

اب ہم اپنی بحث کی اہم ترین فصل پر پہنچ گئے ہیں، ابھی تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ اس فصل کا مقدمہ تھا، اپنی ہمسری کے لئے کس کا انتخاب کریں؟ اس کے خصوصیات، صفات اور معیار کیا ہیں؟

تاکہ دونوں ایک عمر تک کامیاب زندگی گزاریں اور ایک دوسرے کے لئے کمال و رشد کا سبب قرار پائیں؟ ان بحثوں کو ضبط تحریر میں لانے کا اصل مقصد یہی ہے، ان مباحث میں ہماری کوشش یہ ہے کہ جوان نوجوان (لڑکے، لڑکیاں) ایک دوسرے کا اس نہج سے انتخاب کریں کہ ایک دوسرے کے کفو، ہم مزاج اور ایک دوسرے کے لائق ہوں، اصطلاح میں یہ کہا جائے کہ نباہ ہو سکے اگر یہ شرائط پائے جائیں اور ہم آہنگی و تناسب موجود ہو تو دوسری مشکلات کو حل کیا جا سکتا ہے، اگر اس مرحلہ پر نہ ڈگمگائیں تو دوسرے مراحل

کر لے کر سکتے ہیں۔

یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ خانگی زندگی میں جو مشکلات سامنے آتی ہیں وہ زیادہ تر اسی لئے وجود میں آتی ہیں کہ، لڑکے، لڑکی سے اس مرحلہ پر خطا واقع ہوئی ہے اور وہ اپنے لئے مناسب ولائق شریکِ حیات کا انتخاب نہیں کیا تھا، ہم نے بہت سے زن وشوہر تناسب وہم آہنگی نہ ہونے کی بنا پر برباد ہوتے دیکھا ہے، ازدواجی زندگی میں زیادہ تر انتخاب میں غلطی ہی کی وجہ سے اختلافات رونما ہوتے ہیں۔

غور و فکر

میرے بہن بھائیو! آپ کسی ایسی فرد کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں جس کے ساتھ ایک زندگی بسر کر سکیں پس اچھی طرح سوچ لو کس کا انتخاب کر رہے ہو! انسان کی زندگی میں۔ عقیدے اور مذہب کے انتخاب کے بعد۔ شریکِ حیات کا انتخاب سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے آپ کی کامیابی یا تباہی میں اس انتخاب کا بنیادی کردار ہو گا، جہاں تک ہو سکے غور و فکر اور مشوروں سے کام لیجئے محتاط رہیئے لغزش نہ ہو جائے، جذبات میں فیصلہ نہ کیجئے، منحرف کرنے والے عوامل سے متاثر نہ ہو جایئے اگر ناشائستہ، نامناسب اور غیر کفو شریکِ حیات کا انتخاب کیا تو بہت بڑی مشکل کھڑی ہو جائے گی۔

ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے دل میں یہ طے کر لیں کہ، ابھی شادی کر لیتے ہیں اگر مستقبل میں ایک ساتھ زندگی نہ گزار سکیں گے تو طلاق کے ذریعہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے، اس خیال کو ذہن سے نکال دیجئے طلاق بڑا سخت کام ہے اور کبھی تو ناممکن ہو جاتا ہے خصوصاً جب بچے پیدا ہو جاتے ہیں

اس خیال کو اپنے ذہن میں تقویت دیجئے کہ: میں ایسے شریکِ حیات کا انتخاب کرنا چاہتا ہوں جس کے ساتھ ایک عمر تک کامیاب زندگی گزاروں ابھی سے طلاق کے حرف کو محو کر دیجئے اور اس کے متعلق سوچ سمجھ کر فیصلہ کیجئے کہ جس کو دائمی طور پر شریک حیات بنا رہے ہیں احتیاط سے کام لیجئے۔

گزشتہ بحثوں میں ہم نے جلد شادی کرنے کی سفارش کی تھی لیکن اس کے معنیٰ عجلت پسندی اور بے سوچے سمجھے شادی کرنے کے نہیں ہیں بلکہ جلد شادی کرنے کے ساتھ غور و فکر بھی ہونا چاہئے، ان دونوں عجلت و تامل میں کوئی منافات نہیں ہے بلکہ بے تحاشہ اور تامل میں منافات ہے۔

انتخاب میں دقت، شادی میں سہولت

ہم شادی کے بارے میں اسلام کے احکام و قوانین کے مجموعہ کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ: اسلام نے شادی کے بہت سے مسائل۔ جیسے، مہر، جہیز، مال، تشریفات اور رسم و رواج۔ کے بارے میں سہولت و سادگی کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی شریک حیات کے انتخاب میں تامل و دقت کا حکم دیا ہے، پہلی چیزوں کے بارے میں کہتا ہے آسان راستہ اختیار کرو بہت زیادہ چھان بین نہ کرو «خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ»: بہترین شادی وہ ہے جو سادگی اور آسانی سے ہوتی ہے .... بہترین عورتیں وہ ہیں جن کے مہر کم ہیں .... جن کے اخراجات کم ہیں .... و .... لیکن جب شریکِ حیات کے انتخاب سے متعلق بحث کرتا ہے تو کہتا ہے! ".... غور کرو اور سوچو، " «إِيَّاكُم وَ خَضْرَاءَ الدِّمَنِ»: گندگی پر اگی ہوئی ہریالی سے بچو! «إِيَّاكُم وَ تَزْوِيجَ الحَمْقَاءِ» احمقوں سے شادی نہ کرو «فَانْظُرْ مَا تَقَلَّدُهُ»: دیکھو کس

چیز کو اپنی گردن کا طوق بنا رہے ہوں اور دسیوں چیزوں سے ہوشیار رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

اس بات کی طرف بھرپور توجہ رکھنا چاہیے کہ ان دو قوانین میں اشتباہ نہ ہو جائے مخلوط نہ ہو جائیں۔ سادگی و سہولت اپنی جگہ، ہوشیاری، دقت اور احتیاط، اپنی جگہ دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

● ● ●

شریک حیات کے انتخاب کے معیار

شریک حیات کے انتخاب کے سلسلے میں ہمارے پاس کچھ معیار ہونے چاہئیں یعنی لڑکے، لڑکیوں کے کچھ معیار ہوں اور انھیں یہ معلوم ہونا چاہئے ان کے مطلوب شریک حیات کے کیا خصوصیات وصفات اور امتیازات ہونے چاہیئں؟ اصل کام یہ ہے، مسافر کی مانند پہلے اپنے مقصد کو معین کریں، اس کے بعد سفر کریں۔ لیکن اگر کوئی شخص صرف یہ جانتا ہے کہ مجھے سفر درپیش ہے اور منزل مقصود سے ناواقف و بے خبر ہے تو وہ یقیناً پریشان ہوگا اور غلط راستہ پر لگ جائے گا۔

شریک حیات کے انتخاب کے لئے دو طرح کے خصوصیات وصفات اور معیار مدنظر رکھے جا سکتے ہیں۔

الف: وہ صفات و خصوصیات جو کہ بنیاد و اساس ہیں اور کامیاب زندگی کے لئے ضروری ہیں۔

ب: جو کہ کمال کے لئے شرط ہیں اور حیات کے ارتقاء و کمال کے لئے لازمی

1۔ یہ حدیثیں آئندہ بحثوں میں ذکر ہوں گی۔

ہیں اور افراد کی حیثیت سے مربوط ہیں۔

اب ہم آپ کے سامنے معیار، صفات اور امتیازات کو پیش کر رہے ہیں،

① دینداری

(بنیادی اور ضروری امکان میں سے ایک ہے)

جس شخص کے پاس ایمان نہیں ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، اس کی تمام چیزوں کو ہیچ سمجھا جاتا ہے، بے دین انسان درحقیقت ایک چلتی پھرتی لاش ہے، جو شخص دین کا پابند نہیں۔ جو کہ زندگی کا اہم ترین رکن ہے۔ اس کے بارے میں یہ ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ وہ شریک حیات کے حقوق کی رعایت کرے گا۔

دین دار شخص بے دین عورت سے شادی نہیں کر سکتا اور نہ اس کے ساتھ کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔ دین دار انسان اپنی بیوی کے دوسرے نقائص کو برداشت کر سکتا ہے لیکن اس کی بے دینی اور بے پروائی کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔

ہاں اس صورت میں ایک دوسرے کو برداشت کر سکتے ہیں جب دونوں بے دین ہوں یا دینی احکام و قوانین کے پابند نہ ہوں لیکن وہ کامیاب زندگی نہیں گزار سکیں گے، دین کے بغیر سعادت و کامیابی کا حصول محال ہے، ہاں یہ ممکن ہے وہ ان چیزوں کو خوش قسمتی اور سعادت تصور کرلیں اور خود کو خوش نصیب سمجھ لیں لیکن یہ جہل مرکب ہے یعنی وہ بدبخت ہیں لیکن خود کو خوش بخت تصور کرتے ہیں۔

البتہ متدین (دیندار) کے حقیقی معنیٰ یہ ہیں کہ، اسلام کو دل و جان سے

قبول کریں اور مکمل طور پر اس کی پابندی کریں، سطحی اور بے عمل دینداری مراد نہیں ہے۔

پیغمبر کے کلام کا ایک پرتو

شریک حیات کے انتخاب کے سلسلے میں ایک شخص پیغمبر اکرمؐ سے ہدایت لینے آیا آنحضرتؐ نے فرمایا:

«عَلَيْكَ بِذٰاتِ الدِّينِ» (۱)

تمہارے اوپر دین دار عورت سے شادی کرنا واجب ہے

دوسری جگہ آپؐ نے سارے انسانوں کو مخاطب کر کے تاکیدی حکم دیا ہے:

«عَلَيْكُمْ بِذٰاتِ الدِّينِ»

تمہارے اوپر دین دار عورت سے شادی کرنا واجب ہے

آپ ہی کا ارشاد ہے:

«مَنْ تَزَوَّجَ امْرَءَةً لِمٰالِهٰا، وَكَلَهُ اللهُ إِلَيْهِ وَ مَنْ تَزَوَّجَهٰا لِجَمٰالِهٰا، رَأىٰ فِيهٰا مٰا يَكْرَهُ. وَ مَنْ تَزَوَّجَهٰا لِدِينِهٰا، جَمَعَ اللهُ لَهُ ذٰلِكَ» (۱)

جو شخص کسی عورت سے اس کے مال کی خاطر شادی کرتا ہے خداوند عالم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ اور جو شخص (صرف) اس کی خوبصورتی اور حسن کی بنا پر شادی کرتا ہے تو وہ اس (عورت) میں قابل نفرت چیزیں دیکھے گا۔ اور جو شخص کسی عورت سے اس کی دین داری اور

۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۳۰

ایمان کی بنا پر شادی کرے گا، خدا اس کے لئے، اس کے لئے، اس (عورت) میں سارے معیار فراہم کردے گا۔

مذکورہ حدیث میں ایک ظریف نکتہ موجود ہے اور وہ یہ کہ اگر عورت سے صرف خوبصورتی کی بنا پر شادی کرے گا تو "رَأىٰ فِيهَا مَا يَكْرَهُ" اس میں قابل نفرت چیزیں دیکھے گا۔ شاید اس سے اس (مرد) کی بدنامی اور رسوائی ہوگی اور یہی خوبصورتی اور حسن جو شادی کا اصلی محرک تھا بے عزتی اور بدبختی کا موجب بنے گا۔

اعتراض

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خوش بختی اور کامیابی کا معیار دین داری ہے تو اکثر دین دار کیوں ناکام ہیں اور ان کی زندگی پریشانی و اضطرابی میں کیوں بسر ہوتی ہے؟

جواب

اول تو حقیقی دین داری مراد ہے یعنی ہم اس شخص کو دین دار (متدین) کہتے ہیں کہ جس کے تمام اخلاق، اعمال، کردار اور زندگی کا ہر کام اسلام کے تابع ہوتا ہے ایسا انسان یقیناً شائستہ ہوگا، اسلام انسان کی سعادت و کامیابی کے لئے خدا کا قانون ہے اگر اس پر ایسے ہی عمل کیا جائے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے تو انسان یقیناً نیک بخت و کامیاب ہو جائے گا، اسلام چند ظاہری امور کا نام نہیں ہے کہ جن کا بجالانے والا حقیقی دیندار (متدین) کا مصداق بن جائے۔

دوسرے: ممکن ہے ناکامی کسی دوسری وجہ سے ہو یعنی حقیقی دیندار نہ ہوں اور ان صفات وامتیازات کے حامل نہ ہوں جو کہ ازدواجی زندگی کی سعادت کے لئے شرط ہیں، مثلاً: فکری، اخلاقی اور جسمی ہم آہنگی نہ ہو ہرچند دین دار ہونا اصلی معیار ہے لیکن کچھ اور معیار بھی ہیں کہ جن کی شریکِ حیات کے انتخاب میں رعایت ضروری ہے۔

تیسرے: ممکن ہے مشکل ونقص کا سرچشمہ کوئی اور ہو یعنی: آپ دو میں سے کسی ایک کو پہچانتے ہیں کہ وہ دین دار ہے لیکن دوسرے کو نہ پہچانتے ہوں اور اس سے قطعی واقف نہ ہوں ہوسکتا ہے وہ حقیقی دین دار نہ ہو اور وہی مشکل وناکامی کا سبب ہو۔

چوتھے: ممکن ہے دونوں میں سے ایک یا دونوں اعصابی اور نفسیاتی مریض ہوں کہ یہ بیماریاں ازدواجی زندگی میں بہت سی مشکلیں کھڑی کردیتی ہیں، دین دار لوگ بھی بعض حالات وحوادث سے دوچار ہونے کے سبب اعصابی اور نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔

بہرحال، دین دار اور مومن ہونا شائستہ شریکِ حیات کے لئے بنیادی شرط ہے اور اس سلسلہ میں شادی سے قبل تحقیق کرنا ضروری ہے۔

دین داری کے نتائج

اس خصوصیت "دینداری" کے بہت سے فوائد اور ثمرات ہیں یعنی دینداری کی مثال جڑ کی سی ہے جو کہ شاخوں وپھلوں کی حامل ہے۔

الف: باعفت دیندار یقیناً پاک دامن ہے۔ اگر کوئی پاک دامن وباعفت نہیں ہے تو دین دار نہیں ہے۔

ب : حجاب : تدین کے درخت کا میوہ ہے، واضح رہے حجاب عورتوں اور لڑکیوں ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ مردوں اور لڑکوں کے لئے بھی پردہ ہے یہ الگ بات ہے کہ مرد و عورت کے پردے میں فرق ہے عورت کے لئے پردہ اس کی کشش میں اضافہ کا سبب ہے، اس کے علاوہ جسمی اور جنسی فرق بھی ہے

ج : نجابت

د : حیاو بے دینی جس کے پاس حیا نہیں ہے اس کے پاس دین بھی نہیں ہے اور جو باحیا ہے وہ دین دار بھی ہے اور جو دین دار ہے وہ حیا دار بھی ہے۔

غیر دین دار جوان کیا کریں ؟

ابھی تک جو کچھ پہلی صفت و معیار (دینداری) سے متعلق بیان ہوا ہے اس کا زیادہ تعلق ان افراد سے ہے جو دین دار ہیں لیکن غیر دین دار کیا کریں؟

جواب

اولاً: وہ دین دار بن جائیں اور دین دار لوگوں جیسا عمل کریں، دین و ایمان انسان کی دنیوی و اخروی سعادت کا سرمایہ ہیں لہذا ہر عقل مند انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس دنیوی و اخروی سعادت کے سرمایہ کو حاصل کرے اس سلسلہ میں جو بھی تحقیق، مطالعہ، مشورہ اور تجزیہ کیا جائے گا وہ اہمیت کا حامل ہے جس طرح عقل یہ کہتی ہے: انسان کو اپنی مادی ضروریات پوری نے کے لئے کوشش کرنا چاہیے۔

ثانیاً: غیر متدین حضرات کو متدین اشخاص کے کچھ خصوصیات اپنے اندر

ضرور پیدا کرنا چاہئیں، جو انسان عقیدہ و عمل کے لحاظ سے دین و ایمان کا پابند نہیں ہے اور ان کا معتقد نہیں ہے اسے بھی شریکِ حیات کے انتخاب کے سلسلے میں دیندار افراد کے صفات کو مد نظر رکھنا چاہئیے۔ مثلاً غیر متدین شریکِ حیات میں بھی عفت، نجابت اور جنسی اعتبار سے پاکیزگی ہونا چاہیئے ورنہ ان کی زندگی میں بے شمار مشکلیں کھڑی ہو جائیں گی کیونکہ غیر متدین بھی اپنی شریکِ حیات کی بے عفتی اور غلط رویّہ کو قبول نہیں کر سکتے (لیکن اگر وہ انسانیت ہی سے خارج ہوں تو ان سے ہماری بحث نہیں ہے)

انسان کی دینداری اتنی ہی ہے جتنا وہ پاکیزہ، باعفت اور نجیب ہے ہر چند وہ خود متوجہ نہ ہو اور دین کا بھی معتقد نہ ہو۔ عفت و نجابت اور طہارت بلکہ ہر وہ صفت و خصوصیت جو کمال شمار ہوتی ہے دین کا جز ہے۔

بہر حال بے عفت و ناپاک افراد سے شادی کرنے کو کوئی چیز جائز نہیں قرار دے سکتی ہے۔

پس شریکِ حیات کے انتخاب کے مسئلہ میں غیر متدین اور بے ایمان اشخاص کو کم از کم باعفت و پاکدامنی اور جنسی اعتبار سے محفوظ ہونا چاہیئے اس سلسلے میں ہم اس فصل کے آخر میں مزید گفتگو کریں گے۔

۲ نیک اخلاق

طرفین کے لئے بنیادی اور ضروری خصوصیت

نیک اخلاق سے صرف اصطلاحی خوش خلقی اور خندہ روئی مراد نہیں ہے کیونکہ مسکرانا وغیرہ بعض موقعوں پر نہ صرف یہ کہ اخلاق کے مطابق نہیں

ہوتا بلکہ اخلاق کی ضد شمار ہوتا ہے بلکہ نیک اخلاق سے مراد وہ، خلق وصفات اور عادات و اطوار ہیں جو عقل و شرع کی نظر میں پسندیدہ ہوں۔

شریکِ حیات کے انتخاب میں حُسن اخلاق کی اہمیّت

شائستہ اور شریف شریک حیات کے خصوصیات وصفات کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے:

«إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَ دِينَهُ فَزَوِّجُوهُ، وَ إِنْ لَا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيرٌ» (۱)

جب تمہارے پاس اس انسان (لڑکا یا لڑکی) کی طرف سے پیغام آئے کہ جس کے دین و اخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے شادی کر لو اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین پر عظیم فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے! کہ پیغمبر اکرمؐ نے شریکِ حیات کے انتخاب کے لئے دین و اخلاق کو دو اصلی معیار کے عنوان سے بیان کیا ہے یہی دونوں کامیاب زندگی کی بنیاد ہیں اور معیار کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔

ایک مسلمان حسین بن بشار باسطی نے امام رضاؑ کو خط لکھا اور اپنی لڑکی کی خواستگاری کے سلسلے میں آنے والے پیغام سے متعلق اپنا فریضہ دریافت کیا۔

وہ لکھتے ہیں:

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد ۱۴، ص ۱۵

ہمارے عزیزوں میں سے ایک شخص میری لڑکی کا خواستگار ہے لیکن بداخلاق ہے، میرا کیا فریضہ ہے؟ اس سے اپنی لڑکی کا عقد کر دوں یا نہیں؟ آپ کیا فرماتے ہیں؟

امامؑ نے جوابی خط لکھا:

«لَا تُزَوِّجْهُ إِنْ كَانَ سَيِّئَ الْخُلُقِ»

اگر بداخلاق ہے تو اس سے اپنی لڑکی کا عقد نہ کرو

دیکھا آپ نے! کہ امامؑ نے صرف اسی ناپسند صفت کی بنا پر عقد کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا ایک بداخلاق انسان کے ساتھ زندگی گزارنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قید میں پر مشقت زندگی گزارنا۔ زن و شوہر میں سے ہر ایک کی بدخلقی دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہے اور ایسے ہی بچوں میں بھی اس کا اثر جاتا ہے۔

اچھے و بُرے اخلاق کے نمونے

اب ہم پسندیدہ اخلاق کے بارے میں جزئی بحث چھیڑ رہے ہیں اور اس کے نمونے بھی پیش کر رہے ہیں تاکہ شریک حیات کے انتخاب میں اخلاق کا مفہوم واضح ہو جائے۔

① خوش بیانی و بدزبانی

بدزبانی، زبان درازی زبان سے تکلیف پہنچانا بے ادبی اور بے پروائی سے گفتگو کرنا، گالی گلوچ دینا بداخلاقی کے نمایاں اور واضح نمونے ہیں۔

خوش بیانی، مؤدبانہ اور خوش خوئی کے ساتھ گفتگو کرنا، خوش خلقی کے روشن نمونے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ زبان انسان کے باطنی حالات کی ترجمان ہے، جس ظرف کے اندر جو ہوتا ہے اس سے وہی ٹپکتا ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان کا باطن، صاف اور سالم ہو لیکن زبان گالیوں سے آلودہ اور زخم زن ہو۔ زبان وہ دریچہ ہے جس سے باطنی حالات آشکار ہوتے ہیں، انسان کی زبان اس کے دل کا آئینہ ہے۔

۲ چشم پوشی اور حسد

حسد بداخلاقی کی سب سے بڑی علامت ہے اور چشم پوشی خوش خلقی کا واضح نمونہ ہے۔

۳ خوش خلقی اور کج خلقی

کج خلق انسان کے ساتھ زندگی گزارنا بہت مشکل ہے جب کہ خوش خلق اور نیک برتاؤ کرنے والے کے ساتھ زندگی گزارنے سے انسان کو مسرت و امید نصیب ہوتی ہے۔ خوش خلقی ایمان کی علامت ہے بد خلقی ایمان کے ضعیف ہونے کی نشانی ہے۔

البتہ جیسا کہ اس بحث کی ابتدا میں بیان ہو چکا ہے، خوش خلقی اور خندہ روئی ہر وقت اور ہر جگہ نیک اخلاق کی علامت نہیں ہے، مثلاً عورت یا لڑکی اور مرد کا نامحرم سے مسکرا کر گفتگو کرنا بہت ہی بری بات ہے، اور اسی طرح دوسروں کی غیبت کے ذریعہ ہنسنا، ہنسانا اور مسخرہ بازی، عیب جوئی بھی

اسلامی اخلاق کے منافی اور مذموم حرکت ہے۔

④ حق پذیری اور ہٹ دھرمی

ہٹ دھرمی اور کج بحثی ازدواجی زندگی کے لئے بہت ہی مضر ہے۔

⑤ عاقلانہ تواضع اور احمقانہ تکبر اور غرور

⑥ راست گوئی اور دروغ گوئی

⑦ وقار و متانت اور بے پروائی اور پھکڑپن

⑧ بردباری اور کم ظرفی

⑨ حسن ظن اور سوءِ ظن

⑩ محبتی ہونا اور بے حمیت ہونا

⑪ چشم پوشی اور کینہ توزی

⑫ باادب اور بے ادب

⑬ شجاعت و بزدلی

⑭ نرم دلی و سنگ دلی

⑮ وفاداری اور بے وفائی

۱۶ سخاوت اور بخل

۱۷ قناعت و طمع پروری

و.........

ایک سوال کا جواب

سوال: ان صفات کے وجود یا عدم کو معین کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ یعنی شریکِ حیات کے انتخاب میں ہم یہ کیسے طے کریں کہ جس انسان کو ہم اپنی زندگی کا شریک بنانا چاہتے ہیں وہ ان صفات کا حامل ہے؟

جواب: بحث کا انتظار کیجئے چھٹی فصل انتخاب میں اس سوال کا جواب بیان ہوگا۔

۲ ــــ خاندانی شرافت

(طرفین کے لئے بنیادی اور ضروری شرط)

خاندانی شرافت سے، شہرت، ثروت اور سماجی مقام و منزلت مراد نہیں ہے بلکہ نجابت و پاکیزگی اور دینداری مراد ہیں۔

ایک لڑکی، لڑکے سے شادی کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک خاندان و نسل سے رشتہ جوڑنا:

شادی کے سلسلے میں یہ بات کہنا معقول نہیں ہے کہ میں تو لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں مجھے اس کے خاندان اور عزیزوں سے سروکار نہیں ہے ....کیونکہ:

۱۔ لڑکی اس خاندان کی ایک فرد ہے، اس درخت کی شاخ ہے۔ اس کی رگوں میں اسی خاندان کا خون ہے، یہ بات مسلّم ہے کہ اس خاندان کے بہت سے اخلاقی، روحی، جسمی اور عقلی صفات و خصوصیات اسے میراث میں ملے ہیں اور اس کی طرف منتقل ہوئے ہیں۔

اس سلسلے میں پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے:

«تزوّجوا فِی الْحِجْرِ الصَّالِحِ، فَإِنَّ الْعِرْقَ دَسَّاسٌ» (۱)

صالح اور شریف خاندان میں شادی کرو کیونکہ نطفہ کا اثر ہوتا ہے۔

آپؐ ہی کا ارشاد ہے:

«أُنْظُرْ فِی أَیِّ شَیْءٍ تَضَعُ وَلَدَكَ، فَإِنَّ الْعِرْقَ دَسَّاسٌ» (۲)

اچھی طرح دیکھو کہ اپنی اولاد کو کہاں قرار دے رہے ہو (اپنی اولاد کے لئے کس کو ماں، باپ بنا رہے ہو) کیونکہ نطفہ اور وراثتی خصوصیات خفیہ طور پر بچے میں منتقل ہوجاتے ہیں اور اپنا اثر دکھاتے ہیں۔

۲۔ اگر آپ کو اس کے خاندان والوں سے سروکار نہیں ہے تو انھیں آپ سے تعلق ہے، ان سے شریک حیات کو اور انھیں شریک زندگی سے ہرگز جدا نہیں کرسکیں گے۔ آپ خود بھی ان سے اپنا رابطہ قطع نہیں کرسکیں گے ان کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے ایک عمر درکار ہے۔

اگر شریک حیات کے غلط عزیز و اقارب سے انسان کی ترقی پر اثر پڑتا ہو

۱۔ کتاب مکارم الاخلاق ، ۲

اور زندگی میں ان کی دخل اندازی کو کلی طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ ان کی بدنامی یا نیک نامی آخری عمر تک انسان کے ساتھ رہے گی اور اس سے زندگی متاثر ہوتی ہے ان کی بدنامی کو برداشت کرنا بہت مشکل ہوگا۔

۴۔ ان کے صفات و خصوصیات سے پیدا ہونے والے بچے متاثر ہوں گے اس سلسلے میں پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے :

«تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ، فَاِنَّ الْأَبْنَاءَ تَشْبَهُ الْأَخْوَالَ»[1]

اچھی طرح سوچ سمجھ کر شریکِ حیات کا انتخاب کرو کیونکہ لڑکے اپنے ماموں کی مانند ہوتے ہیں۔

بہن بھائیو! اہم امور کو جذبات سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے اور جذباتی حالت میں ان کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے، شریک حیات کا انتخاب اگر عقل کے دائرہ سے خارج ہو گیا اور دل و جذبات کے قبضہ میں چلا گیا تو بدبختی اور ناکامی ناگزیر ہے۔

اب آپ اپنی زندگی میں واقع ہونے والے ایک بڑے انقلاب کی دہلیز پر کھڑے ہیں اچھی طرح سوچ لیجئے! کیا کر رہے ہیں؟ اب اپنی سرنوشت کو ایک خاندان سے جوڑ رہے ہیں۔ اس رشتہ کا نتیجہ کامیابی کمال و ارتقاء ہونا چاہیئے نہ کہ پستی و ناکامی۔

دل کی آنکھوں سے پیغمبر اسلام کو دیکھئے جو آپ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں ان تنبیہی پیغام کو روح کی گہرائیوں سے سنیئے:

---

(۱) جواہر جلد ۲۹ ص ۳۷

«قَامَ النَبِیُّ ﷺ خَطِیباً، فَقَالَ: أیُّھا النَّاسُ! إیَّاکُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ، قِیلَ: یَا رَسُولَ اللہِ! وَ مَا خَضْرَاءُ الدِّمَنِ؟ قَالَ: اَلْمَرْءَةُ الْحَسْنَاءُ فِی مَنْبَتِ السُّوءِ» (۱)

پیغمبر اکرمؐ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا: لوگو! مزبلہ پر اُگے ہوئے سبزے سے بچو! پوچھا گیا! اے اللہ کے رسول مزبلہ پر اُگا ہوا سبزا کیا ہے؟ فرمایا: وہ خوبصورت عورت جس نے پست خاندان میں نشو و نما پائی ہو (لڑکا اور مرد کا بھی یہی حکم ہے)

ہم نے بہت سے جوانوں کو فریب کھاتے اور خود کو گندگی میں گرتے دیکھا ہے کہ جس سے باہر نکلنا ناممکن ہو گیا ہے۔

سوال و جواب

ہم نے کبھی برے اور پست خاندانوں سے اچھے بچے پیدا ہوتے دیکھے ہیں اور اس کے برعکس شریف و پاکیزہ خاندانوں سے ناشائستہ بچوں کو جنم لیتے دیکھا ہے

جواب! اولاً جی ہاں ایسا بھی ہوتا ہے لیکن ایسا کبھی ہوتا ہے، استثنائی صورت ہمیشہ رہی ہے اور رہے گی کبھی مزبلہ پر پھول کھلتے ہیں اور کبھی گلستانوں میں خار پیدا ہو جاتے ہیں۔ استثنائی صورتوں پر کلی قانون کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی، ہمارے بیان کی بنیاد اکثریت ہے۔

ثانیاً: ان استثنائی بچوں میں بھی اپنی اصل کے ریشے موجود رہتے ہیں اور اس کے آثار ان کے وجود میں پائے جاتے ہیں یہ ممکن ہے کہ وہ آثار عام

حالات میں ظاہر نہ ہوں لیکن غیر معمولی اور سخت حالات میں ظاہر ہو جاتے ہیں، پردے ہٹ جاتے ہیں اور حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔

ثالثاً: اگر کسی کو یہ یقین حاصل ہو جائے کہ فرع اپنی اصل کی غیر ہے؟ اور اسی طرح وہ اس فرع کو اصل سے جدا کرنے میں کامیاب ہو جائے اور وہ اپنے ہونے والے بچوں میں اس کا اثر پیدا نہ ہونے دے گا تو ایسی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے، لیکن یہ ہر ایک کے قبضہ کی بات نہیں ہے۔

سوال: پس ناشائستہ اور غلط و فاسد خاندانوں کے بچے کیا کریں؟ کیا وہ کنوارے ہی رہیں؟

جواب: اس فصل کے آخر میں اس سوال کا جواب۔ انشاء اللہ۔ مفصل طور پر بیان ہوگا

۴ — عقل

(طرفین کے لئے بنیادی شرط)

ایک کامیاب زندگی گزارنے کے لئے عقل سلیم اور صحیح فکر کی ضرورت ہے عقل وہ مشعل ہے جو جادۂ زندگی کو روشن کرتی ہے اور اس کے نشیب و فراز کو دکھاتی ہے تاکہ انسان ان کے لئے صحیح فیصلہ کرے عقل اچھائی اور برائی کو پرکھنے کا ذریعہ ہے۔

زن و شوہر کو صحیح طور پر زندگی گزارنے اور نیک و شائستہ بچوں کی تربیت کے لئے عقل و فکر سے کام لینا چاہیئے،

امیر المومنین۔ علیہ السلام۔ نے احمق (جس کے پاس عقل و شعور نہ ہو) سے شادی کرنے سے شدت کے ساتھ منع کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

«إِيَّاكُمْ وَ تَزْوِيجَ الْحَمْقَاءِ! فَإِنَّ صُحْبَتَهَا بَلَاءٌ وَ

وَلَدُهَا ضِيَاعٌ» (وسائل الشیعہ، جلد ۱۴، ص ۵۶۔)

احمق سے شادی کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اس کے ساتھ زندگی گزارنا مصیبت ہے اس کے بچے بھی برباد ہو جاتے ہیں۔

امامؑ کے اس کلام میں دو اہم نکتے بیان ہوئے ہیں: ایک بیوقوف شریکِ حیات کی ہمنشینی مصیبت ہے، جس سے عقل مند انسان کے ناک میں دم ہو جاتا ہے۔ دوسرے بچوں کی تباہی و بربادی، جو کہ موروثی لحاظ سے اثر ہوتا ہے اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے بھی اور یہ دونوں ہی بڑے نقصانات میں سے ہیں۔

توجہ !

ممکن ہے ایک انسان پڑھا لکھا ہو لیکن عاقل نہ ہو۔ یا عقل مند ہو لیکن تعلیم یافتہ نہ ہو یعنی ایسا نہیں ہے کہ ہر پڑھا لکھا عقل مند بھی ہو، اسی طرح عقل مند ہونا بھی تعلیم یافتہ ہونے کے مساوی نہیں ہے۔ البتہ علم و عقل ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں لیکن دونوں ایک ہی نہیں ہیں بہت سے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں لیکن عقل و نظر سے عاری ہوتے ہیں، اور اگر یہ دونوں (عقل و علم) ایک جگہ جمع ہو جائیں تو نورٌ علیٰ نور ہے۔

چنانچہ سیانے پن اور حیلہ بازیوں کو عقل کا نام نہیں دیا جا سکتا اور نہ ان کے حامل کو عاقل کہا جا سکتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث میں عقل و عاقل کے معنیٰ:

آپؑ سے دریافت کیا گیا عقل کیا ہے؟ فرمایا:

«مَا عُبِدَ بِهِ الرَّحْمٰنُ وَ اكْتُسِبَ بِهِ الْجِنَانُ»

عقل وہ ہے جس کے ذریعہ خدائے رحمان کی عبادت
کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ جنت حاصل کی جاتی ہے

سائل نے سوال کیا کہ پھر معاویہؓ کے پاس کیا چیز تھی ؟ (کہ جس نے اسے سیاست مدار، سیانا اور حیلہ گر بنا دیا تھا)

امام نے فرمایا :

«تِلْكَ النَّكْرَاءُ ، تِلْكَ الشَّيْطَنَةُ ، وَ هِيَ شَبِيهَةٌ بِالْعَقْلِ وَ لَيْسَتْ بِالْعَقْلِ» اصول کافی جلد ۱، کتاب العقل والجہل، حدیث شمارہ ۳

وہ نیرنگ و شیطنت تھی جو عقل کی شبیہ ہے عقل نہیں ہے۔

ایک ناخوشگوار واقعہ

ایک لڑکی کم عقل تھی لیکن شکل و صورت کے اعتبار سے حسین و جمیل تھی اس سے ایک غلام کا پیغام دیا گیا اسے خواستگاری کے وقت ہی معلوم ہو گیا کہ لڑکی کم عقل ہے لہذا وہ شادی سے منصرف ہوتا جا رہا تھا لیکن لڑکی کے حسن و جمال نے اسے اندھا بنا دیا تھا۔

بہر حال شادی ہو گئی .... ایک مدت گزر گئی اور جوانی کا نشہ ڈھل گیا تو مشکلوں اور شکر رنجی کا سلسلہ شروع ہوا، کیونکہ لڑکی کا وہ امتیاز "حسن و جمال" کہ جس نے غلام کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا اور اس کی تمام خامیوں کو چھپا لیا تھا اب وہ ماند پڑ گیا تھا وہ بیوی کی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکتی تھی وہ عورت اپنے شوہر کے لئے ایک ہمدم اور ہمنشین کا کردار ادا نہیں کر سکتی تھی .... ان کی زندگی دن بدن تلخ ہوتی جا رہی تھی ..... ان ہی حالات میں

ایک بچہ بھی پیدا ہوگیا تھا۔

عام طور پر بچہ کی پیدائش سے زندگی میں خوشحالی اور رونق آجاتی ہے اور امیدیں بڑھ جاتی ہیں لیکن ان کی زندگی میں نہ صرف یہ کہ ایسی کوئی تبدیلی نہیں آئی بلکہ مشکلیں اور ناچاقیاں بڑھ گئیں کیونکہ عورت میں بچہ کی پرورش و نگہداری کی صلاحیت نہیں تھی وہ بچہ کے لئے اچھی ماں ثابت نہیں ہو سکتی تھی غلام اپنی بیوی کو ماہر نفسیات کے پاس لے گیا (حالانکہ یہ کام اسے شادی سے قبل کرنا چاہئے تھا) ماہر نفسیات نے تشخیص فرمائی کہ عورت میں عقل و خرد کی کمی ہے چونکہ وہ اپنی عمر کی نصف منزل طے کر چکی ہے لہذا اس کا علاج نہیں کیا جا سکتا۔

واضح ہے کہ ایسی زندگی میں دوام نہیں ہوتا ہے۔

آخر کار شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی اور وہ معصوم بچہ ماں سے محروم ہو گیا۔

اس سے بھی زیادہ ناخوشگوار واقعہ

حمیدہ بیگم دیندار، عاقلہ اور فہمیدہ عورت تھی کہ جس کی شادی ایک ہوس پرست، بے پروا اور بے وقوف مرد سے ہوگئی تھی۔ وہ اپنے شوہر کی بداخلاقی اور بدکرداری کا غم برداشت کرتی رہی اور خون دل پیتی رہی۔

شوہر دلالی، حیلہ گری اور ناجائز طریقہ سے کچھ پیسہ حاصل کرتا تھا جبکہ حمیدہ حرام پیسے سے محتاط رہتی تھی اور مشکوک مال سے پرہیز کرتی تھی۔

شوہر کو نامحرموں پر جملہ چست کرنے میں کوئی عار نہ تھا جب کہ حمیدہ پاک دامن اور نجیب تھی اور اپنے شوہر کی غلط و نازیبا حرکتوں سے رنجیدہ ہوتی

تھی لیکن عزت کی خاطر دم نہیں مارتی تھی...

اسی طرح کئی سال گزر گئے اور حمیدہ اپنی تمام کوششوں کے باوجود اپنے شوہر کی اصلاح نہ کرسکی۔ اس کے شوہر کے پاس پیسہ جتنا زیادہ ہوجاتا تھا اسی لحاظ سے وہ عیاش بنتا جاتا تھا اور اس کے بھکڑپن میں اضافہ ہوتا جاتا تھا.... یہاں تک کہ حمیدہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اب اس بوالہوس کے اخلاق وکردار کو برداشت نہیں کرسکتی تھی.... مختصر یہ کہ اس سے علیحدگی اختیار کرلی۔

لیکن افسوس اب یہ شادی سے پہلے والی حمیدہ نہیں تھی، اس کے صحیح و سالم اعصاب روحی نشاط کو اس نامرد بے وقوف نے افسردہ وپژمردہ بنادیا تھا۔

﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾ (۱)

عقل والو! عبرت حاصل کرو!

۵ ـــــ جسم وروح کی سلامتی

ازدواجی زندگی کی کامیابی میں جسم وروح کی سلامتی کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔

بعض جسمی اور نفسیاتی بیماریوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے اور وہ زوجیت کے فرائض کی انجام دہی میں مانع نہیں ہوتی ہیں نہ ان کا زندگی پر کوئی منفی اثر ہوتا ہے، انھیں برداشت کیا جاسکتا ہے اور علاج کے ذریعہ انھیں برطرف کیا جاسکتا ہے، ایسی بیماریوں سے ہماری بحث نہیں ہے بلکہ شریک حیات کے انتخاب کے سلسلے میں جسم وروح کے عمیق نقائص اور گہری

اور ناقابل علاج بیماریوں کو مدّ نظر رکھنا چاہئے کہ یہ عمر بھر انسان کے ساتھ لگی رہتی ہیں اور مرد و عورت کے لئے ان کا برداشت کرنا آسان نہیں ہے کہ حقوق کی ادائیگی میں مانع ہوتی ہیں۔ شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو چاہتی ہو تاکہ اس کے ساتھ زندگی گزار سکے بعض نقائص اس محبت میں مانع ہوتے ہیں۔

ممکن ہے اس بات کو اہمیت نہ دینے اور جذبات و نامعقول رویہ اختیار کرنے سے زندگی پر کاری ضرب لگے۔

اس اندوہ ناک واقعہ کو ملاحظہ فرمائیں

ہادی ایک صحیح و سالم اور زندہ دل جوان تھا۔ اس نے ایک عضو کی ناقص لڑکی سے شادی کرلی تھی۔ شادی سے پہلے وہ جانتا تھا کہ اس لڑکی کا عضو ناقص ہے لیکن وہ جذبات کی رو میں بہہ گیا اور دوسرے پہلوؤں پر غور نہیں کیا وہ کار خیر انجام دینا چاہتا تھا اس نے ترس کھا کر اس لڑکی کو قبول کرلیا۔

ایک زمانہ گزر گیا تو مرد کی طرف سے بہانہ بازی کا آغاز ہوا عورت کے اس عضو میں نقص تھا جو کہ اس کی جنسی خواہش کے برانگیختہ نہ ہونے کا سبب تھا ہادی صاف طور پر یہ بات کہنے میں شرم محسوس کرتا تھا کہ میں فلاں چیز سے خوش نہیں ہوں ناچار اس نے دوسرے بہانے تراشے .... ناچاقی اور کشمکش بڑھتی چلی گئی ان اختلافات اور شکر رنجیوں نے ایک طرف تو عورت کو عضو کے ناقص ہونے کی وجہ سے احساس کمتری میں مبتلا کر دیا اور دوسری طرف عورت کو اعصابی و نفسیاتی بیماری میں مبتلا کر دیا اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا تھا مشکلات بڑھتی جاتی تھیں۔

ہادی نے اپنے ازدواجی مسائل مجھ (مؤلف) سے بیان کئے اور ان اختلاف اور مشکلات کا باعث اپنی بیوی کی اعصابی اور نفسیاتی بیماریوں کو بیان کیا اور وہ بھی بیماری کے عنوان سے نہیں بلکہ بیوی کی غلطی و خطا کے عنوان سے نقل کیا لیکن میں یہ سمجھ رہا تھا کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔۔۔

اعصابی و نفسیاتی ڈاکٹر نے علاج کیا لیکن اختلافات کا سلسلہ جاری رہا۔۔ یہاں تک کہ ہادی کی طاقت جواب دے گئی اور اب وہ اس زندگی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔۔۔۔ لہٰذا دوسری عورت سے شادی کر لی۔

ان سطور کو قلم بند کرتے وقت تک وہ مظلوم عورت اپنے والد کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے۔ نہ طلاق ہوئی اور نہ ازدواجی زندگی میسّر۔

● ● ●

اسلام نے بعض بیماروں سے شادی کرنے سے منع کیا ہے جیسے جذام، جنون اور برص کے مریض جو شریک حیات کی بدبختی اور نسلوں کی تباہی کا باعث ہوتے ہیں۔

سوال و جواب

سوال: لنگڑے، لولے اور بیمار کیا کریں؟ کیا ہمیشہ کنوارے ہی رہیں؟

جواب: ہم اس فصل کے آخر میں اور چھٹی فصل کی بحث ایثار گرانہ شادیوں میں اس سوال کا جواب دیں گے۔

۶ خوبصورتی

خوبصورتی ایک امتیاز و خوبی ہے اور ازدواجی زندگی کی کامیابی و وسعادت میں اس کا بڑا حصّہ ہے۔

وہ انسان جو کہ میاں بیوی اور ایک دوسرے کے مددگار کے عنوان سے ایک سعادت مند گھر کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں اور آخری عمر تک عشق و محبت اور باصفا زندگی گزارنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں اور ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں۔

حُسن و خوبصورتی کا کوئی مخصوص معیار اور معین زاویہ نہیں ہے کہ جس پر افراد کو پرکھا جا سکے بلکہ ۔ایک حد تک۔ اس کا تعلق لوگوں کی پسند سے ہے ممکن ہے ایک انسان ایک شخص کی نظروں میں خوبصورت ہو اور دوسرے کی نظر میں بدصورت ہو، لیلیٰ مجنوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ لیلیٰ دوسرے لوگوں کی نظروں میں بدصورت تھی لیکن مجنوں کی نظر میں حسین ترین عورت تھی خوبصورتی ایک نسبی شئی ہے، ضروری نہیں کہ وہ نقطۂ عروج پر ہو بلکہ اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں، اچھے لگتے ہوں اور مرکز نگاہ ہوں۔

اگر ایک انسان ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے اپنی شریکِ حیات کو پسند نہ کرے اور اس سے محبت نہ رکھتا ہو تو ممکن ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی۔ وہ اپنی شریکِ حیات پر ظلم کرے اور بات، بات پر اعتراض کرے اور اس کی زندگی کو تلخ بنا دے۔

زندگی کے شریک کا حُسن وخوبصورتی یہ ہے کہ وہ اپنے ہمسر کے ایمان اوراس کی عفت کی حفاظت وتقویت میں موثر ثابت ہو، اور اگر شوہر اپنی زوجہ کے حسن وجمال سے مطمئن وراضی ہوگا تو پھر اس کی آنکھیں اور خیالات دوسری عورتوں کی طرف نہیں جائیں گے اور دوسروں کی خوبصورتی کو دیکھکر افسوس نہیں کرے گا اور غیروں کے تعاقب میں نہیں جائے گا اور نہ ہی اپنی بیوی کے حقوق میں خیانت کرے گا مگر یہ کہ وہ انسانیت کے دائرہ ہی سے خارج ہو اور ایمان وعفت سے لاتعلق ہو!

اسلام میں اس کی تاکید کی گئی ہے چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے:

«إِذٰا أَرٰادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَتَزَوَّجَ الْمَرْءَةَ فَلْيَسْأَلْ عَنْ شَعْرِهٰا ، كَمٰا يَسْأَلُ عَنْ وَجْهِهٰا ، فَإِنَّ الشَّعْرَ أَحَدُ الْجَمٰالَيْنِ» (1)

جب تم کسی عورت سے شادی کرنے کا فیصلہ کرو تو (اس کی خوبصورتی کی تحقیق کرو) اس کے بالوں اور چہرے کے متعلق تحقیق کرو کیونکہ بال حسن ہے (اور انسان کے حسن وجمال میں اس کا دخل ہے)

اسی طرح زن وشوہر کو اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ ایک دوسرے کے لئے خود کو سنواریں اور ایک دوسرے کو خوش کریں تاکہ کجروی وانحرافات سے محفوظ رہیں.

ایک معصوم امام نے بالوں پر مہندی لگا کر رنگین کر لیا تھا ایک شخص نے یہ کیفیت دیکھ کر تعجب کے ساتھ دریافت کیا آپ نے خود کو کتنا حسین بنالیا ہے؟

امام نے فرمایا:

«نَعَمْ، إِنَّ التَّهْيِئَةَ مِمّٰا يَزِيدُ فِي عِفَّةِ النِّسٰاءِ ...»

جی ہاں مرد کا خود کو سنوارنا عورت کی عفت میں اضافہ کرتا ہے۔

ان چیزوں سے بے پروائی کے نتیجہ میں ممکن ہے بدبختیوں اور رسوائیوں سے دوچار ہونا پڑے۔

جنسی مسائل اور عشق و محبت کے بارے میں علیحدہ بحث کرنا ضروری ہے چنانچہ ہم اسی فصل میں، عشق محور زندگی ہے کے ذیل میں۔ انشاء اللہ ان چیزوں سے بحث کریں گے۔

توجہ!

دیگر صفات و معیار کے ساتھ حسن و خوبصورتی کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ اخلاق و عفت اور دینداری کو چھوڑ کر صرف حُسن و جمال ہی کو مد نظر نہ رکھا جائے..... یہ تنہا امتیاز شمار نہیں ہوتا ہے دوسری طرف ایک خطرناک آفت ہے۔ حسن و خوبصورتی اس شخص کے لئے کمال و امتیاز شمار ہوتی ہے جو عقل، اخلاق و عفت اور خاندانی شرافت کا حامل ہوتا ہے ورنہ ذلیل کرنے والی مصیبت ہے۔

بے عفت حُسن ایسا ہی ہے جیسے مزبلہ پر اگا ہوا سبزہ زار۔ پیغمبر اکرمؐ کی جو حدیث خاندانی شرافت کے ضمن میں بیان ہوئی ہے وہ یہاں بہت صادق آتی ہے۔

«إِيَّاكُمْ وَ خَضْرَاءَ الدِّمَنِ ...»(۱)

مزبلے پر اُگے ہوئے سبزہ سے بچو!...

اور اسی طرح آپ کی یہ حدیث:

«مَنْ تَزَوَّجَ امْرَءَةً ... لِجَمٰالِهٰا، رَأیٰ فِیهٰا مٰا یَکْرَهُ» (۱)
جو شخص کسی عورت سے اس کی خوبصورتی کی بناپر اور اسی طرح عورت مرد سے شادی کرے تو اس میں منفور چیزوں کو مشاہدہ کرے گی

خوبصورتی ازدواجی زندگی کا رکن اساسی اور مستقل معیار نہیں ہے بلکہ ایک صفتِ کمال ہے اگر یہ اساسی و بنیادی معیاروں کے ساتھ پایا جائے گا تو اہمیت کا حامل ہوگا ورنہ اس کی کوئی اہمیت نہ ہوگی۔

افسوس کہ یہ صفت کبھی کبھی بعض جوانوں کو اندھا بنا دیتی ہے اور وہ بہت سی اقدار کو اسی پر قربان کر دیتے ہیں کسی بھی انسان کا حسن ان (جوانوں) سے دور اندیشی کی صلاحیت سلب کر لیتا ہے اور وہ اس پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور پھر وہ اصلی معیاروں سے چشم پوشی کر کے .... متزلزل بنیاد پر اپنی زندگی کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔ نتیجہ میں کچھ دنوں کے بعد وہ حسن و جمال اور کشش ختم ہو جاتی ہے اور پہلے جیسی منھ زور شہوت کا زور بھی گھٹ جاتا ہے اور وہ خصوصیت (خوبصورتی) جس کی بنا پر شادی کی تھی وہ ماند پڑ جاتی ہے۔ اس وقت بے مہری، اختلافات اور نزاع وجود میں آتی ہے اور «یَریٰ فِیهٰا مٰا یَکْرَهُ»! اس سے ناپسندیدہ صفات آشکار ہوتے ہیں۔

لیکن جس شخص نے دینداری، عفت اور ایمان کو اپنی زندگی کی حقیقی بنیاد قرار دیا اور ان کے ساتھ حسن کو ایک صفت کمال سمجھا اس کی زندگی کو زمانہ کی گردش فرسودہ نہیں کر سکتی کیونکہ!

---

(۱) مبحث تدین صفحہ ۵۵

﴿اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ، سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ (۱)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے عنقریب رحمٰن لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دے گا۔

دیندار اور با ایمان ہونے کی جزا میں خدائے مہربان میاں بیوی کے درمیان ایسی شدید محبت پیدا کر دیتا ہے کہ جسے کوئی عامل ختم نہیں کر سکتا یہاں تک کہ جوانی کا شاداب زمانہ بھی اس پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

﴿مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ﴾ (۲)

جو کچھ تمہارے پاس (مادی چیز) ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو خدا کے پاس ہے (الٰہی رنگ میں رنگا ہوا ہے) وہ باقی رہے گا۔

جو رشتے الٰہی اقدار کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں وہ دائمی ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ تمام رشتے ناپائیدار ہوتے ہیں۔

۷ ـــــ علم

انسان کی سعادت و کامیابی میں علم کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے اور علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے۔

«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ» (۳)

---

(۱) سورۂ مریم آیت ۹۶ (۲) سورۂ نحل آیت ۹۶ (۳) پیغمبر اکرمؐ اصول کافی جلد ۱، کتاب العلم، حدیث ۱

شریکِ حیات کے انتخاب اور ازدواجی زندگی میں تعلیم کو خاص اہمیت حاصل ہے اور یہ شائستہ ہمسر (لڑکے یا لڑکی) کے لیے امتیاز شمار ہوتی ہے اور زندگی کے رشد وارتقاء ہمسری کے فرائض کی انجام دہی اور بچوں کی تربیت میں اس کا اچھا اثر ہوتا ہے، لیکن یہ خصوصیت بھی (خوبصورتی کی مانند) شرطِ کمال ہے بنیادی رکن نہیں ہے لہٰذا اصلی معیار وصفات کے ساتھ اس کو ملحوظ رکھنا چاہیئے نہ کہ مستقل تصور کیا جائے اس سلسلے میں جو کچھ خوبصورتی والی بحث میں بیان ہوا ہے وہی یہاں بھی صادق آتا ہے۔

علم، عقیدہ وایمان کے بغیر ہمیشہ مضر ثابت ہوتا ہے جیساکہ ایمان و عفت کے بغیر خوبصورتی مضر ثابت ہوتی ہے۔

اس موضوع میں اہم نکتہ یہ ہے کہ علمی اعتبار سے میاں، بیوی کے درمیان تناسب ہو اور دونوں کفو ہوں۔ انشاءاللہ ہم کفو والی بحث میں اسے بیان کریں گے

۸۔ ایک دوسرے کا کفو ہونا

(ہمسری، مماثلت، تناسب)

اس فصل کے آخر میں، یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اس فصل کے اہم ترین مباحث میں سے ایک شریک حیات کے انتخاب کے معیار ہیں اور اس فصل کی اہم ترین بحث میاں بیوی کا کفو ہونا ہے شریکِ زندگی کے انتخاب میں یہ چیز بہت ہی حساس ہے اس سلسلے میں غور وفکر سے کام لینا چاہیئے،

میاں بیوی کا ایک دوسرے کے لئے کفو ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ لڑکے لڑکی میں ہم آہنگی، ہمسری، تناسب اور مماثلت ہو اور ایک کا دوسرے سے مزاج ملتا ہو۔ اصطلاح میں یہ کہا جائے کہ دال گل سکتی ہے۔

ازدواج و شادی دو انسانوں اور دو خاندانوں کے درمیان ایک قسم کا پیوند ہے ازدواجی زندگی ایک مرکب وقوعہ ہے کہ جس کے بنیادی ارکان، مرد وعورت ہیں ان دونوں کے درمیان جتنی ہم آہنگی، ہمخیالی اور روحی واخلاق لحاظ سے جیسی مماثلت ہوگی اسی کے مطابق ان کے رشتہ اور ناتے میں استحکام پیدا ہوگا اور جس قدر اس میں ہم آہنگی اور تناسب میں ضعف و کمی ہوگی اسی کے مطابق زندگی میں تلخیاں ناپائیداری اور بدمزگی پیدا ہوگی۔

خانگی زندگی میں رونما ہونے والی تلخیوں اور ناپسند باتوں کی جڑ میاں بیوی کے درمیان تناسب وہم آہنگی کا نہ ہونا ہے۔

وہ دو انسان جو کہ ایک دوسرے کے شریک زندگی بننا چاہتے ہیں اور باہم زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ تمام امور میں صدق دل سے ایک دوسرے کے شریک بن جائیں کچھ بچے پیدا کرکے ان کی تعلیم وتربیت کے فرائض انجام دیتے جائیں تاکہ وہ کمال پر پہنچ جائیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ ان کے مزاج میں ہم آہنگی، مماثلت ہو اور ایک دوسرے کے کفو ہوں۔

افسوس ہے کہ شریک زندگی کے انتخاب میں۔ عام طور پر اسی چیز پر اکتفا کرلی جاتی ہے کہ جسے عرف عام میں اچھا کہا جاتا ہے اور لڑکے، لڑکی کے کفو ہونے پر بہت کم توجہ کی جاتی ہے جب کہ شریک حیات کے انتخاب کے معیاروں کا محور یہی کفو ہونا ہے۔

ہمارے معاشرے میں ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں کہ جو کلی طور پر شادی کے لائق نہ ہوں تمام لڑکے، لڑکیاں۔ بعض سے قطع نظر۔ شادی کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن یہ دیکھنا چاہیئے کہ کون لڑکا کس لڑکی کے لئے مناسب و موزوں ہے اور کون لڑکی کس لڑکے کے لئے ٹھیک ہے۔

فلاں گھر میں جو عورت ہے، جس کی اپنے شوہر سے نہیں بنتی ہے جن کی زندگی میں تلخی ہے یا وہ مرد جس کا اپنی زوجہ سے اختلاف رہتا ہے اور دونوں کی زندگی بدمزہ ہے اگر ان دونوں کے کفو سے شادی کی جاتی تو یہ مشکلات کھڑی نہ ہوتیں اور یہ لڑائی جھگڑا نہ ہوتا اور اگر ہوتا بھی تو بہت کم ہوتا۔

جو حضرات شادی سے قبل اپنی ہمسر و شریکِ حیات کا مطالعہ کرتے ہیں اور ہم مزاج و کفو بیوی تلاش کرتے ہیں انہوں نے شادی کے بعد والی بعض مشکلات کو حل کیا ہے اور بچّوں کی تربیت کے مسائل کو بھی حل کیا ہے اس صورت کے علاوہ جن مشکلات کو وہ شادی سے قبل حل کر سکتے ہیں، انھیں شادی ہو جانے کے بعد والے زمانہ پر چھوڑ دینے سے پرہیز کرتے ہیں۔[1]

توجہ!

دونوں کے مزاج میں سو فیصد ہم آہنگی ناممکن ہے؛ کیونکہ ہر شخص مخصوص خاندان، اخلاق، ماحول، روح اور عقل کا حامل ہے جو کہ دوسرے سے مختلف ہے، لیکن اس بات کی کوشش کرنا چاہئے کہ یہ فاصلہ کم سے کم ہو اور دونوں زن و شوہر جہاں تک ہو سکے ایک دوسرے سے قریب ہوں۔

1۔ با فرزند خود چگونہ رفتار کنیم؟ ڈاکٹر محمد رضا شرفی، صفحہ ۵۰

ایک عبرت انگیز واقعہ

کفو اور ہمسری کی بحث کے آغاز سے قبل بعد والے مطالب کی وضاحت کے لئے میں اپنی آنکھوں دیکھا واقعہ بیان کرتا ہوں کہ جسے میں نے قریب سے دیکھا اور اس کے تمام مراحل میرے سامنے طے ہوئے ہیں۔

اسمٰعیل اور صغوری دونوں دین دار، خوش اخلاق اور اسلام اور اسلامی انقلاب کے پابند تھے لیکن ان امور کے سلسلے میں ان کے نظریات میں اختلاف تھا۔ اسمٰعیل نے دیہاتی ماحول اور اس کی ثقافت و آداب اور دیہات کی زندگی کی خصوصیات کے سایہ میں پرورش پائی تھی چنانچہ وہ اپنی مادر وطن (دیہات) کے خصوصیات و اقدار کا پابند تھا۔ صفوری ایک بڑے شہر میں پیدا ہوئی اور اس کی مخصوص فضا اور تہذیب میں پروان چڑھی دونوں ہی دنیا کو مخصوص زاویۂ نگاہ سے دیکھتے تھے، ان کے درمیان، روحانی، اخلاقی، جسمانی خاندانی اور ثقافتی مماثلت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ اسلامی انقلاب۔ جس کے دونوں ہی خیر خواہ تھے۔ کے مفہوم میں بھی دونوں کے درمیان اختلاف تھا، اسلام کے سمجھنے اور اس سے نتیجہ برآمد کرنے کے طریقہ میں اختلاف تھا'

ایک خیر خواہ آدمی نے ان کی شادی کرائی تھی شادی کرانے والے کی نیت میں ہرگز فتور نہ تھا بلکہ اس نے اپنا شرعی فریضہ سمجھتے ہوئے خدا کی خوشنودی کے لئے ان کی شادی کرائی تھی لیکن۔ افسوس۔ اسے ان کے ہمسر اور کفو ہونے اور ان کی فکری، روحی، اخلاقی، جسمی اور خاندانی ہم آہنگی کے متعلق کوئی خاص علم نہ تھا۔ اسی لئے ثالثی میں۔ جس کے فرائض موصوف اکثر انجام دیتے تھے۔ کامیاب نہ تھے اور ایسی ثالثی سے بہت سی شادیاں

صحیح معنوں میں کامیاب نہیں ہوتی ہیں۔

بہرحال اسمٰعیل وصفوریٰ کی شادی ہوگئی۔ ازدواجی زندگی کی ابتداء ہی میں اختلاف، کشمکش اور نفسیاتی جنگ کا آغاز ہوگیا۔ اسمٰعیل کہتے تھے صفوریٰ کے لئے وہ چیز اہم ہے جس کی میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے میرے لئے بھی وہ چیزیں اہم ہیں جن کی صفوریٰ کی نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں ہے.... صفوریٰ کے دل میں بھی یہی باتیں تھیں۔

دونوں ہی تعلیم یافتہ اور وسیع مطالعہ کے حامل تھے لیکن علمی موضوعات میں دونوں کے درمیان بہت اختلاف تھا، خاندانی چال چلن اور تعلقات و روابط مہمانی اور آمد و رفت سے متعلق دونوں کا مخصوص شیوہ تھا دونوں کے نظریات اور پسند میں بہت زیادہ فرق تھا بچوں کی تربیت کے سلسلے میں دونوں کے نظریات میں بعد المشرقین تھا۔ وہ ہرگز کام کو ہم آہنگی اور مشترک طور پر انجام نہیں دے سکتے تھے۔ دونوں میں سے ایک بھی اپنے موقف سے نہیں ہٹتا تھا۔ کوئی اپنی بات نیچی نہیں ہونے دیتا تھا۔

اکثر ان کے مسائل کا دوسرے فیصلہ کرتے تھے، اپنے خانگی مسائل کو ایس و آل کے پاس لے جاتے تھے لیکن ان کے درمیان تفاہم و توافق نہیں ہوتا تھا، آخر کار ان کے مشیر و صلاح کار نے، جوکہ نہایت ہی محتاط آدمی تھے اور میاں بیوی کے درمیان طلاق کا فیصلہ بہت کم کرتے تھے، طلاق کا مشورہ دیا اور کہا: یہ رشتہ جاری رکھنے کے لائق نہیں ہے اور طلاق کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

آخر کار اسمٰعیل اور صفوریٰ طلاق کے ذریعہ ایک دوسرے سے جدا ہوگئے لیکن اس ماجرے میں ان کا ایک بچہ قربان ہوگیا

اسمٰعیل وصفوریٰ کے اہم اختلافات

(۱)__ فکری وثقافتی اختلاف (اجتماعی، عقیدتی اور تربیتی مسائل میں اختلاف)

(۲)__ نفسیاتی اور روحی اختلاف۔

(۳)__ اخلاق میں اختلاف۔

(۴)__ بہت سے امور کی انجام دہی کے طریقوں میں اختلاف۔

(۵)__ جنسی وجسمی تفاوت جنسی اعتبار سے ان میں سے ایک قوی اور گرم مزاج تھا دوسرا کمزور اور سرد مزاج کا تھا اپنے زندگی کے ساتھی کی صحیح طریقہ سے پیاس نہیں بجھا سکتا تھا۔ اختلاف کی اہم علامتوں میں سے ایک یہ مسئلہ بھی تھا جس کی پیاس نہیں بجھتی۔ وہ صریح طور پر اس بات کو بیان نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن دوسرے موقعوں پر اس کا انتقام لیتا تھا۔

(۶)__ حسن وظاہری شکل وصورت والی شکل (ان میں سے ایک دوسرے کی صورت وجسم سے خوش نہ تھا) جب کہ دوسرا راضی تھا یہ بھی اختلاف موثر ترین عامل تھا۔

(۷)__ ایک دوسرے کے خاندان میں تفاوت تھا (ایک دوسرے کے خاندان اور عزیزوں کو پسند نہیں کرتا تھا بلکہ ان سے ناچاقی رہتی تھی)

شبہ کا ازالہ

ہمارا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ دیہاتی شہری کے کفو نہیں ہیں اور نہ ہی ہماری مراد یہ ہے شہری، دیہاتیوں سے بہتر ہیں یا دیہاتی شہریوں سے اچھے ہیں۔ بہت سے شہری اور دیہاتیوں نے آپس میں شادیاں کی ہیں اور بہترین زندگی

گذار رہے ہیں اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو شہریوں یا دو دیہاتیوں میں بھی ہم آہنگی نہیں ہوتی ہے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہونے والے میاں بیوی کے درمیان فکری اخلاقی اور جسمی وروحی ہم آہنگی ہونا چاہیئے اوراس کے لئے شریک حیات کے انتخاب میں ان کے کفو ہونے پر توجہ رکھنا چاہیئے۔

شرافت و فضیلت اور بڑائی کا معیار تقویٰ اور اخلاقی والٰہی اقدار ہیں۔

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۱)

خدا کے نزدیک تم میں سے وہی زیادہ معزز و محترم ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

لڑکے، لڑکی کے کفو ہونے کے موارد

گزشتہ وضاحتوں سے لڑکے لڑکی کے درمیان ہم آہنگی اور کفو والی بحث کے لئے زمین ہموار ہوگئی ہے اب ہم ہمسری کے موضوع کے بعض جزئیات کو سپرد قلم کرتے ہیں۔

① ــــ دینی وایمانی برابری

دین دار اور اسلام کے اصول و فروع کی پابند عورت کو اپنے جیسے مرد سے شادی کرنا چاہیئے البتہ سو فیصد تناسب کا امکان نہیں ہے لیکن جتنا بھی فاصلہ کم اور قربت زیادہ ہو بہتر ہے۔

ایک مرد نے پیغمبر اسلام سے دریافت کیا: میں کس عورت سے شادی کروں؟

آپؐ نے فرمایا:

«الأَكْفَاء»

کفو سے «جو تمہارے لئے کفو ہو»

اس نے پوچھا: کفو کون ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا:

«اَلْمُؤْمِنُونَ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ بَعْضٍ» (وسائل جلد ۷ صفحہ ۵۱)

مومنین ایک دوسرے کے کفو ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت فاطمہ زہراؑ کے بارے میں فرماتے ہیں:

«لَوْ لا أَنَّ اللهَ خَلَقَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ـ عليه السلام ـ لَمْ يَكُنْ لِفَاطِمَةَ كُفْوٌ عَلىٰ وَجْهِ الْأَرْضِ، آدَمَ فَمَنْ دُونَهُ»

اگر خداوند عالم امیر المومنین حضرت علیؑ کو پیدا نہ کرتا تو روئے زمین پر جناب فاطمہ زہراؑ کا آدم سے آخر تک کوئی کفو نہ ہوتا

اگر مومن انسان کسی بے ایمان سے شادی کر لے اور اسے دین دار نہ بنا سکے تو اس صورت میں یا تو وہ بھی اس کے رنگ میں رنگ جائے گا یا اس کا مقابلہ کرے گا اور مستقل نزاع رہے گی اور دونوں صورتوں میں نقصان ہے اور ایسی آشوب زدہ زندگی میں جو بچے پیدا ہوں گے وہ بھی کامیابی نہیں حاصل کر سکیں گے۔

سوال و جواب

سوال: کیا مومن و دیندار انسان بے ایمان اور غیر دیندار سے شادی نہیں کر سکتا کہ اس کی ہدایت کرے؟ کیا ابھی تک ایسا نہیں ہوا ہے؟

جواب: الف) اگر کسی کے اندر ایسی صلاحیت ہے اور اس کام کی انجام دہی کا یقین رکھتا ہے تو اسے ایسی شادی کر لینا چاہئے۔ بلکہ یہ پسندیدہ اور مطلوبہ شادی ہوگی اور کرنے والے کو بہت ثواب ہوگا لیکن یہ ہر ایک کے قبضہ کی بات نہیں ہے اور یہ یقین حاصل کرنا بھی آسان کام نہیں ہے۔ اگر اس کی

اگر اس کی کوئی مثال ملتی ہے تو وہ دوسروں کے لئے حجت نہیں ہے اسے سب کے لئے قاعدہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ب) ممکن ہے معاملہ اس کے برعکس ہو جائے یعنی وہ غیر متدین دوسرے کو بھی اپنا ہم رنگ بنا لے۔

اسلام میں بے دین سے جو شادی نہ کرنے کی علت اور وجہ بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے۔

"... لأَنَّ الْمَرْءَةَ تَأْخُذُ مِنْ أَدَبِ زَوْجِهَا وَ يَقْهِرُهَا عَلَىٰ دِينِهِ" (۱)

کیونکہ عورت اپنے شوہر کے ادب (عقیدے اور کردار) کو اختیار کرتی ہے اور مرد اپنی زوجہ کو اپنا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے

اس سلسلے میں مرد کی کیفیت بھی عورت کی سی ہے یعنی ممکن ہے کہ وہ اپنی زوجہ کے عقیدہ کو قبول کر لے اور عورت اسے خلاف شرع کام انجام دینے پر ابھارے۔ مرد اپنی زوجہ کی نامشروع خواہشوں کا کب تک مقابلہ کرے گا تمام عمر تو کشمکش و نزاع میں بسر نہیں کی جا سکتی! ہمارے سامنے ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ بے دین اور لاابالی شریک زندگی نے اپنے دوسرے ساتھی کو بدبخت بنا دیا ہے۔

ج) البتہ کچھ استثنائی موارد بھی ہیں کہ جہاں مومن و دین دار شریک زندگی نے اپنی بے دین بیوی کی اور دین دار بیوی نے اپنے بے دین شوہر کی ہدایت کی ہے یہ اپنی جگہ۔ لیکن ہم جو مطالب بیان کر رہے ہیں وہ اکثریت کے مطابق ہیں اور استثنائی موارد کو قاعدہ کلی نہیں بنایا جا سکتا۔

---

(۱) فروع کافی جلد ۵ ...

۲___ فکری وثقافتی ہم آہنگی وبرابری

زن وشوہر کے درمیان ثقافتی وفکری توافق وتفاہم ازدواجی زندگی میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے ایک ترقی پذیر اور کامیاب زندگی کی بنیاد رکھنے کے لئے اس کے معماروں کو چاہیئے کہ ایک دوسرے کو سمجھیں اور اپنے باطنی افکار سے بھی ایک دوسرے کو آگاہ کریں اور زیادہ تر مسائل میں مشترک فیصلہ کریں اور اسی کے مطابق عمل کریں اور زندگی کے نشیب وفراز میں ایک دوسرے کے مددگار رہیں اور اپنے بچوں کی ایک ہم آہنگ نقشہ کے مطابق تربیت کریں

امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :

«اَلْعَارِفَۃُ لاٰ تُوضَعُ إلاَّ عِنْدَ الْعَارِفِ»

فہمیدہ اور عقلمند عورت کی شادی فہیم وعقلمند مرد ہی سے کرنا چاہیئے۔

میاں بیوی کے درمیان ثقافتی اور فکری ناہم آہنگی کے نقصانات اسمٰعیل صفوی کے واقعہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

البتہ اس سلسلے میں سو فیصد توافق وتفاہم ممکن نہیں ہے، لیکن فاصلہ کم کرنے اور قربت بڑھانے کے لئے کوشش کرنا چاہیئے۔

۳___ اخلاقی ہم آہنگی

زن وشوہر کے درمیان اخلاقی ہم آہنگی اور تناسب کفو اور ہمسری کا اہم رکن ہے، ممکن ہے دینی اعتبار سے ایک دوسرے کے کفو ہوں لیکن اخلاقی لحاظ سے کفو نہ ہوں

درج ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں

پیغمبر اکرم نے اپنے منھ بولے بیٹے زید بن حارث کی اپنی پھوپھی کی لڑکی زینب سے شادی کردی زید بن حارث اور زینب دونوں ہی بڑے دین دار اور با ایمان تھے لیکن اخلاق اعتبار سے دونوں میں اختلاف تھا اور ایک دوسرے کے اخلاق کو پسند نہیں کرتے تھے، ان کی زندگی اختلاف و ناچاقی سے لبریز تھی، رسولؐ نے بار بار انھیں نصیحتیں کیں اور نبھا کرنے کی سفارش کی لیکن اس جوان جوڑے میں برداشت کی طاقت نہ تھی.... آخر کار، خدا کے حکم سے طلاق کے ذریعہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے!

اس واقعہ میں زن و شوہر دونوں ہی، شائستہ انسان ہیں، زید کی شائستگی میں شک نہیں کیا جا سکتا ان کی شرافت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ رسولؐ خدا نے انھیں اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور ان سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے چنانچہ کبھی کبھی (زید الحبیب) پیارے زید کہکے پکارتے تھے۔ اور زینب کی شائستگی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کا عقد خود خدا نے اپنے رسولؐ سے کیا اور وہ آنحضرتؐ کی زوجیت میں آگئیں۔

اس واقعہ کا کچھ حصہ قرآن میں اس طرح بیان ہوا ہے:

﴿وَ إِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللهَ... فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَراً زَوَّجْنَاكَهَا...﴾ (۱)

---

(۱) سورۂ احزاب آیت ۳۷

اور اے رسولؐ جب آپ نے اس شخص (زید) سے کہ
جس پر خدا نے اور آپؐ نے بھی نعمت کی بوچھار کی یہ کہا:
اپنی زوجہ کا خیال رکھو اور خدا سے ڈرو! ... اس کے بعد
جب زید نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی تو ہم نے آپؐ
(رسولؐ) سے اس (زینبؓ) کا عقد کر دیا ...

اخلاق ناہم آہنگی کو ہم اسمٰعیل اور صفوریٰ کے واقعہ میں بیان کر چکے ہیں پس یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ زن وشوہر کے لئے، دیندار ہونا کافی ہے اور ایک کامیاب زندگی کے تمام موارد میں یہی چیز کافی ہے بلکہ دوسری چیزوں کی بھی جانچ پڑتال کرنا ضروری ہے۔

۴ــــ علمی اعتبار سے یکساں ہوں

بہتر ہے کہ علمی اعتبار سے زن وشوہر میں زیادہ فرق نہ ہو تاکہ ان کی زندگی اتفاق وتفاہم سے گزر سکے۔

البتہ اس صفت کو دوسرے خصوصیات کے ضمن میں مدنظر رکھنا چاہیے مثلاً: اگر عورت مغرور و خود پسند اور کم ظرف ہے تو اس کی تعلیم کو مرد سے کم نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس سے ان کی ازدواجی زندگی میں مشکلیں پیدا ہوں گی لیکن اگر خاکسار ہے تو ایسی مشکلات کے پیدا ہونے کا امکان کم ہے۔ مرد کے لئے بھی کچھ کمی کے ساتھ یہی چیزیں ہیں۔

ایک عبرت آموز واقعہ

جن دنوں میں اس کتاب کو لکھ رہا تھا اسی زمانہ میں ٹیلی ویژن سے

آئینہ عبرت سیریلوں میں سے ایک سیریل برگِ ریزاں کے عنوان سے نشر ہو رہا تھا ، ہر چند میں اس پورے سیریل کو پسند نہیں کرتا تھا لیکن اس میں ایک دلچسپ نکتہ موجود تھا جو کہ ہماری علمی اعتبار سے کفو والی بحث سے ہم آہنگ ہے اور وہ یہ کہ ، افسانہ احمد سے زیادہ پڑھی لکھی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ افسانہ جو اپنے شوہر احمد سے زیادہ تعلیم یافتہ ہے وہ احمد کی بہت زیادہ اہانت کرتی ہے اور اس کی زندگی کو تلخ بنا دیتی ہے ، افسانہ کی تعلیم اسے ازدواجی زندگی میں کوئی فائدہ نہیں دیتی بلکہ وہ سراسر نقصان بن گئی ہے اگر احمد اپنی سطح کی لڑکی سے شادی کرتا اور اسی طرح افسانہ اپنی سطح کے لڑکے سے شادی کرتی تو دونوں ہی بہت سی مشکلوں سے بچ جاتے ؟

⑤ ـــ جسمی اور جنسی تناسب

ازدواجی زندگی میں جسمی اور جنسی توازن و تناسب کا بہت بڑا دخل ہے ازدواجی زندگی کے بنیادی ارکان میں سے جنسی مسائل بھی ہیں ایک دوسرے کی جنسی پیاس بجھانا بھی ازدواجی زندگی کی کامیابی پر گہرا اثر ڈالتا ہے اور اسی طرح جنسی اعتبار سے ایک دوسرے کو مطمئن نہ کرنا بھی ان کی پوری زندگی کے لئے تخریبی اور خطرناک ثابت ہوتا ہے ، اگر جنسی اعتبار سے ایک دوسرے کو مطمئن کر دیتے ہیں تو شکر گزار بھی ہوں گے ، گرم جوشی کے ساتھ اپنے فرائض و ذمہ داریوں کو پورا کریں گے اور زندگی کی مشکلات کا سامنا کریں گے لیکن اگر جنسی لحاظ سے ایک دوسرے سے مطمئن و راضی نہ ہوں گے تو ان کے درمیان نفرت بڑھ جائے گی اور زندگی کے فرائض انجام دینے کے سلسلے میں سست ہو جائیں گے یہ نکتہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے مگر افسوس زیادہ تر آسے

اہمیت نہیں دی جاتی ہے یا اس سے چشم پوشی کی جاتی ہے اسی لئے بعد میں اس کے بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں۔

اگر ایک جوڑے میں سے جسمی جنسی اعتبار سے ایک قوی اور گرم مزاج اور دوسرا ضعیف ٹھنڈے مزاج کا ہوتا ہے تو ان کی زندگی کے بہت سے امور میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور فساد و انحراف کا احتمال قوی ہوتا ہے توازن و تناسب کا فقدان ان کے اعصاب و نفسیات کو بھی بہت متاثر کرتا ہے۔

اگر ہم اس بحث کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کریں تو بہت طویل ہو جائے گی لیکن کسی مناسب موقع پر اس کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا جانا چاہیئے

یہ صحیح ہے کہ ہمیں بعض غیر اسلامی معاشروں کی طرح جنسی مسائل کو کھل کر اور عفت سے چشم پوشی کے ساتھ بیان نہیں کرنا چاہیئے لیکن بقدر ضرورت اور تحقیقانہ انداز میں بھی بیان نہ کریں؟! کیا اسلام کے پیشواؤں خصوصاً پیغمبر اکرمؐ ان مسائل کو واضح طور پر بیان نہیں کرتے تھے اور لوگوں کو ان کی تعلیم نہیں دیتے تھے؟ کیا اس اہم اور ضروری امر سے بے خبر رہنا صحیح ہے؟ اور جس طرح بدن کے ہر اعضاء کا کوئی اسپیشلسٹ و ماہر ہوتا ہے اور جیسے معاشرہ میں فردی و اجتماعی امور کے لئے مرکز ہوتا ہے اسی طرح جوانوں کی ازدواجی زندگی، جنسی مسائل اور ان کے جسمی و روحی مسائل کے لئے بھی مراکز اور اسپیشلسٹ افراد نہ ہوں؟ کیا ان امور کی اتنی بھی اہمیت نہیں ہے جتنی ایک دانت کی ہوتی ہے دانت کے ڈاکٹر و اسپیشلسٹ ہوتے ہیں۔

ہم نے ایسے بہت سے جوڑے دیکھے ہیں کہ جب ہم ان کی ازدواجی زندگی کی چھان بین کرتے ہیں تو ایک حساس نقطہ پر پہنچتے ہیں اور وہ ہے جنسی مسائل سے بے اطمینانی، ساری رنجشوں کا سبب ہے لیکن اسے صریح طور پر

بیان کرنے میں شرم محسوس کرتے ہیں اور خود بھی اس بات کی طرف متوجہ نہیں ہیں کہ اختلاف کا سبب کیا ہے؟

اگر ہم شادی شدہ مردوں یا عورتوں کو جنسی بے راہ روی یا نامشروع حرکتوں میں مبتلا دیکھیں اور اسی وقت قضیئے کی تحقیق کریں تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے زیادہ تر جنسی مسائل سے بے اطمینانی کے سبب وجود میں آتی ہیں۔

زلیخا کی بھروی اور حضرت یوسف کی طرف مائل ہونے کا ایک بڑا سبب اس کے شوہر کی جنسی ناتوانی تھی۔

اس سلسلے کے بہت سے واقعات میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔

بہر حال شریکِ زندگی کے انتخاب میں اس بات پر ضرور توجہ رکھنا چاہیئے کہ لڑکا، لڑکی جسمی و جنسی اعتبار سے کفو ہوں ایک ان میں سے قوی الجثہ اور گرم مزاج اور دوسرا نحیف الجثہ اور سرد مزاج نہ ہو بلکہ ان کے درمیان جسمی و جنسی مماثلت ہو تاکہ ایک دوسرے کو جنسی اعتبار سے مطمئن کرسکیں۔

دوسرے یہ کہ: میاں، بیوی کے لئے ضروری ہے کہ ان امور سے متعلق ضروری معلومات رکھتے ہوں، انھیں جاننے والے افراد سے معلومات فراہم کرنا چاہیئے اور اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو باخبر لوگوں سے رجوع کرنا چاہیئے۔

توجہ!

جنسی کمزوری کا ایک اہم سبب اعصابی اور نفسیاتی بیماری ہے، ہر جنسی کمزوری، سرعت انزال، ناقص آمیزش اور اپنے ساتھی کو مطمئن نہ کرنے کا سبب... نفسیاتی اور اعصابی بیماریاں ہیں، ان بیماریوں کا علاج کرنا

چاہیئے اور نفسیات واعصاب کے ماہر وحاذق ڈاکٹروں سے مشورہ کرنا چاہیئے (اس موضوع کا دامن بہت وسیع ہے، تفصیل بحث کا محتاج ہے سردست اس اس سے ہم چشم پوشی کرتے ہیں۔

⑥ ــــ خوبصورتی میں یکساں ہوں

خوبصورتی اور جسم وشکل کے حسن میں بھی میاں بیوی کے درمیان تناسب وتوازن ہونا چاہیئے اگران میں سے ایک حسین اور خوش اندام اور دوسرا بدصورت اور بداندام ہوگا تو ناچاقی کا امکان قوی ہوگا اور دونوں کے لئے مشکل پیدا ہوگی اور حسین وجمیل کے لئے نفسیاتی الجھنیں، کجروی، بے عفتی اور حسرت ناگزیر ہوگی۔ اس کی مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیں اسی فصل کی چھٹی خصوصیت (حسن وزیبائی)

⑦ ــــ عمر میں تناسب

شریکِ زندگی کے انتخاب میں عمر کے تناسب کو بھی مدِنظر رکھنا چاہیئے لڑکے، لڑکی کے جنسی بلوغ میں فرق ہوتا ہے، یہ بات واضح ہے کہ لڑکا چار سال بعد جنسی بلوغ کی منزل پر پہنچتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان کی شادی کے وقت ان کی عمر میں اتنا ہی فرق ہونا چاہیئے (لڑکا بڑا ہو) عمر کے اتنے فرق میں بھی لڑکے، لڑکی کفو ہوں گے نہ کہ دونوں کی عمر مساوی ہوگی تو کفو ہوں گے کیونکہ یہ فرق ان کی تخلیق سے متعلق ہے البتہ لڑکے لڑکی کی عمر میں چار سال کے فرق رعایت کرنا واجب نہیں ہے بلکہ بہتر ہے کہ اتنا فرق ہو۔
اس خصوصیت کو لڑکے، لڑکی کی دوسرے خصوصیات کے ساتھ مدِنظر رکھنا چاہیئے

ممکن ہے لڑکی اور لڑکے کی عمر میں اتنا یا اس سے کم فاصلہ ہو لیکن اس میں کچھ دوسری خصوصیات ایسی ہیں جو اس کی تلافی کرتی ہیں.....

⑧ ـــ مالی تناسب

ایک قاعدہ کلیہ جو کہ اس سلسلے میں پیش کیا جا سکتا ہے یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکی کے خاندان کی مالی حالت میں تناسب ہو، بہت زیادہ فرق نہ ہو۔

ہم اپنے آپ کو اچھی طرح پہچانتے ہیں کہ ہم اپنا کچھ مال و دولت گنوا رہے ہیں اور اس کے ساتھ تکبر، غرور، احسان جتانا اور توہین کرنا بھی ہمارے تعاقب میں چلا آتا ہے ہم خود کو کیوں فریب دے رہے ہیں؟ عام طور پر نادار لڑکا، مالدار کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اسے لڑکی کا نوکر بننے کے لئے تیار رہنا چاہئیے، اگر نادار لڑکی کسی مالدار کی بہو بننا چاہتی ہے تو اس کو سسرال کی کنیزی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

البتہ استثنائی موارد ہمیشہ تھے اور ہیں کہ انھیں ہم اس فصل کے آخر میں بیان کریں گے۔

⑨ ـــ خاندانی برابری

جیسا کہ خاندانی شرافت والی بحث میں، بیان ہو چکا ہے کہ ایک شخص کی شادی ایک خاندان و نسل سے پیوند جوڑنے کے برابر ہے۔

لڑکے اور لڑکی خاندان میں مماثلت و تناسب ہونا چاہئے (یعنی دینی اجتماعی اور اخلاقی اعتبار سے مماثلت ہو ایک پائے کے ہوں)

ملاحظہ فرمائیں اسی فصل کی خاندانی شرافت والی بحث۔

⑩ سیاسی تناسب

مثلاً: اسلامی انقلاب اور اسلامی جمہوریہ کے نظام کے طرفداروں کو انقلاب اور اسلامی نظام کے مخالف۔ ہر چند ظاہر میں وہ دیندار ہوں۔ سے شادی نہیں کرنا چاہیئے اگر کریں گے تو نقصان اٹھائیں گے یا اپنے عقائد و نظریات بدل دیں اور ان کے ہمخیال بن جائیں یا ہمیشہ ناچاقی اور نزاع کی صورت میں زندگی گزاریں کہ جس میں دونوں کے لئے نقصان ہے۔

اجتماعی تناسب

جو حضرات صاحب علم ہیں اور تحقیق و چھان بین میں عمر گزارنا چاہتے ہیں اور ان کی اجتماعی و خاندانی زندگی کا بھی تانہ بانہ ہے اور جفاکش اور مشقت اٹھانے کا حوصلہ رکھتے ہیں، انھیں، ان خاندانوں میں شادی نہیں کرنا چاہیئے کہ جن کا اجتماعی مزاج ریا، تکلفات و تشریفات اور عیش پرستی ہے، جو ریاکاری کی مہمانیاں، تفریحی سفر میں افراط پسند اور بوالہوسانہ شب باشی کا مزاج رکھتے ہیں ہمارے سامنے ایسے بہت سے افراد ہیں جن سے یہ غلطی ہوئی ہے اور مشکلوں میں مبتلا ہوئے ہیں۔

البتہ زندگی کے تفریحی پہلوؤں کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے اور مطالعہ و تحقیق کا ذوق رکھنے والوں کو اس سے غفلت نہیں کرنا چاہئے لیکن یہ عیش و نوش، مہمانی، خوش گزرانی، شب باشی، سفر اور تفریح پر زندگی کی بنیاد رکھنے کے غیر ہے۔

آیت اللہ جوادی آملی فرماتے ہیں۔

...اسلامی روایات میں بیان ہوا ہے «لاَ تَجْتَمِعُ الْعَزِيمَةُ وَ الْوَلِيمَةُ» عزم وارادہ ، کامیابی اور مہمانی ایک دوسرے کی ضد ہیں، یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک طالب علم ، اسٹوڈنٹ، محقق عیش کوشیوں کے ساتھ کامیاب ہو جائے۔

میرے بعض احباب ہیں۔ جنہوں نے غفلت وغلطی کی وجہ سے۔ ان لڑکیوں سے شادی کی ہے جو خود بھی اوران کے والدین بھی تکلفات وعیش پسند ہیں۔ یہ کہا جائے کہ مترفۃ الحال طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور اگر مرفہ حال نہیں ہیں ان کا اجتماعی اخلاق وتربیت، علم وتقویٰ اور زہد وقناعت سے میل نہیں کھاتا ہے اور نتیجہ میں ان کی زندگی میں ناخوشگوار واقعات پیش آتے ہیں اوران کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔

کبوتر با کبوتر، باز با باز   کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

کبوتر، کبوتر کے ساتھ اور باز، باز کے ساتھ ہر ایک اپنے ہی ہم جنس کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔

ممکن ہے یہ بات جاہلانہ خیال تصور کی جائے، لیکن اس میں ایک بڑی حقیقت پوشیدہ ہے۔

یہ صحیح ہے کہ خاندانی امتیازات کا خیال باطل ہے لیکن معاشرۂ انسانی میں ایسے گوناگوں جذبات اور اخلاق موجود ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ایک قابل غور واقعہ

جناب .... محقق اور دانشور ہیں، بہت فعال اور جفاکش ہیں، چند سال انہوں نے محترمہ .... کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاری چند بچے بھی پیدا ہوئے اور اب طلاق کے ذریعہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں، دانشور

صاحب طلاق کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں ..... میرا کام ایک علمی و تحقیقی کام ہے اور میں ایک مزدور کی طرح شب و روز میں دس گھنٹے علمی و تحقیقی کام کرتا ہوں میری بیوی کو علمی امور سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، وہ ہمیشہ تفریحی ٹور کے پروگرام بناتی رہتی تھی اور مجھے بھی ان میں شریک ہونے کی دعوت دیتی تھی، میں اس سے کہتا تھا جس طرح ایک معمار، نجار، سبزی فروش وغیرہ صبح سویرے اپنے کام پر جاتے ہیں اور دوپہر میں گھر آتے ہیں نماز پڑھتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں اور مختصر آرام کے بعد پھر کام پر چلے جاتے ہیں اور شام تک کام کرتے ہیں اور اپنے کام کا نتیجہ معاشرہ کے سپرد کر دیتے ہیں، اسی طرح میں اپنا یہ فریضہ سمجھتا ہوں کہ ان ہی کے وقت کے برابر علمی و تحقیقاتی کام انجام دوں اور اس وقت کو تحقیق اور میں، کتب خانوں میں گزاروں اور اس کا نتیجہ معاشرہ کے سامنے پیش کر دوں... اور تفریحی سفر اور مہمانی میں جتنا وہ لوگ۔ معمار وغیرہ۔ وقت صرف کرتے ہیں میں بھی اتنا ہی وقت صرف کر سکتا ہوں اس سے زیادہ نہیں۔ میری بیوی میری حیثیت اور استدلال کی قطعی پرواہ نہیں کرتی تھی بلکہ اپنے بنائے ہوئے تمام پراگراموں میں مجھ سے شرکت کی خواہش کرتی تھی، لیکن میں اس کی اس خواہش کو پورا نہیں کرتا تھا کیونکہ میں اپنی ذمہ داری و فریضہ کو اہمیت دیتا تھا..... یہاں تک کہ میں اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے سے معذور ہو گیا...

جن لوگوں میں اجتماعی اور روحی مماثلت نہیں ہے ایک دوسرے سے ان کی شادی دونوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مذکورہ واقعہ میں دونوں ہی خسارہ سے دوچار ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کو قصوروار نہیں ٹھہرایا جا سکتا ہے جناب محقق صاحب کی بھی مذمت نہیں کی جا سکتی کہ انہوں نے کیوں محترمہ کی بات نہ مانی اور نہ ہی محترمہ کو قصوروار ٹھہرایا جا سکتا ہے کہ

وہ کیوں صاحب علم اور محقق نہ بنی یا اس مرد کی محققانہ زندگی کیوں برداشت نہیں کی ہے یا دونوں ہی چاہتے تھے لیکن ایک دوسرے کے ہم رنگ نہ ہو سکے کیوں کہ دونوں ہی کے مخصوص جذبات و مقاصد تھے اور جس چیز پر عمل کرتے تھے اس کو خوشبختی اور اپنا فریضہ سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کی ذمہ داری کو نہیں سمجھ سکے تھے۔

لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ ان دونوں سے ایک غلطی ہوئی تھی اور وہ یہ کہ انھیں ایک دوسرے سے شادی نہیں کرنا چاہئے تھی اگر دونوں ہی اپنے ہم مزاج سے شادی کرتے تو آرام کی زندگی بسر کرتے

اور وہ عورت تفریح کے شیدائی اور لذت پرست مرد سے شادی کرتی شاید وہ منگنی اور شادی کے وقت اس بات سے بے خبر تھے کہ شادی کے لئے لڑکے، لڑکی میں فکری اور اجتماعی ہم آہنگی ضروری ہے، چنانچہ غفلت میں انہوں نے شادی کرلی۔

آیت اللہ احمد میانجی فرماتے ہیں:

جو علما زاہد تھے ان کی بیویاں بھی زاہدہ تھیں جس سے وہ زاہد بن گئے تھے، لیکن اگر ان کی بیویاں قناعت نہ کرتیں اور ان سے زیادہ چیز طلب کرتیں تو وہ زاہد نہیں بن سکتے تھے۔

علامہ طباطبائی کی ترقی میں ان کی بیوی کا بہت بڑا کردار ہے۔ باوجودیکہ علامہ بہت ہی سادہ زندگی گزارتے تھے اور کرایہ کے مکان میں رہتے تھے۔ آپ کی ہمسر نے آپ کی علمی و تحقیقاتی روش اور احترام کی بنا پر آخری عمر تک نہایت ہی بردباری اور مہربانی کے ساتھ نبھایا۔

(۱۲) ___ روحی اور نفسیاتی ہم آہنگی

یہاں ہم اپنے اس برادر کی تحریر نقل کر رہے ہیں جنہوں نے اپنا نام تحریر کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

کفو کی شرط نفسیات اور روح میں ہم آہنگی بھی ہے بعبارت دیگر یہ کہا جائے کہ دونوں کی شخصیت ایک جیسی ہو علم نفسیات میں شخصیت کو مختلف قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے ان تقسیموں میں سے ایک مشہور تقسیم گوشہ نشینی اور اجتماعی رجحان ہے البتہ یہ علمی بحث ہے جسے اس کے محل پر بیان کرنا چاہئے اور اس فن کے ماہروں کی معلومات سے استفادہ کرنا چاہئے لیکن مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے، عزلت گزینی اور اجتماعی و سوسائٹی کا رجحان ایک نسبی چیز ہے درحقیقت ایک طبقہ ہے کہ جس میں ایک سے سو تک گوشہ نشینی کا رجحان رکھنے والے موجود ہیں دوسری طرف اسلام کے عالی و بلند نظریہ کی رو سے خود سے بے خود ہونا یا گوشہ نشینی محض ایک منفور چیز ہے پس ایک اسلامی زندگی کے لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ گوشہ نشینی کی فکر والے افراد اپنی فکر کے حامل افراد سے شادی کریں اسی طرح سوسائٹی پسند افراد سوسائٹی پسند سے شادی کریں بلکہ تعادل ہونا چاہئے لیکن آئندہ کی نزاع اور اختلاف کے سد باب کے لئے افکار و خیالات میں دوری نہ ہو یعنی ۲۰ و ۳۰ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو مثلاً ۲۰ نمبر والے کو ۸۰ نمبر والے سے شادی نہیں کرنا چاہئے کہ زندگی میں آرام نہیں ملے گا۔

(۱۳) ___ مستقبل کے لحاظ سے کفو ہونا

(جہاں تک ہوسکے مستقبل کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے)

ممکن ہے منگنی اور شادی کے وقت لڑکا، لڑکی ایک دوسرے کے کفو ہوں اور ایک دوسرے کے لئے مناسب ہوں اور کوئی خاص ناہم آہنگی ان کے درمیان معلوم نہ ہوتی ہو لیکن شادی کے چند سال بعد ان کی زندگی میں ایک انقلاب آتا ہے اور نتیجہ میں ناہم آہنگی وجود میں آجاتی ہے اور یہ خود مشکل آفریں بن جاتی ہے ایسے موقعوں پر کیا کیا جائے ؟!

مستقبل کی ناہم آہنگی کا سد باب کیسے کرنا چاہیئے؟

جواب: لوگوں کی زندگی میں جو انقلاب آتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ انقلابات جن کے بارے میں پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی،

مختلف افراد اور گوناگوں زندگیوں میں کچھ ایسے انقلابات بھی آتے ہیں کہ انسان خواہ کتنا ہی مستقبل شناس اور دور اندیش ہو پھر بھی ان کے بارے میں پیشین گوئی نہیں کرسکتا ایسے انقلابات و تغیرات میں سے ہر ایک ایثار و عمل اور مخصوص فیصلہ چاہتا ہے اور ان کے لئے مناسب راہ حل تلاش کرنا چاہئے.. ایسے موارد ہماری بحث سے خارج ہیں۔

۲۔ وہ انقلابات جن کے بارے میں پیشین گوئی کی جاسکتی ہے۔

انسان غور و فکر، مطالعے، آگاہ افراد سے مشوروں اور اپنی صلاحیتوں اور تامل و توجہ سے اپنے مستقبل کے بہت سے مسائل کے بارے میں پیشین گوئی کرسکتا ہے۔

وہ جوان جو کہ اپنے اندر علمی مسائل کے شوق و استعداد کا وجود محسوس کرتا ہے اور ایک علمی و تحقیقی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اسے شریک حیات کے انتخاب کے وقت اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیئے اور ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہیے جو کہ ان امور کی استعداد اور ان سے دلچسپی رکھتی ہو اور ایسی زندگی کی محدودیت کو

برداشت کرسکتی ہو یہ محدودیتیں اور دشواریاں استعداد و دلچسپی کی معرفت کی محتاج ہیں۔

جو شخص عیش کوش اور سیر و تفریح کا دل دادہ ہے کیا وہ خواہشوں کو مقدس مقاصد پر قربان کرسکتا ہے؟! جو شخص تشریفات اور عیاشیوں کے ماحول میں پلا پڑھا ہو کیا اس سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ علم و اخلاق اور اقدار کی مجلسوں سے مانوس ہوجائے گا؟ جس شخص کے دل و دماغ پر زر و زیور فاخرہ لباس، کٹ فیشن اور شہوت پرستی چھاگئی ہو وہ پارساؤں جیسی اور بامقصد زندگی کیسے گزار سکتا ہے؟ جو شخص فرومایہ اور بدتربیت شہوت پرست اور معنوی اقدار سے بے خبر خاندان میں پیدا ہوا ہو اور اسی ناپاک درخت کے پھل سے اس کی پرورش ہوئی ہو اور اسی گندے نالے سے اس کا گوشت و پوست بنا ہو اور اسی میں نشو و نما پائی ہو...... وہ عطر آگیں اور طہارت و معنویات کے گلستاں میں سانس لے سکتا ہے؟! (استثنائی موارد سے فی الحال ہماری بحث نہیں ہے)

خاندان کے چال چلن اور اس کے افراد کے اخلاق و رفتار سے۔ کافی حد تک۔ ان کے مستقبل کے بارے میں پیشین گوئی کرسکتا ہے۔ جو انسان مستقبل میں معاشرہ کی اہم ذمہ داری کو قبول کرنے کا قصد رکھتا ہے اور اس کی زندگی میں تغیرات و انقلابات بھی آتے ہیں اور یہ توقع رکھتا ہے کہ اس کی بیوی اس کی مدد کرے تو اسے عقلمند، بامقصد اور باحوصلہ عورت سے شادی کرنی چاہیئے۔

جو لڑکی فضیلت کو دوست رکھتی ہے اور جناب زینب۔ سلام اللہ علیہا۔ کا اتباع کرنا چاہتی ہے اسے حسینؑ صفت مرد سے شادی کرنا چاہیئے تاکہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرسکے۔ جو لڑکا یہ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد صالح اور عارف ہو اسے صالحہ اور فہمیدہ لڑکی سے شادی کرنی چاہیئے

شادی سے قبل مستقبل کے مقاصد اور احتمالی تغیرات کو بیان کرنا۔

لڑکا، لڑکی شادی سے قبل اپنے مقاصد، نمونے اور ذہنی منصوبے اور مستقبل کی زندگی میں رونما ہونے والے احتمالی تغیرات ایک دوسرے کے سامنے بیان کرنا چاہیے کیونکہ اگر لڑکا لڑکی شادی سے قبل ایک دوسرے کے مقاصد اور پروگرام سے آگاہ ہوجائیں گے تو یا توان مقاصد کو قبول کرلیں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے لئے خود کو تیار کرلیں گے یا رد کردیں گے اور مسئلہ منتفق ہوجائے گا لیکن اگر ایک دوسرے کے مقاصد و پروگرام کو نہ جانتے ہوں اور ممکن ہے مستقبل میں انھیں برداشت نہ کریں اور قبول کرنے سے انکار کردیا اس وقت نزاع و کشمکش اور ناچاقی ناگزیر ہوگی۔

سوال و جواب

سوال: ہم صدر اسلام کی تاریخ میں اسلام کے پیشواؤں اور اصحاب پیغمبرؐ کی زندگی میں ایسی شادیاں دیکھتے ہیں کہ جن میں مذکورہ معیاروں کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔ مثلاً: حضرت محمدؐ نے جناب خدیجہ سے شادی کے وقت عمر اور مالی تناسب کی رعایت نہیں کی تھی (جناب خدیجہ عمر و مال کے اعتبار سے پیغمبرؐ سے کہیں بڑی تھیں) اسی طرح جویبر اور ذلفا کی شادی میں حسن و خوبصورتی اور خاندانی و اجتماعی حیثیت کی رعایت نہیں کی گئی تھی (ذلفا حسن و جمال اور اور خاندانی و اجتماعی حیثیت کے اعتبار سے جویبر سے کہیں بلند تھی) اس کے باوجود یہ شادی پیغمبر اسلام کے حکم سے ہوئی ہمارے بعض ائمہ معصومین نے کنیزوں سے شادی کی تھی اور بہت سی ایسی ہی شادیاں ہوئی ہیں ہم نے خود دیکھا ہے کہ بعض شادیوں میں ان معیاروں کی رعایت نہیں کی گئی ہے اور لڑکے، لڑکی

کے کفو ہونے کو نظر انداز کردیا گیا اس کے باوجود ان کی زندگی نسبتاً بہت اچھی بسر ہو رہی ہے۔ کیا ان نمونوں سے گزشتہ بحثوں میں بیان ہونے والے معیار مخدوش نہیں ہوتے ہیں؟

جواب:

۱۔ اس بحث میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اور کر رہے ہیں اس کا مبنیٰ اکثریت ہے ممکن ہے ان بحثوں میں بیان ہونے والے مسائل میں سے بہت سو مستثنیٰ ہوں یہ سب اپنی جگہ صحیح ہیں، لیکن استثنائی موارد کی بنیاد پر قاعدہ کلیہ نہیں بنایا جا سکتا۔

۲۔ لوگوں کی طاقت اور قوت برداشت مختلف ہوتی ہے لہذا سب کے دوش پر مساوی تکلیف نہیں عائد کی جا سکتی، اس سے کمزوروں کی کمر خم ہو جائے گی بلکہ ممکن ہے کہ ٹوٹ جائے، سخت ذمہ داری مخصوص طاقتور انسانوں کے لئے ہے لیکن معاشرہ کے مختلف طبقوں اور عام افراد کے لئے اکثریت کی طاقت کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اور اسی کے مطابق ان کے لئے قانون وضع کرنا چاہیئے۔

مثلاً: پیغمبر اسلام کے لئے خداوند عالم کی طرف سے مخصوص اختیارات و فرائض قرار دیئے گئے ہیں، چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کے علاوہ ان کی انجام دہی کسی پر واجب نہیں تھی (جیسے نماز شب آپ پر واجب تھی اور تمام مسلمان و غیر مسلموں پر آپؐ کو اولیت و ولایت حاصل تھی، اور تعداد ازواج وغیرہ)

۳۔ اگر اس زمانہ میں بھی ایسے افراد پائے جاتے ہیں کہ جو ان استثنائی امور کو انجام دیتے ہیں تو ہم بھی ان کی تشویق کریں گے۔

رسول خداؐ کی جناب خدیجہ سے اور جویبر کی ذلفا سے شادی عام قاعدہ نہیں ہے کہ جسے سب کے لئے تجویز کر لیا جائے۔ ہاں جس زمانہ میں

بھی کوئی خدیجہ جیسی عورت اور حضرت محمد مصطفےٰ جیسا کوئی پیدا ہو جائے گا۔ کہ ممکن نہیں ہے۔ تو وہ دونوں کفو بھی ہوں گے اور ان کی شادی بھی سعادت بخش ہوگی، ہر چند عمر و مال کے اعتبار سے ان میں فرق ہوگا اور جس زمانے میں "ذلفا" جیسی متقی اور باایمان لڑکی پیدا ہوگی اور ان کی مانند پیغمبرؐ کے حکم کے سامنے سراپا تسلیم ہوگی اور جُوَیبر جیسا باایمان و پاک دل لڑکا پایا جائے گا اور ان کی مانند پیغمبرؐ کے حکم کے سامنے سراپا تسلیم ہوگا تو وہ دونوں کفو ہیں ہر چند لڑکا بد صورت اور نادار اور لڑکی حسین و مالدار ہی ہو بس ہمیں محتاط رہنا چاہیے کہ مسائل مخلوط نہ ہو جائیں۔

البتہ کوئی بھی پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ جیسا نہیں تھا اور نہیں ہے۔ لیکن کم از کم ان کی شبیہ تو ہو کہ جس کے لئے ایسی شادی تجویز کر سکیں۔

امیر المومنین۔ علیہ السلام۔ کا ارشاد ہے:

"... إِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُونَ عَلَىٰ ذٰلِكَ، وَ لٰكِنْ أَعِينُونِي بِوَرَعٍ وَ اجْتِهَادٍ وَ عِفَّةٍ وَ سَدَادٍ" (۱)

تم میری جیسی زندگی نہیں گزار سکتے لیکن۔ میری شبیہ ہو۔ پرہیزگاری، سعی و کوشش، پاکدامنی اور سلامت روی میں میرا ساتھ دو!

اچھا معصومینؑ جیسے نہیں جُوَیبر و ذلفا جیسے بن سکتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں بہت سی لڑکیوں نے جانبازوں سے شادی کی ہے اور دل و جان سے ان کی خدمت کرتی ہیں اور اس پر فخر بھی کرتی ہیں (۲)

---

(۱) نہج البلاغہ مکتوب بنام عثمان بن حنیف (۲) اس سلسلے میں ہم ساتویں فصل میں بحث کریں گے

ضروری وضاحت

تامل ہاں، وسواس نہیں

اگر شریک حیات کے انتخاب کے سلسلے میں انسان کے ہاتھ میں صحیح معیار ہوں تو وہ اشتباہ سے دوچار نہیں ہوتا ہے۔ اگر معیار و میزان اس کے پاس نہ ہوں اور یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کیا چاہتا ہے؟ تو اس کا پریشان ہونا ناگزیر ہے کبھی افراط کا شکار ہو گا اور غیر ضروری وسواس میں مبتلا ہو گا اور کبھی تفریط میں مبتلا ہو گا۔ وہ خطرہ مول سہہ لیتے ہیں۔ اور ان دونوں میں پشیمانی اور خسارہ ہے معتدل اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ: انسان پہلے معیار فراہم کرے جن کے صحیح ہونے پر یقین رکھتا ہو۔ اس کے بعد ان معیاروں اور ان طریقوں کے مطابق شریک زندگی کا انتخاب کرے جو آنے والی فصل میں بیان ہوں گے۔

جس تامل پر ہم زور دے رہے ہیں وہ بے جا وسواس کے ماوراء ہے۔

واضح رہے کہ کامل اور ہر نقص سے بری، جو ہر طرح انسان کے مزاج کے مطابق ہو زندگی کا شریک نہیں پایا گیا ہے اور نہیں ملتا ہے (ہاں حضرت امیر المومنین اور فاطمہ زہرا کہ دونوں معصوم تھے اور ہر عیب و خطا سے منزہ تھے دوسرا کوئی جوڑا ایسا نظر نہیں آتا جس کے دونوں رکن معصوم ہوں، دوسرے معصومینؑ کی شریک حیات معصوم نہ تھیں) اور معصوم کے علاوہ خواہ مرد ہو یا عورت، عیوب سے پاک نہیں ہے یقیناً اس میں کمزوریاں ہیں۔

اگر کوئی صاحب ایسی لڑکی کی تلاش میں ہیں جو کہ ہر طرح بے عیب ہو

اور بالکل اس کے مزاج کے مطابق ہو تو پہلے وہ خود اپنا جائزہ لے لیں کہ خود بھی ہر طرح بے عیب ہیں؟ کوئی کمزوری نہیں ہے؟ یقیناً کوئی شخص یہ دعوی نہیں کر سکتا ہے پس جس کو بھی اپنی زندگی کا شریک بنانا چاہتے ہیں وہ کامل، بے عیب اور ہر طرح مطلوب نہیں ہے لہذا کسی عظیم الشان نمونے کی فکر میں نہ رہیے کوئی بھی کامل نمونہ اور تمام صفات کا مجسمہ نہیں ہے۔

میں کبھی کبھی اپنے ان دوستوں اور جان پہچان کے افراد سے، جو کہ شریک حیات کے انتخاب میں غیر منطقی فکر رکھتے ہیں اور وسواس میں مبتلا ہیں، کہتا ہوں اگر تم ایسی ہمسر اور بیوی چاہتے ہو جو ہر طرح آپ کی پسند کے مطابق ہو تو انشاء اللہ جب آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے مل جائے گی کیوں کہ بہشتی جوڑے کامل ہیں اور ایک دوسرے کے نمونے ہیں اس دنیا میں ایسے انسان نہیں پائے جاتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ آپ خود کو کامل تصور کرتے ہوں اور اپنے ہی جیسا چاہتے ہوں؟!

ہاں شریکِ حیات کے انتخاب میں موزوں اور اپنے جیسی لڑکی کو تلاش کرنے میں پوری کوشش کرنا چاہئے؛ لیکن اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ سو فیصد ہم مزاج وہم فکر لڑکی یا لڑکا نہیں مل سکتا کسی نہ کسی حد تک اختلاف اور مزاج میں فرق رہے گا اس اختلاف اور فاصلہ کو جہاں تک ہو سکے کم کرنا چاہئے اور اس سلسلے میں ممکن کی حد آخر تک کوشش سے دریغ نہ کریں۔

اور باقی رہ جانے والے فاصلے اور اختلافات کی تفاہم چشم پوشی، صبر و بردباری تلافی کریں۔

پس چھان بین صحیح ہے لیکن وسواس صحیح نہیں ہے۔

سوال وجواب

لڑکے، لڑکی کے صفات ومعیار بیان کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ ان صفات کے حامل نہیں ہیں وہ کیا کریں؟ کیا آخری عمر تک شادی ہی نہ کریں؟

جواب: اس سوال کا اجمالی جواب کفو والی بحث میں واضح طور پر موجود ہے مختصر یہ کہ: اگر ہر شخص اپنی جیسی عورت کا انتخاب کرے تو پھر بہت ہی کم افراد غیر شادی شدہ رہیں گے۔ ایسے انسان بہت ہی کم ملتے ہیں جنھیں اپنے معاشرہ میں اپنا کفو نہیں ملتا ہے مثلاً بے دین اور بد اخلاق انسان کو خوش اخلاق اور پارسا سے شادی کی توقع نہیں رکھنا چاہئے بلکہ اسے اپنے کفو سے شادی کرنا چاہیئے:

کبوتر با کبوتر باز با باز　　　کند ہم جنس با جنس پرواز

چنانچہ کم علم کا کفو اس کا مثل ہے اسی طرح بقیہ صفات وخصوصیات کے لئے بھی یہی قاعدہ ہے۔

اس سلسلے میں قرآن کی حادلانہ منطق یہ ہے۔

﴿اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَ الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ ...﴾ (۱)

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور طیب وپاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور طاہر وطیب مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں

(۱) سورہ نور آیت ۲۶

یہ خدا کا ایک تشریعی اور تکوینی قانون ہے کہ پاکیزہ پاکیزہ کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور خبیث و نالائق اپنے ہی جیسے کی طرف بڑھتا ہے۔

نوریان، مر نوریان را طالبند　　ناریان، مر ناریان را جاذبند

«اَلسِّنْخِيَّةُ عِلَّةُ الْاِنْضِمَامِ» (۱)

مماثلت و برابری اپنے ہی جیسے افراد کو اپنی طرف کھینچتی ہے

۲۔ جو کچھ گزشتہ بحث میں بیان ہوا ہے، اس میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کیوں کہ ہم کہہ چکے ہیں میاں، بیوی دونوں کا ہر طرح کامل اور نمونہ ہونا ممکن نہیں ہے بلکہ درمیانی کمال و خوبی کافی ہے۔

۳۔ مذکورہ صفات و خصوصیات میں سے ہم نے بعض کی وضاحت کر دی ہے یہ بتا دیا ہے کہ کون سی چیزیں کمال کے لئے شرط ہیں بنیادی نہیں ہیں اور صفات کمال پر بہت زیادہ زور نہیں دینا چاہئے (جیسے، حسن، تعلیم اور مال و دولت)

۴۔ بعض لوگ کمزوریوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بعض نہیں رکھتے ہیں مثلاً بعض اپنی شریک حیات کے کسی عضو کے نقص کو برداشت کرتے ہیں (۲)

مذکورہ چار جواب اور ہمارے بیان کردہ استثنائی موارد نیز ایثار کی بنا پر ہونے والی شادی کے بعد بہت کم افراد ایسے بچیں گے جو غیر شادی شدہ رہیں گے اور پھر ہر معاشرہ میں کچھ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جن کی قسمیں ہیں۔

الف: جن بیماریوں کی بیماری ناقابل علاج ہے اور اس سے نسل و زندگی

---

(۱) ایک فلسفی قانون ہے۔

(۲) اس موضوع پر ہم ایثار کی بنا پر ہونے والی شادیوں والی بحث میں گفتگو کریں گے۔

کو نقصان پہنچتا ہے جیسے، دیوانے، مجزوم وغیرہ البتہ اگر ان کا علاج ہو جانے اور ان امور کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر یہ تصدیق کر دیں کہ یہ بیمار صحیح ہو گیا ہے تو ان کی شادی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ب : خطرناک منشیات کا استعمال کرنے کا عادی، یہ اپنی لت نہیں چھوڑتے ہیں اور اپنے اخلاق و کردار کی اصلاح نہیں کرتے ہیں تو ان سے کسی صورت میں بھی شادی نہیں کی جاسکتی ہے۔

ج : بے پروا، اوباش اور بداخلاق۔ کا ایک ہی علاج ہے اور وہ ہے ان کا سوشل بائیکاٹ ان درندوں پر رحم نے ایک نسل کی زندگی خراب کر دی ہو اگر ان کی شادی نہ کی جائے تو وہ ضرور اپنے لئے کچھ سوچیں گے اور آئندہ اپنی اصلاح کرنے پر مجبور ہوں گے۔

اسی فصل کے اخلاق والے حصے میں امام رضا علیہ السلام۔ کی وہ حدیث بیان ہوئی ہے، جو کہ آپ نے اُس باپ کے جواب میں تحریر کی تھی جس نے آپ کو خط لکھا تھا کہ :

> .... ایک بداخلاق انسان میری لڑکی کی خواستگاری کے لئے آیا تھا کیا اس کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کر دوں یا نہیں؟ ....

آپ نے صراحت کے ساتھ تحریر فرمایا : «لاَ تُزَوِّجْهُ إِنْ كَانَ سَيِّئَ الْخُلُقِ» اگر بداخلاق ہے تو اس سے شادی نہ کرو : کی اصلاح امام رضا۔ علیہ السلام۔ کی یہ حدیث ایک قسم کا بائیکاٹ ہے، یہ پیغاموں کا رد کرنا بد اخلاق لوگوں کے لئے بہترین ذریعہ ہے یہ لوگ اگر اپنی اصلاح کر لیں اور شریف بن جائیں تو ان سے شادی کی جاسکتی ہے ورنہ نہیں (خواہ لڑکا ہو

یا لڑکی) ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ ان پر رحم کر کے مستقبل کی نسل و معاشرہ کو تباہ کریں۔

ترحم بر پلنگ تیز دندان   ستمگاری بود بر گوسفندان

معاشرے کے فوائد و مصلحت فرد کی مصلحت و فوائد پر مقدم ہے، جہاں تک ہو سکے دونوں (فرد و معاشرے) کی مصلحت کا تحفظ کیا جائے لیکن اگر دونوں کو جمع کرنا ممکن نہ ہو اور ایک دوسرے پر قربان کرنا لازم ہو جائے تو فرد کو معاشرہ کا فدیہ بننا چاہیئے معاشرہ کو فرد پر قربان نہیں ہونا چاہیئے اسلام اور عقل دونوں کا یہی فیصلہ ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر فلاں شخص کی شادی کر دیں گے تو وہ صحیح ہو جائے گا، یہ سب کے لئے صحیح نہیں ہے، کیونکہ بہت سے مقولوں کی کوئی بنیاد اور حقیقت نہیں ہوتی، ایسا نہیں ہے کہ ہر بد اخلاق و فاسد شادی سے صحیح ہو جاتا ہے ہاں بعض لوگ صحیح ہو جاتے ہیں لیکن استثنائی موارد کو قاعدہ کلیہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ ہر غلط و فاسد انسان شادی کے بعد صحیح ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس یہ احتمال ہے کہ وہ اپنی شریک حیات کو بھی فاسد بنا دے گا، یہ اس کے رنگ میں نہیں رنگا جائے گا بلکہ اس پر اپنا رنگ چڑھا دے گا۔

غفلت سے پرہیز

اس فصل کے خاتمہ پر ایک نہایت اہم، سرنوشت ساز اور ضروری یاد دہانی کی جاتی ہے اور وہ یہ کہ: انسان کی زیادہ تر بدبختیوں اور مشکلوں کا سرچشمہ غفلت ہے، غفلت ہر موڑ پر نقصان پہنچاتی ہے اور شریک حیات کے انتخاب میں بہت

ہی زیادہ ضرر رساں ہے ممکن ہے ایک لحظہ کی غفلت عمر بھر کی پشیمانی کا باعث بن جائے ہم بہت سے افراد کو دیکھتے ہیں کہ جن کی ازدواجی زندگی میں ناکامی کی علت وہی شریک حیات کے انتخاب کے وقت ایک لحظہ کی غفلت ہے۔

ان میں سے ایک کہتا تھا۔ میں شادی سے قبل شریک حیات کے انتخاب کے سارے مسائل سے واقف تھا، شریک زندگی کے معیارات سے آگاہ تھا۔ یہ جانتا تھا کہ میاں بیوی کے درمیان ہم آہنگی ضروری ہے۔ یہاں تک کہ میں نے اس سلسلہ میں دوسروں کو تاکید کی تھی لیکن نہ جانے کیا ہوا کہ شریک زندگی کے انتخاب کے وقت ان مسائل سے غافل ہو گیا اور ان تمام چیزوں کو بھلا دیا جنھیں میں جانتا تھا اور دوسروں کو ان پر عمل کرنے کی تاکید کرتا تھا اور جن کے خلاف عمل کرنے سے ڈراتا تھا۔

ہمارے ذہن میں بہت سے مطالب ہوتے ہیں لیکن عمل کے وقت غفلت سے دوچار ہوتے ہیں۔

شریک حیات کے انتخاب کے وقت محتاط رہنا چاہیے اور غفلت سے بچنے کی خود کو تلقین کرتے رہنا چاہیے۔

اے اللہ اس سلسلے میں جوانوں کی ہدایت و مدد فرما۔

عشق

محورِ زندگی

جس طرح انسان کا جسم زندہ رہنے اور سلسلۂ حیات کو جاری رکھنے میں روح کا محتاج ہے اور بغیر روح کے جسم سرد و مردہ ہے اسی طرح ازدواجی زندگی کی سعادت و شادابی اور ترقی کے لئے ایک روح کی محتاج ہے اور وہ روح عشق و محبت ہے اور اس کے بغیر زندگی ایسی ہی ہے جیسے روح کے بغیر جسم ہوتا ہے۔ اور جیسے ایک عمارت کی تعمیر میں سمنٹ کی ضرورت ہوتی ہے کتاب کے اوراق شیرازہ کے محتاج ہیں اسی طرح ازدواجی زندگی اپنے استحکام دار تقار میں ایک قسم کے سمنٹ و شیرازہ کی محتاج ہے اور وہ ہے زن و شوہر کے درمیان عشق و محبت۔

عشق وہ کیمیائے سعادت ہے جو ناامید و افسردہ دلوں کو امید دلاتا ہے اور بے حرارت دلوں کو حرارت بخشتا ہے محبت سے کانٹے بھی پھول بن جاتے ہیں!

اس سلسلے میں استاد شہید مرتضیٰ مطہریؒ فرماتے ہیں:

کنوارپن کی زندگی میں، لڑکے، لڑکیوں میں سے کوئی بھی کسی

بھی چیز کے بارے میں نہیں سوچتے ہیں لیکن جس چیز کا براہ راست ان ہی سے تعلق ہوتا ہے، وہ جیسے ہی ایک دوسرے سے دل لگاتے، اور ازدواجی زندگی کا آغاز کرتے ہیں اوّلین بار خود کو دوسرے کی سرنوشت سے علاقہ مند دیکھتے ہیں، ان کی خواہشوں کا دامن اور وسیع ہوجاتا ہے اور جب ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوجاتا ہے تو ان میں ایک انقلاب آجاتا ہے اور وہی لڑکا جو سست تھا وہ پھرتیلا اور چالاک بن جاتا ہے اور وہی لڑکی جو زبردستی بستر سے اٹھتی تھی وہ گہوارے سے بچے کی آواز سنتے ہی بجلی کی طرح دوڑتی ہے وہ کونسی طاقت ہے جس نے سستی و آرام پسندی ختم کرکے جوان کو حساس بنا دیا ہے؟ وہ عشق و محبت کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے ..... عشق سوئی ہوئی طاقتوں کو بیدار کرتا ہے اور جکڑی ہوئی طاقتوں کو آزاد کرتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے ایٹم کے دھماکے سے اس کی طاقتیں آزاد ہوجاتی ہیں ..... عشق نفس کی تکمیل اور باطنی حیرت انگیز استعدادوں کو ظاہر کرتا ہے قوائے مدرکہ کے لحاظ سے الہام بخش اور قوائے حواس کے اعتبار سے ارادہ و ہمت کو تقویت دیتا ہے۔ (۱)

اگر ازدواجی زندگی پر عشق و محبت کی حکمرانی ہوگی اور زن و شوہر ایک

---

(۱) جاذبہ و دافعہ علی۔ علیہ السلام۔ چھٹا ایڈیشن ص۴۹ تا ۵۰

دوسرے کو تہہ دل سے چاہتے ہوں گے تو بہت سی مشکلیں آسان ہو جائیں گی بلکہ کوئی مشکل ہی پیش نہیں آئے گی لذّت محسوس کرے گا جیسا کہ راہ خدا میں جہاد سچے مجاہد کے لئے شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے، جیسے ایک طالب علم و محقق علم کے لئے مشکلات برداشت کرتا ہے اور ان سے لذت اندوز ہوتا ہے

شاد باش اے عشق خوش سودای ما۔ اے طبیب جملہ علتہا ما[1]

لیکن اگر عشق و محبت کا وجود نہ ہوگا تو بہت سے امور یہاں تک کہ آسان بھی زن و شوہر کے لئے دشوار ہو جائیں گے اور ایسے معلوم ہوں گے جیسے قیدخانہ میں محنت شاقہ کی سزا ہوتی ہے اور جسم و روح کے لئے تکلیف دہ ہوتی ہے۔

اگر عشق و محبت ہوتی ہے تو زن و شوہر ایک دوسرے کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں، جو کچھ بھی ایک دوسرے سے دیکھتے ہیں وہ حسین معلوم ہوتا ہے یہاں تک ممکن ہے ایک دوسرے کے عیوب کو بھی ادا سمجھنے لگیں، لیکن اگر یہ حیات بخش عنصر نہ ہو تو پھر ان کی آنکھوں پر بدبینی کی عینک لگ جاتی ہے اور ایک دوسرے کی ہر چیز بلکہ پوری زندگی ہی بری نظر آتی ہے ممکن ہے خوبیاں بھی عیب معلوم ہوں اور ان سے تکلیف پہنچے۔

امیرالمومنین۔ علیہ السلام۔ فرماتے ہیں: (۱)

«مَنْ اَبْغَضَ شَیْئاً اَبْغَضَ اَنْ یَنْظُرَ اِلَیْهِ وَ اَنْ یُذْکَرَ عِنْدَهُ»

جو شخص کسی چیز کو برا سمجھتا ہے وہ اس کی طرف دیکھنے اور اس کے ذکر کو بھی برا سمجھتا ہے۔

یہ انسان کی فطرت ہے کہ اسے اپنی منفور چیز کے نام، ذکر، علامت

---

(۱) کتاب جاذبہ و دافعہ علی علیہ السلام صفحہ ۴۸

بلکہ اس کی تمام چیزیں بری معلوم ہوتی ہیں اور اگر وہ کسی سے عشق رکھتا ہے تو اسے ہر وہ چیز اچھی لگتی ہے جس سے محبوب کی یاد تازہ ہوتی ہے چنانچہ معشوق کی تمام چیزیں عاشق کے لئے لذت بخش ہوتی ہیں۔

اگر انسان اپنی شریک حیات سے محبت نہ رکھتا ہو بلکہ نفرت رکھتا ہو تو نہ چاہتے ہوئے بھی اس پر ظلم کرتا ہے، چھوٹی، چھوٹی باتوں کو بہانہ بنالیتا ہے اور اور لڑنا شروع کر دیتا ہے لیکن اگر محبت ہوتی ہے تو چھوٹی موٹی بات پر قطعی توجہ نہیں دیتا اگر کوئی حرکت ہو جاتی ہے تو نظر انداز کر دیتا ہے۔

جس گھر کے میاں بیوی کے درمیان عشق و محبت ہوتی ہے، ان کی پوری زندگی حسین ہے اس گھر کے در و دیوار سے حسن و زیبائی اور نشاط ٹپکتا ہے، خاندان کا ماحول دل پذیر، امید بخش ہوتا ہے ان دونوں کے عشق و محبت سے سرشار دل ایک دوسرے کے لئے تڑپتے ہیں گویا ان کے دلوں کی دھڑکن کا ایک نظام ہے، دو سینوں میں گویا ایک ہی دل دھڑکتا ہے، بدن دو اور روح ایک ہوتی ہر ایک دوسرے کی ساری باتوں کو پسند کرتا ہے وہ اپنے خاندان، عزیزوں اور متعلقین سے محبت کرتے ہیں، ان کی ساری چیزیں دوسروں کے لئے محبوب ہیں : چہرہ، گفتار کردار، آواز، تصویر، لباس، خط اور یاد . . . .

اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے عشق کریں گے تو وہ ایک دوسرے کی خامیوں کے باوجود نبھا کر لیں گے. زن و شوہر ایک عمر تک باہم زندگی گزارنا چاہتے ہیں اس زندگی کے دوران بہت سی دشواریاں پیش آتی ہیں جو کہ اس دنیا کی زندگی کا لازمہ ہیں، اس طویل سفر کو طے کرنے کے لئے، ان کے پاس زاد راہ ہونا چاہیئے اور عشق و محبت اس راہ کا بہترین توشہ ہے، اگر ابتدا ہی سے زن و شوہر کے درمیان مستحکم عشق و محبت ہو تو آخری منزل تک ایک

دوسرے کے دوش بدوش راہ طے کر سکتے ہیں اور کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں، اگر ایسی طاقت و زادِ راہ نہ ہو تو اپنی اہم ذمہ داریوں کو بھی انجام نہیں دے سکیں گے اور اس امانت کو ادا نہیں کر سکیں گے۔

عشق و محبت کی وجہ سے سرد مہری گرم جوشی میں بدل جاتی ہے اور تلخیاں شیرینی میں اور سختیاں آسانی میں بدل جاتی ہیں اور عطر آگیں فضا اور دل نشیں ماحول میں شائستہ و شریف بچے پرورش پائیں گے۔

شہید راہ عشق استاد مطہریؒ فرماتے ہیں:

زوجہ کے لئے شوہر کی دلی محبت بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے اس کے بغیر عورت کے لئے ازدواج قابل برداشت نہیں ہے بیوی کے وجود کو مرد کے وجود سے جذبات و محبت حاصل کرنا چاہیئے تاکہ بچوں کو محبت کے چشمہ سے سیراب کر سکے مرد کوہسار، عورت جوئبار اور اولاد سبزہ زار کی مانند ہیں، چشمہ پہاڑوں کی بارش کو جذب و جمع کرتا ہے اور اسے صاف و شفاف کر کے نکالتا ہے اور اس سے سبزہ زاروں کو سیراب کرتا ہے، اگر پہاڑوں پر بارش نہ ہو یا پہاڑوں میں پانی جذب کرنے اور اسے چشموں تک پہنچانے کی صلاحیت نہ ہو تو چشمہ خشک اور گل و بوٹے مرجھا جائیں گے، جیسے بارش خصوصاً پہاڑوں کی بارش دشت و صحرا کی جان ہے اسی طرح بیوی کے ساتھ شوہر کے محبتانہ جذبات و پیار بھی گھریلو زندگی کی جان ہے۔ اس سے بیوی بچوں کی زندگی میں صفا و جلا پیدا ہوتی ہے۔ نظام حقوق در اسلام۔ طبع پنجم ص ۳۱۷ و ۳۲۶

عشق کی دو قسمیں

۱۔ شہوت رانی اور بوالہوسی کا عشق

یہ عشق ہوس، جنسی جذبوں اور شہوت کی منہ زوری کی بنیاد پر ہوتے ہیں ہر چند اس نوعیت کے عشق ازدواجی زندگی میں لازم و ضروری ہیں لیکن یہی کافی نہیں ہے اور عشق کے جو فوائد و خواص بیان ہوئے ہیں اس میں شائبہ بھی نہیں ہے اس میں دوام استحکام نہیں ہے، کیونکہ کچھ زمانہ کے بعد شہوت و ہوس بجھ جاتی ہے اور پہلے جنسی جذبے بتدریج کم رنگ ہو جاتے ہیں اور عمر و بچوں کی افزائش سے جوانی کا ہمہمہ گھٹ جاتا ہے چہرہ و جسم کی پہلی سی حالت نہیں رہتی ہے، اور چند سال گزر جانے کے بعد زن و شوہر پر بڑھاپے کے آثار چھا جاتے ہیں اور اس وقت سعادت مندانہ زندگی کو جاری رکھنے کا کوئی طاقتور محرک نہیں رہتا ہے۔

زندگی کے شیرازے اور مصالح کو اتنا مضبوط و قوی ہونا چاہئے کہ جو زندگی کے تمام مراحل میں ثبات و استوار ہے اور ان کی بنیادوں کو متزلزل نہ ہونے دے جبکہ اس عشق میں ایسی صلاحیت نہیں ہے، بہت جلد اس کی قلعی کھل جاتی ہے اور ننگ و رسوائی کا سبب بنتا ہے۔

عشقہائی کز پے رنگی بود   عشق نبود عاقبت ننگی بود

۲۔ اعلیٰ عشق

اس عشق میں انسان کو اعلیٰ اقدار سے پیار ہوتا ہے، اگر میاں بیوی کے درمیان یہ عشق پیدا ہو جائے اور شہوتی و جنسی جذبات کے نتیجہ میں واقع ہو تو یہ چیز اعلیٰ اقدار بن جاتی ہیں۔ ازدواجی زندگی میں دونوں نوعیت کے

عشق کا وجود ضروری ہے کوئی ایک کافی نہیں ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ زوجہ اور شوہر کے درمیان کے روابط کو فقط اعلیٰ اقدار کی بنیاد پر استوار ہونا چاہئے، جنسی عشق ضروری نہیں ہے یہ خام خیال ہے اس سے سعادت مندانہ اور کامیاب زندگی بسر نہیں ہو سکتی اور اگر یہ کہیں کہ جنسی عشق کافی ہے تو یہ بھی غلط فہمی ہے بلکہ ان دونوں کو ایک ساتھ ہونا چاہئے تاکہ ایک دوسرے کی تکمیل کریں اس مسئلہ میں بھی ازدواج و شریک حیات کے انتخاب کی طرح درمیانی راستہ اختیار کرنا چاہئے، افراط و تفریط کا شکار نہیں ہونا چاہئے

پہلی نوعیت کا عشق تخریبی اور نقصان دہ ہے لیکن جب دوسری قسم کا عشق اس کے ساتھ ہوتا ہے اس کے مضر و منفی اثرات ختم ہو جاتے ہیں اور پھر یہ اعلیٰ اقدار کا جز بن جاتا ہے اس کے بعد نقصان دہ نہیں بلکہ مفید بن جاتا ہے۔

یہاں بھی شہید مرتضیٰ مطہریؒ کا قول راہ کشا ہے:

انسان کے احساسات و جذبات کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے بعض شہوت اور بالخصوص جنسی شہوت سے تعلق رکھتے ہیں اس میں حیوان و انسان دونوں مشترک ہیں یہ جنسی مبادی سے شروع ہوتے اور اسی پر ختم ہو جاتے ہیں اس کی کمی زیادتی کا تعلق قہری طور پر جوانی کے زمانہ تناسلی کی مشنری فزیالوجی کی فعالیت سے ہوتا ہے۔ ایک طرف جوانی اور دوسری طرف خواہش کی بہتات سے کمی واقع ہوتی ہے۔

انسان میں کچھ دوسری قسم کے احساسات بھی ہوتے ہیں جو کہ حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے شہوت کے

مغائر ہیں بہتر ہے کہ انھیں عاطفہ یا قرآن کی اصطلاح میں مودت ورحمت کا نام دیا جائے... قرآن میں میاں بیوی کے رابطہ کو لفظ مودت ورحمت سے تعبیر کیا گیا ہے یہ بہت اونچی بات ہے اشارہ حیوان سے بلند انسانی ازدواجی زندگی کی طرف نیز اس بات کی طرف ہے کہ ازدواجی زندگی میں شہوت رابطہ نہیں ہے بلکہ اصل رابطہ صفا ومحبت اور دو روحوں کا اتحاد ہے....(۱)

سوال وجواب

سوال: عشق کی پہلی قسم کو سب جانتے ہیں، اس کے مفہوم کو بھی سمجھتے ہیں، لیکن عشق کی دوسری قسم بہت زیادہ واضح نہیں ہے، جس عشق پر ازدواجی زندگی کی بنیاد رکھنا چاہئے جس پر اعلیٰ اقدار کو استوار ہونا چاہئے اور عشق اول کو جس کے زیر سایہ ہونا چاہئے وہ کونسا عشق ہے؟

جواب: جو مطالب شریک حیات کے انتخاب سے متعلق فصل میں بیان ہونے والے مطالب اس سوال کا مکمل جواب ہیں جو معیار واقدار وہاں بیان ہوئے ہیں وہ دونوں عشقوں کو شامل ہیں،

دائمی عشق

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ، میاں، بیوی کے درمیان دائمی عشق و

---

(۱) جاذبہ و دافعہ علی۔ علیہ السلام۔ صفحہ ۵۵ و ۵۸

محبت ہونا چاہیئے تاکہ جوانی کے بعد وہ باقی رہے تاکہ زن وشوہر کو بڑھاپے میں محبت وعطوفت کی شدید ضرورت ہوتی ہے اس وقت جنسی خواہش وجذبات کے ختم ہو جانے کے بعد بھی ان کی زندگی میں چمک دمک اور حرارت باقی رہتی ہے خدا نے اس محبت کا منبع زن وشوہر کے وجود میں قرار دیا ہے، ﴿جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾[1] خدا نے تم میاں، بیوی کے درمیان عشق ومحبت قرار دی ہے اگر تم نے صحیح بنیادوں پر زندگی استوار کی اور صحیح طریقہ سے گزاری تو وہ محبت ورحمت آخری عمر تک باقی رہے گی۔

ہم نے بہت سے جوڑے دیکھے ہیں کہ جوانی کا زمانہ گزر جانے کے بعد نہ صرف یہ کہ ان کے دوستانہ روابط میں خلل واقع نہیں ہوتا بلکہ جیسے جیسے ان کی عمر گزرتی ہے اور بڑھاپے کا زمانہ قریب آتا ہے اسی تناسب سے ان کے عاشقانہ روابط کا احترام ووقار بڑھتا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کے روابط وکردار میں متانت اور شکوہ میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کی پیری کا زمانہ ازدواجی زندگی کے کمال کا زمانہ رہا ہے۔

ایک حسین وپرشکوہ واقعہ

پھوپھی زینب اور حاجی حسن تقریباً ستر سال سے ازدواجی زندگی بسر کر رہے تھے، ان کی عمر کے آخری پچیس سال مجھے یاد ہیں کہ کتنے احترام کے ساتھ ایک دوسرے سے پیش آتے تھے، میں نے کوئی ایسی بات نہ دیکھی اور نہ سنی جس سے دوسرے کی بے احترامی ہوتی ہو اور نفرت کی غماز ہو، ان کی باقی عمر سے متعلق میں نے

---

(۱) سورۂ روم آیت ۲۱

اپنے عزیزوں سے معلوم کیا تو بتایا کہ ان کی زندگی ہمیشہ اسی طرح بسر ہوئی ہے۔

پھوپھی، حاجی حسن۔ جو کہ زیادہ ضعیف تھے اور آخری عمر میں معذور ہو گئے تھے۔ کی زوجہ بھی تھیں اور تیمار دار بھی اور اس ضعیف انسان کا اتنا احترام کرتی تھیں کہ دیکھنے والے انگشت بدندان رہ جاتے اور ان کی تعریف پر مجبور ہو جاتے تھے، ظاہر ہے اس ضعیفی کے زمانہ میں جنسی مسائل کا کوئی سوال ہی نہیں تھا، اس کا زمانہ گزر چکا تھا، لیکن احترام اسی شکوہ کے ساتھ باقی تھا،

جب بھی حاجی حسن بیمار پڑتے تھے پھوپھی نہایت ہی مہربانی اور ادب کے ساتھ ان کی تیمارداری اور دیکھ بھال کرتی تھی میں مزاج پرسی کے لیے جاتا تھا تو حاجی حسن کہتے تھے یہ تمہاری پھوپھی دن رات میری خدمت کرتی رہتی ہیں اگر یہ نہ ہوتی تو میں اس ضعیفی میں اچھی زندگی نہیں گزار سکتا تھا، یہ جو میں مسجد میں جاتا ہوں، عبادت کرتا ہوں، عزت کی زندگی گزار رہا ہوں یہ سب کچھ اسی کی محبت و مہربانی کا نتیجہ ہیں، اس کا وجود میرے لئے بہت بڑی نعمت ہے اور خدا کا لطف ہے میں ہمیشہ اس کے لئے دعا کرتا ہوں۔

میں ان کے مخلصانہ روابط دیکھتا تھا، بہت خوش ہوتا تھا، اور ان میاں بیوی پر افسوس کرتا تھا جن کا برتاؤ نفرت آمیز و کینہ توز ہے اور روابط اچھے نہیں ہیں، اور یہ آرزو کرتا تھا اے کاش سارے جوڑوں کی زندگی پھوپھی زینب اور حاجی حسن کی مانند ہوتی۔

حاجی حسن بہت زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے ان کی عمر نوے سال کے قریب پہنچ چکی تھی اور اپنے کام خود انجام نہیں دے سکتے تھے، اپنے پیروں پر نہیں کھڑے ہو سکتے تھے لیکن خدا نے ان کے لئے ان کی زوجہ کو سلامت رکھا اور وہ ضعیفی میں احترام و محبت کے ساتھ اپنے شوہر کی تیمارداری کرتی تھی اور لمحہ

بھر کے لیے تنہا نہیں چھوڑتی تھی کہ جس سے ان کی خفت ہوتی۔

آخری مرتبہ جب میں حاجی حسن کی عیادت کے لیے گیا اور مزاج پرسی کی تو کہا: اگر خدا نے اسے میری بیوی قرار نہ دیا ہوتا تو میں زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔۔۔۔

حاجی حسن کی عمر کے آخری دن تھے، اب ستر سالہ مشترک و باہم زندگی گزارنے کے بعد پھوپھی زینب کو تنہا چھوڑ دینا چاہتے تھے۔ ان کی موت کے آثار ان کے وجود سے آشکار تھے۔ پھوپھی زینب بے قراری کے ساتھ اپنے شوہر کے گرد ایسے گھومتی تھی جیسے پروانہ شمع کے گرد اور جتنی خدمت ہو سکتی تھی کرتی تھی۔

حاجی حسن کبھی کبھی آنکھیں کھول کر پھوپھی زینب کو دیکھتے تھے ان کی نگاہوں سے پھوپھی زینب کا احترام و قدر دانی عیاں تھی وہ آنکھوں کی زبان سے پھوپھی زینب سے یہ کہتے تھے اے میرے پاک فرشتے تم میرے لئے بہترین ہمسر اور با وفا دوست تھی، تم نے اپنی جوانی اور عمر میرے ساتھ گزار دی ہر نشیب و فراز میں میرے ساتھ نبھایا اور کبھی سے میری شکایت نہ کی، میری عزت محفوظ رکھی، رنج و مسرت میں میری شریک تھی زندگی کی مشکلوں میں میری مددگار تھی۔۔۔۔ اب میں اس دنیا سے سفر کر رہا ہوں، تم سے راضی ہوں، اور خدا کو گواہ قرار دے کر کہتا ہوں کہ تم بہترین زوجہ تھیں میں تم سے راضی ہوں امید ہے کہ خدا بھی تم سے راضی ہو گا اور جزاء عطا کرے گا۔ کبھی ان کے ہونٹوں کو حرکت ہوتی تھی اور زیر لب پھوپھی کے لئے دعا کرتے تھے گویا پھوپھی کے احوال بھی ان کے بوڑھے شوہر جیسے تھے اور رفتار و گفتار میں وہی مطالب اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی۔

مختصر یہ کہ خدا کے ماموران کی روح قبض کرنے کے لئے آئے گویا خدا کے فرشتوں نے پھوپھی کا شکریہ ادا کیا اور ان کی دل جوئی کی کیوں کہ فرشتوں کی آمد سے چند گھنٹے قبل ہی پھوپی نے انھیں غسل دیا اور کپڑے بدلے تھے گویا وہ دولہا

کو جلد میں بھیجنے کے لئے تیار کر چکی تھی۔

حاجی حسن کے انتقال کے بعد جب میں پھوپھی زینب سے ملاقات کے لئے گیا ، ان کی آنکھیں اشکبار اور دل مغموم تھا ، لیکن افتخار و سرفرازی کا احساس کر رہی تھی یہ احساس اس لئے کر رہی تھی کہ انہوں نے اپنے سرتاج کے بارے میں خدا کے حکم پر عمل کیا تھا۔

● ● ●

پیارے جوانو! کیا تم بھی پھوپھی زینب اور حاجی حسن جیسی سعادت مندانہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہو؟ یقیناً چاہتے ہوں گے! پس شریک حیات کے انتخاب اور ازدواجی زندگی میں عشق و محبت کی رعایت کرو، اس سے شادی کرو جس سے تمھیں محبت ہو اور وہ بھی تم سے محبت کرتی ہو۔

شادی ، جسمانی پیوند کا نام نہیں ہے ، بلکہ دو دلوں کے ملاپ کا نام ہے اور اس پیوند کو اتنا محکم و مضبوط ہونا چاہیے جو آخری عمر تک باقی رہے اور اس رشتے کی یہ خاصیتیں ہیں کہ وہ دو مضبوط پایوں پر استوار ہو اور یہ پائے وہی مذکورہ دونوں عشق ہیں۔

محبّت دونوں طرف سے

کامیاب اور سعادت مندانہ زندگی کے لئے یک طرفہ محبت و عشق کافی نہیں ہے بلکہ دونوں طرف سے محبت و عشق کا وجود ضروری ہے ، ایک دوسرے کو دوست رکھتا ہے اور دوسرا اس سے محبت نہیں کرتا ہے تو بھی زندگی میں خلل اور مشکل پیش آئے گی ، یہ دوسرے کی اعتنائی اور سپاٹ رویہ جلد ہی دوسرے

کی محبت کو ختم کر دے گا اور نتیجہ میں دونوں طرف سے نفرت ہونے لگے گی دوطرفہ محبت سعادت آفریں ہے، یک طرفہ نہیں۔

دامِ فریب

ایک خطرناک جال، جس میں بہت سے جوان پھنس جاتے ہیں اور عام طور پر اس سے نہیں نکل پاتے ہیں، یہ ہے کہ: شادی سے قبل ہی یہ سمجھ لیتے ہیں وہ ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے ہیں (یا ایک پسند کرتا ہے دوسرا نہیں) اور شادی سے منصرف ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کے خاندان والے یا احباب وغیرہ کہتے ہیں سردست شادی کرلو بعد میں محبت پیدا ہو جاتی ہے، ناتجربے کار جوان بھی ان کی باتوں میں آجاتے ہیں اور شادی رچالیتے ہیں بعد میں نہ صرف یہ کہ محبت پیدا نہیں ہوتی ہے بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نفرت بڑھتی جاتی ہے اور بدبختیوں کا جال پھیل جاتا ہے اور جن لوگوں نے یہ کہہ کر شادی کرائی تھی کہ بعد میں محبت پیدا ہو جاتی ہے وہ مزاج پرسی کے لئے بھی نہیں آئے، ان کا کہیں پتہ نہیں چلتا، یہ بے روح و ناہنجار زندگی کے بیچ میں تنہا رہ جاتے ہیں اور مشکلات کے پہاڑ ان کے سامنے ہوتے ہیں، اب وعدہ کرنے والے بھی اگر ان کی مدد کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے ہیں۔

جوان (لڑکے، لڑکیوں) کو اس اہم نکتے کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ: عشق و محبت کو ابتدا ہی سے ہونا چاہئے یا وجود میں آئے اور شادی کی بنیاد بن جائے اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ شادی کے بعد عشق و محبت پیدا ہو جائے گی میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جن اشخاص نے اس غلط منطق کی بنا پر شادی کی ان کی زندگی برباد ہوئی ہے آئندہ ہم ایک تلخ واقعہ بیان کریں گے، یہاں

آیت اللہ ابراہیم امینی کے بیان کردہ دو رنج نامے ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا رنج نامہ

محترمہ... اپنے خط میں لکھتی ہیں، تقریباً ایک سال قبل میں نے ایک جوان سے شادی کی تھی شادی سے قبل میری اس سے کوئی آشنائی نہیں تھی وہ دو مرتبہ ہمارے گھر آئے لیکن میں اس کے بارے میں یہ سوچنا مناسب نہیں سمجھتی تھی کہ کیا میں انھیں اپنے شوہر و شریک حیات کے عنوان سے پسند کرتی ہوں یا نہیں۔ سوچتی تھی صیغۂ عقد کے جاری ہونے کے بعد محبت پیدا ہو جائے گی لیکن افسوس جب عقد کے بعد وہ ہمارے گھر آئے تو میں نے محسوس کیا کہ مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے یہ بات میں نے خاندان والوں کے سامنے رکھی لیکن انہوں نے شدید طور پر میری مخالفت کی اور کہا: بعد میں محبت پیدا ہو جائے گی، اب ہماری شادی کو ایک سال ہو رہا ہے، میرے دل میں ان کی محبت نہیں پیدا ہوئی ہے بلکہ انھیں دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی ہوں میرے شوہر بھی جانتے ہیں کہ میں انھیں پسند نہیں کرتی.... میں خود کو گھلتا اور بکھرتا دیکھ رہی ہوں، کئی بار خودکشی کرنے کے بارے میں سوچا لیکن خوف خدا سے نہ کر سکی، میری زندگی جہنم بنی ہوئی ہے جل رہی ہوں لیکن نبھا کر رہی ہوں، کیا کروں سمجھ میں نہیں آتا... انتخاب ہمسر ص ۱۹۱

دوسرا رنج نامہ

جناب.... صاحب.... وہ اپنے شہر سے ایک خط کے ضمن میں لکھتے ہیں: میں پانچ سال سے اسلامی جمہوریہ کی فوج میں بھرتی ہوں اور تقریباً چار سال قبل چچا کی لڑکی سے شادی کی تھی، ان چار برسوں میں مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے اور نہیں ہے۔ والدین کے اصرار پر میں نے اس لڑکی سے شادی کی تھی جس نے میری زندگی میں تلخیاں بھر دی ہیں۔ میں اس لڑکی کو قطعی پسند نہیں کرتا تھا لیکن والدین کے اصرار پر خواستگاری کے لئے گیا اور اس کی اور اپنی زندگی خراب کی پہلی باتوں پر خاک ڈالنے اور اس زندگی سے خوش ہونے کی بہت کوشش کرتا ہوں لیکن کامیابی نصیب نہیں ہوئی جب بھی چھٹی پر جاتا ہوں بیوی اور والدین کی ناراضگی کا سبب بنتا ہوں اب والدین اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہوئے ہیں لیکن وقت نکل چکا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں ہمیشہ نماز کے بعد روتے ہوئے کھڑا ہوتا ہوں دعا کے لئے ہاتھ بلند کرتا ہوں اور اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ اس لڑکی کی زندگی کیوں خراب کی ہے، میں اسے خوش بخت نہیں کرسکتا۔[1]

---

1. انتخاب نمبر ۹۵ و ۹۶

اہم سوال وجواب

یہاں تک یہ بات واضح ہو گئی کہ لڑکے اور لڑکی کے درمیان محبت وعشق ہی ازدواجی زندگی کی بنیاد ہے اور شادی سے پہلے عشق ومحبت کا وجود ہونا چاہیئے اور اسی پر زندگی کی بنیاد رکھنا چاہیئے۔

لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ: جن لڑکے، لڑکیوں نے شادی سے قبل ایک دوسرے کو نہ دیکھا ہو اور ایک دوسرے کو نہ پہچانتے ہوں یا پہچانتے تھے لیکن شادی کے بارے میں نہیں سوچتے تھے لہذا ایک دوسرے سے محبت ولگاؤ بھی نہیں تھا اب وہ خواستگاری اور سلسلہ جنبانی کرتے ہیں ان کے درمیان فوری طور پر کیسے محبت پیدا ہو سکتی ہے اور یہ کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے محبّت کرتے ہیں یا نہیں؟ ان میں پہلے ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ جس سے یہ پتہ لگایا جائے کہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں یا نفرت یا نہ محبت رکھتے ہیں نہ نفرت اس عشق اور تنفر کے انکشاف کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: یہ سوال بہت ہی اہم اور بنیادی ہے اس پر بھرپور توجہ دینا چاہیئے اور غور وفکر اور باہوش وحواس طریقہ سے حل کرنا چاہیئے، یہاں غور وفکر کے ساتھ اس سلسلے میں کچھ وضاحتوں کے بعد جواب دیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ناجائز تعلقات اور گلی کوچوں کا دوستانہ جو کہ بے عفت لوگوں میں رائج ہے، لڑکے اور لڑکیوں کی مصلحت کے خلاف ہے اور اس کا انجام کبھی بھی کامیاب وسعادت مند ازدواج وزندگی نہیں ہو سکتی ہم ایسی ناروا ومجازی دوستی اور عشق کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ عشق سے ہماری مراد یہ نازیبا امور نہیں ہیں یہ ناجائز تعلقات جوانوں کی آبرو کو داغدار بناتے ہیں اور اس سے بے پناہ نقصانات

وجود میں آتے ہیں اور لڑکوں سے زیادہ لڑکیوں کو اس کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے اس ہوس بازی میں جن لڑکیوں نے اپنی عصمت لٹا دی ہے ان کی حالت بہت ہی افسوس ناک ہے یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ ان رکیک حرکتوں کے نتیجہ میں کوئی سعادت مند و ترقی پذیر خاندان وجود میں آیا ہو۔ بعض غافل لڑکیاں حیلہ باز جھوٹے اور چرب زبانوں کی باتوں میں آجاتی ہیں اور اس امید پر کہ ان ہی سے شادی ہو جائے گی اپنی عصمت و عفت لٹا دیتی ہیں اور پھر پشیمانی اور حسرت کی آگ میں جلتی رہتی ہیں (البتہ کچھ لڑکیاں بھی ایسی ہوتی ہیں جو کہ جوان لڑکوں کے لیے جال بچھاتی ہیں اور ان کی زندگی برباد کر دیتی ہیں)

لیکن عشق کا صحیح راستہ۔ اور مذکورہ سوال کا جواب یہ ہے کہ:

پانچویں اور چھٹی فصل کے مطالب کے پیش نظر یہ مسئلہ قابل حل ہے۔ اور وہ اس طرح کہ: پانچویں فصل کے معیاروں کو حاصل کریں اور چھٹی فصل کے راستوں پر گامزن ہوں تو جیسے جیسے ہم آگے بڑھیں گے اور مطمح نظر انسان سے ہماری آشنائی کا دامن وسیع ہوگا اسی تناسب سے یا ہماری اس سے محبت بڑھے گی یا نفرت پیدا ہوگی اور جس انداز سے اس کی اور اس کے خاندان کے خصوصیات و صفات اور اس کے حالات و کوائف عیاں ہوں گے اسی انداز سے ہمارے دل میں اس کی محبت و عقیدت یا نفرت بڑھے گی۔ اس راہ پر اس وقت تک گامزن رہیں جب تک کہ کوئی مثبت یا منفی فیصلہ نہ کر لیں۔

اگر چھٹی فصل کے راستوں کے ابتدائی مراحل (مشورہ کرنے، ثالثی قرار دینے تحقیق اور قاصد بھیجنے وغیرہ) میں ہم کسی واضح نتیجہ پر نہ پہنچیں تو اس کے بعد کی راہوں کو آخری مراحل تک پہنچنے تک طے کریں (جیسے خط لکھنا، تصویر بھیجنا براہ راست گفتگو کرنا اور دوسرے سے بالمشافہ ملاقات کرنا)

چھٹی فصل کے اس مطلب کو قدم قدم پر کامل احتیاط و مکمل حوصلہ سے کام لینے کو فراموش نہ کریں اگر بیان شدہ مطالب کے مطابق عمل کیا جائے اور شریک حیات کے انتخاب کے مراحل کو مکمل احتیاط و حوصلہ مندی کے ساتھ طے کیا جائے گا اور پانچویں فصل میں بیان ہونے والے معیاروں کی رعایت کی جائے تو عشق و محبت یا نفرت کی کیفیت واضح ہو جائے گی۔

میں سختی کے ساتھ تاکید کرتا ہوں کہ لڑکے، لڑکی کی اس وقت تک شادی نہ کی جائے جب تک ان کے درمیان عشق و محبت کا سراغ نہ مل جائے البتہ بالکل ہی دست بردار نہ ہو جائیں۔ اگر محبت ہو اور نہ نفرت ہی اور خود بھی نہ جانتے ہوں کہ ایک دوسرے کو چاہتے ہیں یا نہیں؟ تو شادی کرنے یا نہ کرنے کا آخری فیصلہ نہ کریں بلکہ سلسلہ جاری رکھیں اور چھٹی فصل کے نقشہ کے مطابق عمل کریں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ایک دوسرے کو چاہتے ہیں یا نہیں؟

میرے بہن بھائیو! ہوشیار: انحرافی عامل سے متاثر نہ ہونا مسئلہ کے ہر پہلو پر غور کر کے اطمینان و حوصلہ کے ساتھ فیصلہ کرنا ممکن ہے بعض لوگ آپ پر دباؤ ڈالیں مثلاً کہیں: کیوں آنا کانی کر رہے ہو؟ اس میں کیا عیب ہے؟ جلد جواب دو، کیا ابھی تک تم نے سوچا ہی نہیں ہے؟ اگر تمہاری یہ حرکت لوگوں کو معلوم ہو گی تو کیا کہیں گے؟ اگر تم میری بات رد کرو گے تو میرا دل ٹوٹ جائے گا اور میں بد دعا کروں گا اور تم ساری عمر بن بیاہے رہو گے.... تم ہاں کہہ دو باقی کام ہمارے ذمہ ہے سارے کام صحیح ہو جائیں گے....

اگر یہ حربہ کامیاب نہ ہوا تو ممکن ہے کہ دھمکی دیں۔ خصوصاً لڑکی کو۔ اور رعب و دباؤ میں لا کر جوان کو اس کی مرضی کے خلاف شادی کرنے پر مجبور کریں۔ لیکن آپ ان کی دھمکیوں میں نہ آئیں جب تک ہاں نہیں کہیں گے

اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا، کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور اگر لڑکے، لڑکی کا مرضی کے بغیر عقد ہوتا ہے تو باطل ہے، ایسے عقد کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، آپ غیر شرعی عقد کے لئے تیار نہ ہوں۔

اگر لڑکا یا لڑکی منفی جواب دے دیتے ہیں یا پیغام کو رد کر دیتے ہیں تو بعض بزرگ کہتے ہیں: بھلا اس میں کیا عیب ہے کہ تم قبول نہیں کر رہے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پیغام رد کرنے یا جواب میں تاخیر کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ اس میں کوئی عیب ہے ممکن ہے وہ بہت اچھا ہو لیکن یہ لڑکی اسے اپنا شوہر بنانا صحیح نہ سمجھتی ہے اور اسے شریعت نے قبول کرنے یا رد کرنے کا اختیار دیا ہے۔

ناپائیدار زندگی

اگر دونوں کی محبت و احترام کے ساتھ شادی نہ ہوگی تو زندگی تلخیوں سے بھر جائے گی اور پھر اس کی کوئی قانون اور جبراً اصلاح نہیں کر سکے گا اس سلسلے میں استاد شہید مرتضیٰ مطہری فرماتے ہیں:

> قانون کے زور و جبر سے دو افراد (میاں بیوی) کو انصاف کی بنیاد پر تعاون و احترام پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے اپنے پیمان کی عدالت کی اساس پر پابند کریں اس طرح یہ معاہدہ چند سال تک باقی رہ سکتا ہے لیکن قانون کے زور سے دو افراد کو ایک دوسرے کی محبت، ایک دوسرے سے خلوص اور ایک دوسرے پہ جاں نثاری کے لئے تیار نہیں کیا جا سکتا اور وہ بھی اس طرح کہ دوسرے کی کامیابی کو اپنی کامیابی سمجھے۔

فَالْحَذَرَ، الْحَذَرَ اَیُّهَا الْمُسْتَمِعُ! وَ الْجِدَّ الْجِدَّ اَیُّهَا الْغَافِلُ! وَ لَا یُنَبِّئُکَ مِثْلُ خَبِیرٍ

ہوشیار، ہوشیار، اے سننے والے، کوشش، سعی کوئی شخص بھی تمہیں عقلمند انسان کی طرح خبردار نہیں کرے گا۔

چھٹی فصل

انتخاب

چھٹی فصل

انتخاب

گزشتہ بحثوں میں۔ خصوصاً پانچویں فصل میں۔ ان لوگوں کی طرف سے جن کے لئے ہم نے یہ بحثیں بیان کی تھیں یہ سوال اٹھایا گیا تھا کہ، اپنی زندگی کے ساتھی کو کس طرح پہچانیں اور کیسے اس کا انتخاب کریں؟ ہم نے ان کا مختصر جواب دیا تھا اور کہا تھا کہ اس بحث کی نوبت آنے تک صبر کیجئے اب نوبت آگئی ہے، مفصل جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سلسلہ جنبانی کا وقت

ہم شادی کی فضیلت، شادی کا زمانہ، جلد شادی کرنے کے فوائد اور اس میں تاخیر کے نقصانات، اس کی مشکلیں اور موانع اور ان کا حل اور شریک حیات کے انتخاب کے معیاروں سے واقف ہو چکے اور خدا کی مدد سے شادی کا فیصلہ کر لیا ہے تو اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ ابتدا کیسے کریں؟ ہم نے معیاروں کو تو پہچان لیا ہے لیکن ان معیاروں کے مطابق شریک حیات کو کیسے حاصل کریں اور یہ کیسے

سمجھیں فلاں انسان ہی ہمارے معیاروں پر پورا اترتا ہے؟ مختصر یہ کہ تھیوری سے آگاہ ہونے کے بعد عمل و پریکٹیکل کی نوبت ہے اس کو کیسے حل کریں؟

جواب: جب انسان کے معیار موجود ہوتے ہیں اور وہ یہ جانتا ہے کہ اسے کیا چیز درکار ہے تو اس وقت اس راہ کو طے کرنا کچھ دشوار نہیں ہے (ہر چند دقیق ہے اور تامل چاہتی ہے) ایسے شخص کی مثال اس مسافر کی سی ہے جو کہ اپنی منزل مقصود کو جانتا ہو اور اپنے مقصد سے بھی آگاہ ہو لیکن ایسے مسافر کے پاس راہنما کا نقشہ ہونا چاہیے تا کہ صحیح و سالم منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

ان بحثوں سے پانچویں فصل کے آخری حصہ تک مقصد و ہدف روشن ہو گیا ہے۔ الحمد للہ۔ اور چھٹی فصل میں راہنمائی کا نقشہ واضح ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

انتخاب

جس طرح مختلف ذمہ داریاں لوگوں کے سپرد کرنے کے لئے ہر ذمہ داری کے لئے کچھ معیار معین کئے جاتے ہیں اور پھر ان معیاروں کے مطابق افراد منتخب کیا جاتا ہے، ازدواج و شادی کی ذمہ داری سپرد کرنے کے لئے بھی مخصوص معیاروں کے مطابق (لڑکا ہو یا لڑکی) منتخب کریں یہ انتخاب آئندہ ان دونوں کی زندگی میں اہم کردار ادا کرے گا۔

کامل معرفت

لڑکے، لڑکی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس انسان کو اچھی طرح پہچانتے ہوں جسے اپنا شریک حیات بنانا چاہتے ہیں۔ اس معرفت کا حصول ضروریات میں سے ہے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ انسان کو اس شخص کی معرفت حاصل نہ ہو جس

کو وہ اپنا شریک حیات، رازداں اور قریبی بنانا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ ایک زندگی گزارنا چاہتا ہے بغیر معلومات کے اس وادی میں قدم رکھنا ایک قسم کی نفسیاتی خودکشی ہے جسے کوئی عقلمند انجام نہیں دے سکتا۔

انسان کی زندگی میں عقیدے اور مذہب کے انتخاب کے بعد سب سے اہم شریک حیات کا انتخاب ہے خدا کے پیغمبروں اور ائمہ کے بعد انسان کی زندگی میں سب سے اہم کردار شریک حیات ہی ادا کرتا ہے (ماں، باپ بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں لیکن شادی سے پہلے جبکہ ہماری بحث شادی کے بعد کی زندگی سے ہے) انسان انگشت بدنداں رہتا ہے کہ اس اہمیت کی وضاحت کن لفظوں میں کرے۔ میرا عقیدہ ہے کہ: انسان کی سرنوشت میں شریک حیات کے کردار کی اہمیت و وسعت اور اس کے انتخاب میں غور کرنے کے مفہوم کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں جتنا بھی لکھا اور پڑھا جاتا ہے پھر بھی حق مطلب ادا نہیں ہوتا ہے، ممکن ہے زن و شوہر میدان عمل میں ایسے واقع ہوئے ہوں کہ اپنی زندگی میں ایک دوسرے کے کردار کو محسوس نہ کرتے ہوں (کیوں کہ یہ اثر یکبارگی نہیں بلکہ تدریجی طور پر ہوتا ہے) لیکن تاثر و تاثیر مستقل طور پر اپنا اثر جاری رکھتا ہے۔

ازدواجی زندگی ایک پراسرار دنیا ہے، جو حیرت انگیز بھی ہے اور حکیمانہ بھی

شریک حیات کے انتخاب کے طریقے

پہلا طریقہ: مشورہ

مشورہ کی قدر و قیمت اور اہمیت کو سب ہی جانتے ہیں لہذا اسے بیان

بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس نکتہ کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ شریک حیات کے انتخاب میں کس سے مشورہ کیا جائے۔

عقلمند راہنما

ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک عقلمند راہنما کو منتخب کرے اور اپنی زندگی کے تمام اہم امور میں اس سے مشورہ کرے، خواہ ایسے راہنما کو تلاش کرنے میں زحمتیں ہی برداشت کرنا پڑیں کیوں کہ انسان کی زندگی میں راہنما کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔

خود رائی اور کسی سے مشورہ نہ لینا نوجوانوں کے لئے خطرناک ہے خصوصاً شریک حیات کے انتخاب میں مشورہ نہ کرنے سے ممکن ہے پشیمانی اور ناقابل تلافی خسارے سے دوچار ہونا پڑے۔

خداوند عالم مومنوں کے بارے میں فرماتا ہے:

اور شریک حیات کے انتخاب سے زیادہ اہم اور کیا مسئلہ ہو سکتا ہے؟!

پس ازدواجی زندگی اور شادی کے مسائل میں اس عقلمند راہنما سے مشورہ کرنا اور قدم قدم پر اسے ساتھ رکھنا چاہیئے۔

مشیر کے صفات

ہر شخص سے مشورہ نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اگر مشیر میں مشاورت کی خصوصیات نہ ہوں گی تو مشورہ لینے والے کو گمراہ کر دے گا نتیجہ میں فائدہ سے زیادہ نقصان ہوگا

مشیر کے صفات یہ ہیں:

۱۔ دین دار بے دین انسان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، دین دار انسان علاوہ اس کے کہ وہ قابل اعتماد ہے وہ ہر قضیہ کو اسلام کے نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے اور اسلامی معیاروں کے مطابق اپنا نظریہ پیش کرتا ہے۔

۲۔ عقل و فہم

۳۔ شریک زندگی کے انتخاب کے متعلق کافی معلومات رکھتا ہو۔

۴۔ رائے کی آزادی: اپنے نظریہ اور عقیدہ کو کسی خوف اور غلط مصلحت اندیشی کے بغیر بیان کرتا ہو۔ جو آزادانہ طور پر اپنی رائے پیش نہ کرسکے ممکن ہے اپنی مصلحتوں کے تحت مشورہ دے اور مشورہ لینے والے کے حق میں مضر ثابت ہو۔

۵۔ مخلص و خیر خواہ ہو۔

۶۔ امین و راز دار ہو۔

والدین اس سلسلے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور وہ جوانوں کے لئے مخلص و خیر خواہ مشیر ثابت ہو سکتے ہیں اور اپنے تجربات و نظریات سے اپنے بچوں کو مستفید کر سکتے ہیں لیکن اپنے نظریات ان پر نہ ٹھونسیں۔

وضاحت

دوسروں سے مشورہ لینے اور ان کے خیالات معلوم کرنے کے بعد آخری فیصلہ جوانوں کو فیصلہ خود کرنا چاہئے مشورہ کرنے والے کا مشیر سے ایسا رابطہ ہونا چاہیے جیسا کہ پائلٹ (ہواباز) کا ایئرپورٹ کے کنٹرول روم سے ہوتا ہے یعنی اس سے معلومات و ہدایات لے لیکن کنٹرول و فیصلہ خود اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں خداوند عالم اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے ﴿شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ اپنے امور میں مسلمانوں سے مشورہ کیجئے اور خدا پر توکل کر کے عمل کیجئے

دوسرا طریقہ ثالثی

شادی و ازدواج میں ثالثی اس شخص کو کہتے ہیں جو کہ لڑکی اور لڑکے (یا ان کے والدین) کا تعارف کراتا ہے اور ان کی شادی کے لئے راہ ہموار کرتا ہے یا تعارف کے علاوہ آخر تک ان کی مدد کرتا ہے یا وہ تعارف نہیں کراتا ہے بلکہ جوان (خود یا اس کے والدین و رشتہ دار) اس سے رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی مناسب رشتہ تلاش کیجئے یا شریک حیات کے انتخاب میں ہمارا تعاون کیجئے۔

اس کام کا ثواب واہمیت چوتھی فصل کے آخر میں بیان ہو چکی ہے لہذا اس کی تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

شریک زندگی کے انتخاب میں یہ واسطہ بننے والا یا فرد ثالث اہم کردار ادا کر سکتا ہے، اس بنا پر اس سے احتیاط و ظرافت سے ملاقات کرنا چاہئے اور واسطہ بننے والے اور ثالثی کے فرائض انجام دینے والے میں کچھ خصوصیات ہونے چاہئیں اس سلسلے میں لڑکے، لڑکی کے بھی کچھ فرائض ہیں کہ ان کی چھان بین ضروری ہے

واسطوں کی قسمیں

ان واسطوں کی کئی قسمیں ہیں:

۱۔ خیر خواہ اور آگاہ

ایسے افراد اس اہم فریضہ کے معیاروں کو جانتے ہیں اور اس سے اچھی طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں، ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

واسطہ بننے والے اور ثالثی کے فرائض انجام دینے والے کی تحقیق و شناخت کا معیار وہی ہے جو کہ مشورہ والی بحث میں بیان ہوا ہے یعنی اس میں وہ تمام

خصوصیات وصفات ہونے چاہئیں جو کہ مشیر کے لئے بیان ہوئے ہیں۔

ممکن ہے مشیر وثالثی کرنے والا ایک شخص ہو یا دو اشخاص ہوں یعنی مشیر ہی واسطہ بھی بن سکتا ہے اور ان دو میں سے ایک ہی کام انجام دے سکتا ہے یعنی مشورہ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن کسی سے اس کی جان پہچان نہیں ہو

۲ ۔ خیر خواہ لیکن ناآگاہ

ان کی نیت صحیح ہوتی ہے اور صحیح کام انجام دینا چاہتے ہیں لیکن طریقۂ کار سے ناواقف ہوتے ہیں، نیک کام انجام دینا چاہتے ہیں لیکن چونکہ شریک زندگی کے معیاروں اور طریقوں سے واقف نہیں ہوتے اس لئے خیر کے بجائے شر وجود میں آتا ہے خیر خواہ ہیں مگر نادان ہیں ان پر اعتماد کرنا نقصان وندامت کا سبب ہے

ایک افسوس ناک واقعہ

ایک شخص خیر خواہ نیک نیت اور بڑا ہمت والا تھا، اس کی خیر خواہی اور دوسروں کی مدد کرنا اس کے نمایاں خصوصیات ہیں اور اس میں کامیاب بھی تھا۔

اس کے کار خیر میں سے ایک رشتے ناتے کرانا بھی ہے شادی کرانے میں ثالثی کے فرائض انجام دیتا تھا لیکن افسوس اس سلسلے میں اس کے پاس تجربہ اور وسیع نظر نہیں تھی اسی لئے ناکام تھا۔

اس کا لگایا ہوا ایک رشتہ ملاحظہ فرمائیں:

افسانہ کا غلام سے رشتہ لگایا اور افسانہ کے سامنے غلام کی خوب تعریفیں کیں غلام کا بھائی اپنے بھائی کی عادات وخصوصیات کو اچھی طرح جانتا تھا اور کم وبیش افسانہ کے مزاج سے بھی واقف تھا اس نے اس سے کہا: افسانہ میرے بھائی کے لئے

مناسب نہیں ہے، ان کی دال نہیں گلے گی اور کامیاب زندگی نہیں گزار سکیں گے لیکن موصوف نے کہا: لڑکے لڑکی کی ملاقات کرادیں کہ وہ خود ایک دوسرے کو سمجھ لیں ممکن ہے راضی ہوجائیں، غلام کا بھائی اپنے بھائی کی نادانی اور غیر مستقل مزاجی اور افسانہ کی زبان درازی اور حیلہ گری کو اچھی طرح جانتا تھا اس نے ثالثی کے فرائض انجام دینے والے سے کہا: میں اپنے بھائی کو اچھی طرح جانتا ہوں اس کے افکار سے بخوبی واقف ہوں اگر وہ افسانہ سے گفتگو کرے گا تو اس پر فریفتہ ہوجائے گا اور اصطلاحی توافق ہوجائے گا لیکن حقیقی توافق نہ ہوگا اور آئندہ اس کے بھیانک نتائج برآمد ہوں گے۔

لیکن ثالثی کے فرائض انجام دینے والے نے اسی طرح اپنی کوشش جاری رکھی اس کوشش میں اس کی نیک نیت تھی اور ہرگز کوئی برا ارادہ نہیں تھا، مختصر یہ کہ غلام تیار ہوگیا.. غلام کے بھائی نے غلام سے گفتگو کی اور اسے بتایا: برادرم! یہ لڑکی تمہارے لئے مناسب نہیں ہے، اس کے خصوصیات تمہارے مزاج کے سراسر خلاف ہیں اگر اس سے شادی کروگے تو تمہاری زندگی خراب ہوجائے گی... لیکن افسوس۔ اس کی کوششیں ناکام رہیں اور غلام وافسانہ نے ایک دوسرے سے ملاقات وگفتگو کی چنانچہ غلام کے بھائی کی پیشین گوئی کے مطابق نتیجہ برآمد ہوا اور غلام افسانہ پر فریفتہ ہوگیا... اور شادی ہوگئی...

(افسوس)

اس منحوس شادی کی وجہ سے ایک ایسا فتنہ کھڑا ہوگیا کہ جس کی نظیر میں نے نہ دیکھی ہے اور نہ سنی ہے کہ کسی شادی سے ایسے بھیانک وسنگین نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

غلام کے بھائی نے واسطہ بننے والے سے کہا: دیکھا تم نے کیا، کیا؟ موصوف

نے کہا: میری نیت نیک و صحیح تھی میں یہ نہیں چاہتا تھا جو ہوا ہے غلام کے بھائی نے کہا: مجھے بھی معلوم تھا کہ تمہارا ارادہ نیک ہے لیکن چونکہ تمہارے اندر اس کام کی صلاحیت و لیاقت نہیں ہے اس لئے تم نے شر پھیلا دیا اب تم ایسا کار خیر انجام نہ دینا۔

یہ واسطہ بننے والے وہی تھے جو اسماعیل و صفورا کے درمیان واسطہ بنے تھے جن کی داستان پانچویں فصل میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

۲۔ جو لوگ بد نیت ہوتے ہیں اور اپنا ہی فائدہ ہمیشہ نظر رکھتے ہیں۔

ان لوگوں کی نیت میں بھی شر ہوتا ہے اور عمل میں بھی ان کی مثال دھوکے بازوں کی سی ہے، ظاہر میں خیر خواہ باطن میں قاتل، چرب زبان اور حیلہ گر، ہر طرح اپنا ہی مقصد پورا کرنا چاہتے ہیں۔

جوانوں اور والدین کو ان حیلہ گروں سے ہوشیار رہنا چاہئے اور ان کے فریب میں نہیں آنا چاہیئے،

جوانوں کے لئے یاد دہانی

باوجودیکہ پہلے گروہ کا تعارف کرانا اور واسطہ بننا مکمل طور پر قابل اعتماد ہے اور شریک حیات کے انتخاب میں جوانوں کے لئے بہترین ذریعہ ہیں لیکن ان کی ہر بات کو قبول کرنا اور ان کے بتائے ہوئے رشتہ کو تسلیم کر لینا ضروری نہیں ہے بلکہ آخری فیصلہ خود جوانوں کو کرنا چاہیئے، یعنی واسطہ بننے والوں کا کام صرف راستہ بتانا ہے لیکن انتخاب اور آخری فیصلہ خود لڑکے اور لڑکی کو کرنا ہے، اس بات کو ہرگز فراموش نہ کیجئے۔

تحقیق کا تیسرا طریقہ

اس راہ نما نقشہ میں اہم ترین راہ تحقیق ہے۔

جس زمانہ میں، میں اس فصل کو لکھ رہا تھا اس وقت ایک ادارہ کی طرف سے ایک شخص اس آدمی کی تحقیق کے سلسلہ میں میرے پاس آیا جو اس ادارہ میں ملازمت کرنا چاہتا تھا۔ اس امیدوار کے بارے میں گفتگو کے بعد میں نے تحقیق کرنے والے سے کہا: آپ کا کام بہت ہی اہم ہے، لہذا افراد کے انتخاب میں بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھایئے... اس نے کہا جو شخص بھی اس ادارہ میں ملازمت کرنا چاہتا ہے اس کے بارے میں، تقریباً چھ ماہ تک ہم تحقیق کرتے ہیں اور اس کے جاننے والوں سے رابطہ قائم کرتے ہیں اور تحقیق میں بال کی کھال نکالتے ہیں جو ہر زاویہ سے ہمارے معیار کے مطابق نہیں ہوتا اسے ہم ملازمت نہیں دیتے۔

اس کے جانے کے بعد میں نے اپنے دل میں سوچا کہ... اگر کسی کو کسی ادارہ میں سروس (ملازمت) دینے کے لئے چھ مہینے کی تحقیق ضروری ہے تو شریک حیات کے انتخاب کے لئے، ایک عمر کی مشترک زندگی کی ذمہ داری سپرد کرنے کے لئے، ایک نسل ایجاد کرنے کی ذمہ داری سپرد کرنے کی خاطر اور اس شریک زندگی کے انتخاب کے لئے کس قدر تحقیق ضروری ہے جس پر دنیا و آخرت کی سعادت کا دارو مدار ہے لیکن واسطہ بننے والے کو آسانی سے بدل سکتے ہیں جبکہ شریک حیات کو اتنی آسانی سے نہیں بدل سکتے بلکہ اس کا بدلنا بہت ہی مشکل یا ناممکن ہے خواہ "مرد ہو یا عورت"؟

قبول یا رد کی دلیل

جس طرح دلیل اور وسیع معلومات و معرفت کے بغیر کسی کو اپنی زندگی کا

شریک نہیں بنایا جاسکتا اسی طرح کسی دلیل اور وسیع معلومات و معرفت کے بغیر کسی کو رد بھی نہیں کیا جاسکتا، قبول امداد کرنے کے لئے دلیل ضروری ہے۔

بعض اشخاص کسی لڑکے، یا لڑکی کے پیغام کو صرف اس بنا پر رد کر دیتے ہیں کہ انھیں اس کے متعلق کافی معلومات نہیں ہوتی ہیں یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے بغیر دلیل کے قبول کر لینا ممکن ہے وہ لڑکا یا لڑکی کہ جس کا پیغام ٹھکرا رہے ہیں صالح اور مناسب ہو اور اس کے بعد صالح و موزوں لڑکا یا لڑکی نہ ملے۔

تحقیق کی راہیں اور انھیں طے کرنے کی کیفیت

سب کے لئے تحقیق کا ایک ہی معیار نہیں ہے، جس کے بارے میں تحقیق کی کی جارہی ہے وہ جتنا شناسا اور قریبی ہوگا اسی کے مطابق تحقیق کی کم ضرورت پیش آئے گی اور جتنا زیادہ ناآشنا ہوگا اسی تناسب سے زیادہ ہوگی جو شخص اپنے عزیزوں اور آشناؤں میں شادی کرنا چاہتا ہے اس کے لئے مشکل نہیں ہے اور شاید ان تمام امور کی رعایت کرنا ضروری نہیں ہے جو کہ تحقیق کے متعلق بیان ہوئے ہیں اگرچہ وہ بھی تحقیق، مشورے سے بے نیاز نہیں ہیں بہر حال مکمل معرفت کا حصول ضروری ہے۔

تحقیق کے سلسلے میں گوناگوں راہوں کو طے کرنا چاہئے اور مسئلہ کے جزئیات کی چھان بین کرنا چاہئے، مختلف قسم کی معلومات حاصل کرنا چاہئے اور ان کے بارے میں غور و فکر اور مشورہ کرنا چاہئے تاکہ آہستہ، آہستہ نتیجہ تک پہنچ جائیں تحقیق کا جو راستہ بھی طے کیا جائے گا اور جو اطلاع حاصل ہوگی وہ مقصد کی طرف راہنما اور معاون ہوگی اور ہر جزئی۔ خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو کلی نتیجہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔

جزئیات ہی انسان کو کلیات تک پہنچاتے ہیں، لیکن جزئیات میں سے ہر ایک کو مستقل سمجھ کر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے اور نہ اس سے نتیجہ اخذ کرنا چاہیئے بلکہ جزئیات کے مجموعہ سے نتیجہ اخذ کرنا چاہیئے اور اس کے بعد فیصلہ کرنا چاہیئے۔

تحقیق کے طریقے اور اس کی کیفیت:

۱۔ قریبی عزیزوں کے احوال وصفات کی تحقیق

پانچویں فصل میں "خاندانی شرافت" کے عنوان کے تحت یہ چیز بیان ہو چکی ہے کہ: ... ایک خاندان کے صفات وخصوصیات وسیع ہوتے ہیں اور اس کے افراد ان صفات میں شریک ہوتے ہیں بالکل ایسے ہی جیسے ایک درخت کی مختلف شاخیں کہ ایک جڑ سے غذا حاصل کرتی ہیں .... راہ تحقیق میں یہ معیار راہنما اور راہ کشا ہے، اس کے قریبی عزیز کے احوال وصفات کی چھان بین سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ فلاں شخص کے بھی یہی خصوصیات وصفات ہوں گے۔

اس سلسلے میں رسولؐ اکرم کا ارشاد ہے:

(تزوجوا إلى آل فلان فانّهم عفوا فعفت نساؤهم ولا تزوّجوا إلى آل فلان فانهم بغوا فبغت نساؤهم (وسائل ج ۱۴ ص ۱۷۷)

... فلاں خاندان میں شادی کرو کیونکہ اس کے مردوں میں عفت پائی جاتی ہے لہذا ان کی عورتیں بھی باعفت ہوں گی فلاں خاندان میں شادی نہ کرو کیونکہ اس کے مردوں میں عفت نہیں ہے لہذا ان کی عورتیں بھی عفت سے عاری ہوں گی ۱

۱ ازدواج در مکتب اہلبیتؑ ص۸۸

رسول خدا کی اس حدیث میں اگرچہ عفت و بے عفتی کی صفت بیان ہوئی ہے لیکن اس سے تمام صفات کی تحقیق کا معیار بھی دستیاب ہو جاتا ہے۔

۲۔ اس کے خاندان والوں سے معلومات فراہم کریں۔

عزیز و اقارب ایک دوسرے کے خصوصیات و افکار اور اخلاق و کردار سے واقف ہوتے ہیں لہذا مطلوبہ شخص کے بارے میں ان سے معلومات فراہم کی جا سکتی ہے۔

توجہ!

ممکن ہے کسی شخص کے عزیز و اقارب مصلحت اندیشی سے کام لیں اور اس ڈر سے حقیقت بیان نہ کریں کہ کل اس کے خاندان والوں تک یہ بات پہنچ جائے گی اور اس سے انھیں تکلیف ہوگی، یا قرابت کی رعایت کرے، حقیقت بیانی سے کام نہ لے اور اس کے عیب کو بیان نہ کریں، اس بناپر عزیزوں کی بات بھی قابل اعتماد نہیں ہو سکتی لہذا دوسرے ذرائع سے تحقیق کی جا سکتی ہے ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ مشورہ دینے والا عادل و بے غرض ہے اس میں طرف داری کا عنصر نہیں ہے وہ حقیقت کو نہیں چھپاتا ہے تو اس کی بات پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

اطمینان بخش طریقہ

اگر اس (لڑکا یا لڑکی) کے خاندان میں سے کہ جس کو آپ شریک حیات کے لئے منتخب کرنا چاہتے ہیں کوئی آپ کا دوست ہو تو یہ بہترین نعمت ہے اور مقصد کے حصول کے لئے مطمئن ترین ذریعہ ہے۔

۳۔ اس کے قریبی دوستوں کے ذریعہ تحقیق کی جائے۔

جس کو شریک حیات کے عنوان سے منتخب کرنا چاہتے ہیں اس کے ہم کلاس ،اس کے ساتھ کام کرنے والوں اور ان لوگوں سے معلومات فراہم کی جا سکتی ہیں جن سے اس کی دوستی و معاشرت تھی ، لیکن جو چیز۔ مصلحت اندیشی اور پردہ پوشی۔ عزیزوں کے بارے میں بیان ہوئی ہے یہاں بھی اس کا احتمال ہے

۴ ۔ اس کے اساتذہ کے ذریعہ تحقیق کریں۔

ممکن ہے یہ حضرات اس کے ان خصوصیات و صفات سے بھی آگاہ ہوں جنھیں اس کے عزیز اور قریبی دوست بھی نہ جانتے ہوں۔ ان کے بارے میں مصلحت اندیشی اور پردہ پوشی کا احتمال بہت ہی کم ہے یا بالکل نہیں ہے ، کیونکہ اصطلاح میں یہ نہ اس کے دوست و عزیز ہیں اور نہ مصلحت اندیش اور پردہ پوشی کی ضرورت ہے دوسری طرف یہ سوجھ بوجھ والے انسان ہیں۔

یہ بہترین اور مفید ترین طریقہ ہے۔

۵ ۔ اس کے دشمنوں سے پتہ لگایا جائے۔

البتہ ان کی بات کسی لحاظ سے بھی حجت نہیں ہے اور ان کو معیار عمل نہیں قرار دیا جا سکتا یہ تو فقط معلومات فراہم کرنے کے لئے مفید ہیں اور اگر یہ مطمح نظر انسان میں کوئی عیب ونقص بتائیں تو اسے اس وقت تک تسلیم نہ کیا جائے جب تک دوسرے ذرائع سے اس کی تصدیق نہ ہو جائے۔

چوتھا طریقہ پیغام بھیجنا

نقشۂ راہنما میں اسے یہ بہترین راستہ ہے اور اسے اس طرح طے کیا جا سکتا ہے لڑکی اور لڑکی اور ان کے خاندان والے اپنے عزیزوں سے چند افراد کو منتخب کریں اور لڑکے یا لڑکی کے گھر بھیجیں ، ان لوگوں کو بھیجنے سے قبل انھیں یہ

بتائیں کہ تمہیں فلاں کام کے لئے بھیجا جا رہا ہے، انھیں اپنے معیار اور نظریات بتائیں۔

پیغام لے جانے والوں کے خصوصیات

۱۔ عاقل، ۲۔ خیر خواہ، ۳۔ امین، ۴۔ تجربہ کار اور معیاروں سے واقف۔ جوان بھی ہوں اور بزرگ بھی یعنی جس وفد کو بھیجا رہا ہے اس میں جوان بھی شامل ہوں اور بزرگ بھی، کیوں کہ بزرگوں کو وہ تجربہ ہوتا ہے ممکن ہے جس سے جوان عاری ہوں اور ممکن ہے جوانوں کے وہ معیار ہوں جن سے بزرگوں کا دامن خالی ہو۔

جب یہ وفد اپنی ذمہ داری کو پورا کر کے واپس آئے تو لڑکا لڑکی اور ان کے خاندان والے معلومات فراہم کریں، اس سلسلے میں غور کریں، مشورہ کریں اور مکمل تحقیق وچھان بین کے بعد کسی اقدام کا فیصلہ کریں۔

توجہ!

وفد کی فراہم کردہ اطلاعات ونظریات راہنما ہیں آخری فیصلہ نہیں ہے ان کے نظریات میں بھی اشتباہ کا امکان ہے۔

اس مرحلہ میں بھی مکمل تحقیق کے بعد آخری فیصلہ لڑکے اور لڑکی کو کرنا ہے

پانچواں طریقہ خط وکتابت

اس سے پہلی راہوں کو طے کرنے کے بعد اگر زمین ہموار اور حالات سازگار معلوم ہوں لڑکا، لڑکی مثبت فیصلہ کے نزدیک پہنچ گئے ہوں تو اس کے بعد

خطوکتابت شروع کرسکتے ہیں۔

خطوکتابت سے ہماری مراد خلاف شریعت اور گندی محبت کی خطوکتابت نہیں ہے بلکہ ہماری مراد ہے کہ لڑکا لڑکی اپنے خاندان کی خیریت، شریعت و عفت کی رعایت کے ساتھ اپنے مقاصد، خواہشیں اپنی زندگی کے ساتھی کے انتظار، اپنے معیار، مستقبل کا پروگرام، اپنے اخلاق وجذبات وغیرہ کو احترام کے ساتھ لکھیں اور قاصد کے بدست ایک دوسرے کے پاس بھیج دیں۔

اگر یہ خطوکتابت مخلصانہ طور پر کی جائے تو اس سے ایک دوسرے کی معرفت بھی ہو جائے گی اور آخری فیصلے کے لئے بھی مؤثر ہوگی۔

توجہ!

ان خطوط میں عاشقانہ اور شہوت انگیز مطالب نہ لکھے جائیں؛ کیوں کہ:

۱۔ یہ شریعت کے خلاف اور حرام ہے۔

۲۔ ایسی تحریر عقل کو صحیح فیصلے سے باز رکھتی ہے اور دل کو فیصلے کا اختیار دے دیتی ہے۔

۳۔ ابھی تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ان کی ایک دوسرے سے شادی ہوگی بھی یا نہیں ممکن ہے نہ ہو۔

چھٹا طریقہ، فوٹو

اس سے پہلی راہوں کو طے کرنے کے بعد اگر نتائج مثبت ہوں اور لڑکے، لڑکی نے ایک دوسرے کو نہ دیکھا ہو تو ایک دوسرے کی تصویر دیکھ کر مزید معلومات فراہم کرسکتے ہیں اور یہ آخری فیصلے میں مؤثر ہوگا۔

ایک دوسرے کو اپنی اپنی تصویر دینا بھی حیا و عفت کے خلاف نہ ہو بلکہ خاندان میں سے امین شخص کے ذریعہ بھیجیں اور دیکھنے کے بعد واپس کر دی جائے۔

یہ راستہ بھی حجت اور آخری دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ تصویر باطن کی عکاسی نہیں کر سکتی یہاں تک کہ ظاہری خد و خال کو بھی مکمل طور پر نہیں دکھا سکتی، بلکہ یہ بعد والی معلومات اور اقدام کے لئے ایک چھوٹا قدم ہے۔

ساتواں طریقہ بالمشافہہ گفتگو

راہنمائی کی اہم ترین ایک راہ یہ ہے کہ لڑکا، لڑکی بالمشافہہ گفتگو کریں اس سے پہلے مراحل کو طے کرنے کے بعد اگر نتائج مثبت ہوں تو ضروری ہے کہ لڑکا، لڑکی براہ راست گفتگو کریں اور دوسروں کے خوف و دباؤ سے مطمئن ہو کر ایک دوسرے کو اپنے نظریات اور مسائل سے آگاہ کریں اس گفتگو کو پہلے سے تیاری اور اطمینان کے ساتھ انجام پانا چاہیے، گفتگو کے فیصلے اور اس کے شروع کرنے کے درمیان فاصلہ ہونا چاہیے تاکہ پیش کئے جانے والے مسائل پر غور کر سکیں اور یادداشت کر سکیں۔

بہتر ہے کہ یہ مذاکرات چند نشستوں میں انجام پائیں اور ان نشستوں کے درمیان کچھ وقفہ ہونا چاہیے کلی طور پر انھیں جتنا وقت درکار ہو دیا جائے۔

ان مذاکرات کا ایک فائدہ یہ ہے کہ گفتگو کے ذریعہ مد مقابل کے درونی حالات و اسرار کا کسی قدر پتہ لگایا جا سکتا ہے اور اس کے حالات و صفات سے آگہی حاصل ہو جاتی ہے۔

اس سلسلے میں امیر المومنین حضرت علیؑ کا ارشاد ہے:

«مَا اَضْمَرَ اَحَدٌ شَيْئاً إلاّ ظَهَرَ فِي صَفَحَاتِ وَجْهِهِ فَلَتَاتِ لِسَانِهِ» (نہج البلاغہ صبحی صالح حکمت ۲۶)

انسان دل میں جو کچھ بھی مخفی کرتا ہے وہ اس کی زبان کی لغزشوں اور چہرہ کے آثار چڑھاؤ سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

نفسیات شناسی کے اصول میں سے ایک یہ بھی ہے جس کو امامؑ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: انسان کے درونی حالات اور پوشیدہ اسرار کبھی اس کی زبان سے ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی اس کے چہرہ کے رنگ سے ظاہر و آشکار ہوتے ہیں اور یہ چیزیں انسان کے باطنی حالات کو جاننے کے لئے بہترین دریچہ ہیں۔

والدین حضرات۔ جوکہ اپنے بچوں کی ترقی کے خواہاں ہیں۔ کو اس اہم مسئلہ میں ان کی مدد کرنا چاہیئے اور اس کے انجام پذیر ہونے کے لئے زمین ہموار کریں اور ضروری اطمینان فراہم کریں اس سلسلے میں مانع نہ ہوں، تعصب سے کام نہ لیں یہ براہ راست گفتگو اسلام اور عقل کے لحاظ سے صحیح ہے ایسا نہ ہو کہ ہم اسلام کے سلسلے میں پیغمبرؐ سے زیادہ سنجیدہ ہو جائیں اور آپؐ سے زیادہ پکے مسلمان بننے کی کوشش کریں، ہم نے بہت سے والدین کو دیکھا ہے کہ وہ لڑکے لڑکی کو ایسی براہ راست گفتگو سے منع کرتے ہیں اور اپنے اس فعل کو اسلام و غیرت کا رنگ دیتے ہیں جبکہ اسلام و غیرت بچوں کی ترقی کے اسباب فراہم کرنے کا حکم دیتے ہیں اور لڑکے، لڑکی کی یہ براہ راست گفتگو ان کی ترقی و سعادت میں بہت مؤثر ہے۔

نشست کا دستور العمل

اس نشست میں مختلف موضوعات پر بحث و تبادلۂ خیال کیا جاسکتا ہے

کیونکہ افراد عقیدہ، مقاصد، تمناؤں اور خواہشوں کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں لیکن کچھ مطالب عام ہوتے ہیں کہ انہیں ضرور پیش کرنا چاہیئے اور ان پر بحث کرنا چاہیئے ہم ان میں سے بعض کو یہاں سپرد قلم کرتے ہیں تاکہ جوان ان کو نشست کے سلسلے میں دستور العمل سمجھ کر استفادہ کریں۔

① ــــ مستقبل کی زندگی کا کلی قاعدہ

زندگی کو کن پایوں پر استوار کریں اور کس طرح چلائیں؟ مثلاً ایک دین دار جوان اپنی زندگی کو قوانین اسلام کی بنیاد پر استوار کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ زوجہ بھی ایسی ہی ہو کہ زندگی کے تمام امور میں اسلام کے تابع ہو۔

② ــــ مستقبل کے مقاصد سے متعلق گفتگو

ان مقاصد کو بیان کریں جن کے حصول کے لئے مستقبل میں کوشش کرنا چاہتے ہیں علمی، اخلاقی، اجتماعی اور مشغلے کے مقاصد۔۔۔۔

اور مستقبل کی زندگی میں جن تغیر وانقلابات کے رونما ہونے کا احتمال ہو جو کہ پانچویں فصل میں بیان ہو چکے ہیں۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ زن وشوہر شادی سے قبل ایک دوسرے کو اپنا کامل تعارف کرائیں۔ پانچویں فصل کا مطالعہ فرمائیں۔

③ ــــ اپنے اخلاق وصفات اور خصوصیات کو صادقانہ طور پر بیان کریں۔

④ ــــ ایک دوسرے سے جو توقع رکھتے ہیں اسے بیان کریں۔

۵ ــــ ایک دوسرے کے خاندان و عزیز و اقارب سے ملاقات کی کیفیت بھی بیان کی جائے

۶ ــــ مستقبل میں بچّوں کی تربیت کے طریقۂ کار کے سلسلے میں نظریات پیش کریں۔

۷ ــــ اپنے عیوب و بیماری کو بیان کریں

اگر لڑکے، لڑکی میں کوئی مرض، نقص اور عیب ہو تو اسے صاف صاف بیان کر دینا چاہئے کیونکہ :

۱۔ صاف بیان کرنا واجب ہے، عیب چھپانا، پردہ پوشی کرنا، فریب کاری خیانت ہے جو کہ حرام ہے۔

۲۔ اگر ابتدا ہی میں اسے بیان کر دیا جائے گا تو مد مقابل یا تو اسے قبول کرے گا یا رد کر دے گا، اگر قبول کرے گا تو اسے برداشت کرنے کے لئے تیار رہے گا اور بیان کرنے والے کو صادق صاف گو انسان سمجھے گا اور دل میں اس کا احترام کرے گا اور مستقبل میں یہ نہیں سمجھے گا کہ اسے فریب دیا گیا ہے لیکن اگر ایک دوسرے سے اپنے عیب کو بیان نہ کریں اور لاعلمی میں شادی ہو جائے تو مد مقابل آئندہ اس عیب و نقص سے ضرور آگاہ ہوگا اور یہ خیال کرے گا کہ اسے فریب دیا گیا ہے اور شریک زندگی کے خاندان کو خیانت کار و فریب کار تصور کرے گا..... اس وقت بہت سی مشکلیں کھڑی ہو جائیں گی، شریک حیات کی محبت دل سے نکل جائے گی۔ اس کی جگہ دل میں کینہ و غضب آجائے گا کیوں کہ انسان فریب کار

سے محبت نہیں رکھ سکتا، اگر اس عیب کو پہلے ہی صادقانہ طور پر اسے بتا دیتے تو ممکن تھا کہ وہ اسے قبول کر لیتا لیکن اب نوعیت بدل گئی ہے۔

توجہ!

ان عیوب، نقائص اور گزشتہ غلطیوں کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے کہ جن کا آئندہ ہونے والا شریک زندگی کے حقوق سے کوئی ربط نہ ہو۔

اگر کچھ ایسے عیب و غلطیاں ہوں کہ جن کے بارے میں یہ نہیں جانتا کہ ان کا آئندہ بننے والے شریک حیات کے حقوق سے تعلق ہے تو بیان کرے اور اگر نہیں ہے تو بیان نہ کرے تو اس صورت میں عقلمند مشیر سے مشورہ کرنا چاہیئے۔

ناجائز شرطوں کو قبول نہ کریں

زیادہ تر دیکھا جاتا ہے کہ لڑکا، لڑکی شادی سے پہلے ہی ایک دوسرے پر ناحق شرطیں اور مطالبات تحمیل کرتا ہے اور مدمقابل کو اس کے مسلّم حقوق سے محروم کر دیتا ہے۔

ایسی ناروا شرطوں اور خواہشوں کو ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیئے خداوند عالم نے مرد و عورت دونوں کو کچھ حقوق دیئے ہیں شرط قبول کر کے انھیں نہیں گنوانا چاہیئے، یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ فی الحال قبول کر لیتے ہیں بعد میں عمل نہیں کریں گے، ہرگز نہیں۔ کیونکہ شرط قبول کرنے کے بعد اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے «اَلْمُؤْمِنُونَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ» مومنوں کو اپنی شرطوں کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔

مرد و عورت کے حقوق و اختیارات کی دو قسمیں ہیں ۱۔ واجب

۲۔ غیر واجب۔ غیر واجب سے چشم پوشی کی جاسکتی ہے اور اس کی شرط کے مطابق عمل نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن واجب و مسلم حقوق و اختیارات سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی، خدا نے انھیں حکمت و مصلحت کی بنا پر واجب کیا ہے اور انھیں گنوانا مصلحت و حکمت کے منافی ہے، اس سے زندگی پر ضرب لگتی ہے اور اپنی طبیعی ڈگر سے ہٹ جاتی ہے۔

امیر المومنین حضرت علی۔ علیہ السلام۔ کے زمانہ میں ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا تھا۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ کی ایک ایسی شرط قبول کرلی تھی کہ جس سے اس کا ایک حق ختم ہوگیا تھا امامؑ نے اس پر اعتراض کیا اور فرمایا: تم اس حق کو شرط کے ذریعہ کیوں ختم کر رہے ہو جو تمہیں خدا نے عطا کیا ہے؟

یہ شرط معتبر نہیں ہے۔ باطل ہے اور جو چیز خدا نے معین کردی ہے شرط کے ذریعہ اس میں ردّ و بدل نہیں کی جاسکتی[1]

اسلام کے فقہی اور حقوقی مسائل میں، حق واجب و غیر واجب بیان ہوئے ہیں۔

آٹھواں طریقہ، ایک دوسرے کو دیکھنا

اس سے پہلے کے مراحل طے کرنے کے بعد اگر لڑکا، لڑکی مثبت نتیجہ پر پہنچ جائیں اور سارے امور کو قابل حل دیکھیں کہ ان کی شادی میں کوئی مانع نہ ہو اور لڑکے، لڑکی نے ایک دوسرے کو نہ دیکھا ہو تو آخری فیصلے سے قبل ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔

---

[1] نقل بمضمون

چہرہ اور ظاہری قیافہ کا دیکھنا اس مرحلہ کے ضروری مسائل میں سے ایک ہر عقل سلیم کا حکم ہے کہ : وہ میاں بیوی جو ایک دوسرے کے ساتھ طویل عمر گزارنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ۔ ہم آہنگی اور ابھی تک بیان ہونے والے مسائل کے علاوہ۔ ایک دوسرے کے ظاہری چہرے کو پسند کریں اور اس دیکھنے کا لازمہ یہ ہے کہ یا تو وہ ایک دوسرے کو پسند کریں گے یا ناپسند دوسروں کی زبانی تعریف ہر چند موثر ہے لیکن کافی نہیں ہے بلکہ لڑکا، لڑکی بھی ایک دوسرے کو دیکھیں، کیونکہ نظریات مختلف ہوتے ہیں !

اور تھوڑے سے چہرے کا دیکھنا بھی کافی نہیں ہے بلکہ مکمل طور سے دیکھیں تاکہ کوئی ابہام باقی نہ رہ جائے۔

ایسا نہ ہو کہ یہ کہا جائے : ہم نے سب چیزوں کو پسند کر لیا ہے، ہمارے معیار و خواہش کے مطابق ہے اب ظاہری شکل و صورت کا دیکھنا ضروری نہیں ہے کیونکہ : ظاہری شکل و صورت کا پسند یا ناپسند کرنا ممکن ہے گزشتہ تمام مراحل کو متاثر کرے صرف کہنے کی حد تک تو یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اگر بیوی میں فلاں خصوصیت و صفت ہے تو باقی چیزوں کا دیکھنا ضروری نہیں ہے لیکن جب عملی صورت میں چیز سامنے آتی ہے تو حالات بدل جاتے ہیں۔

یہ موضوع احادیث کی نظر میں

حیات پیغمبرؐ میں مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت کے لئے پیغام بھیجا جب کہ اسے اچھی طرح نہیں دیکھا تھا رسول اکرمؐ نے اس سے فرمایا :

«لَوْ نَظَرتَ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرىٰ أَنْ يَدُومَ بَيْنَكُمَا» (۲)

---

1 یہ موضوع اس سے پہلی فصل میں (خوبصورتی کے عنوان میں) بیان ہوا ہے (۲) وسائل الشیعہ

اگر تم اسے دیکھ لیتے تو تمہاری زندگی میں زیادہ توافق و دوام ہوتا۔

اسی طرح رسول اکرمؐ نے اپنے اس صحابی سے فرمایا تھا کہ جس نے ایک عورت کی خواستگاری کی تھی:

«اُنْظُرْ اِلیٰ وَجْهِهَا وَ كَفَّيْهَا» (۱)

اس (عورت) کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھو۔

ایک شخص نے امام جعفر صادق۔ علیہ السلام۔ سے دریافت کیا:

«اَيَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلَى الْمَرْاَةِ يُرِيدُ تَزْوِيجَهَا فَيَنْظُرُ اِلیٰ شَعْرِهَا وَ مَحَاسِنِهَا؟»

جو مرد کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے کیا وہ اس کے محاسن اور گیسوؤں کو دیکھ سکتا ہے۔؟

آپ نے فرمایا:

«لَا بَأْسَ بِذَالِكَ اِذَا لَمْ يَكُنْ مُتَلَذِّذًا» (۲)

اگر لذت کی نگاہ سے نہ دیکھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس سلسلے میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ جن سے اس مسئلے کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے لیکن ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

آیت اللہ ابراہیم امینی کہتے ہیں:

... لڑکے اور لڑکیوں کو تاکید کی جاتی ہے کہ دیکھنے سے فرار نہ کریں ہر ایک اجازت دیدے کہ دوسرا اسے دیکھ لے، یہ بہتر ہے اس سے کہ بغیر دیکھے شادی کرلیں اور بعد میں اس سے خوش نہ ہوں اور نتیجہ میں یا تو طلاق ہو یا مجبوراً اختلافی اور شکر رنجی کی زندگی بسر کریں۔ (۳)

---

(۱) مستدرک، (۲) وسائل الشیعہ، جلد ۱۴ صفحہ ۶۰، (۳) کتاب انتخاب ہمسر، صفحہ ۱۱۴

یاد، دہانی

دیکھنے اور پسند کرنے والا مسئلہ بھی۔ شریک زندگی کے انتخاب کے تمام مسائل کی طرح۔ وسواس کی حد تک نہ پہنچ جائے بہت اونچا رشتہ نہیں تلاش کرنا چاہیئے بلکہ درمیانی اور عام طور پر جو بہتر ہو اسے قبول کر لینا چاہیئے۔

لڑکی کی حرمت کا تحفظ

دیکھنے میں مخصوص، غور و فکر اور ظرافت سے کام لینا چاہیئے یعنی اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ لڑکی کی حرمت کو ٹھیس نہ لگے ایسا نہ ہو کہ جو بھی خواستگار ری کے لئے اسے تحقیق و مشورہ کی راہیں طے کئے بغیر اور صحیح معلومات فراہم کئے بغیر لڑکی دکھادیں اور بعد میں معلوم ہو کہ لڑکا لائق یا مناسب نہیں تھا، اس کے بعد دوسرا خواستگار آئے اور اسے بھی لڑکی دکھادیں اس طریقہ کار سے لڑکی کی حرمت مجروح ہوتی ہے اور اس کے جذبات وغیرہ کو ٹھیس لگتی ہے اور جتنی زیادہ لڑکی باحیا و باعفت ہوگی اس فعل سے اسے اتنی ہی زیادہ تکلیف ہوگی۔

اس سلسلے میں صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی لڑکی کا خواستگار آئے تو پہلے معرفت و تحقیق کی جائے سراغ رساں لوگوں کو اس کے گھر بھیجا جائے مختصر یہ کہ ہر طرح سے اس کی تحقیق کی جائے اس وقت اگر یہ معلوم ہو کہ لڑکے کا غلط ارادہ نہیں ہے، لڑکا، لڑکی کفو بھی ہیں اور ان کی شادی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے بلکہ شادی کے قوی احتمال ہیں تو اس وقت آخری فیصلے اور انتخاب کے لحاظ سے ایک دوسرے کو دیکھا جاسکتا ہے۔

لڑکے لڑکی کو اس بات کی طرف بھی توجہ رکھنا چاہیے کہ دیکھنے کا جو طریقہ

بیان ہوا ہے اور جس کی اسلام نے اجازت دی ہے اس کا تعلق اس شخص سے ہے جو سنجیدگی کے ساتھ مخصوص انسان سے شادی کرنا چاہتا ہے شریک زندگی کے انتخاب کے بہانہ سے کسی کو نہیں دیکھا جا سکتا، اسلام نے صرف اسی مورد کے لئے دیکھنے کی اجازت دی ہے اگر دیکھنا حکم اسلام کے دائرہ سے باہر ہے تو حرام ہے۔

● ● ●

استخارہ

اگر اسلام کے قوانین کو صحیح طریقہ سے سمجھ لیا جائے اور صحیح طریقہ سے ان پر عمل کیا جائے تو سعادت بخش ہوں گے لیکن اگر ان کے سمجھنے میں غلطی ہو جائے اور صحیح طریقہ سے نافذ نہ ہو سکیں تو نہ صرف یہ سعادت بخش نہیں ہوں گے بلکہ نقصان دہ ہوں گے۔

ہمارے معاشرہ کے بہت سے افراد اسلام کے ایک موضوع استخارہ کو سمجھنے میں اشتباہ سے دوچار ہوئے ہیں چنانچہ غلط طریقہ سے اس پر عمل ہوتا ہے ہر چند یہاں استخارہ کے تمام مسائل کی تحقیق کی گنجائش نہیں ہے لیکن چونکہ استخارہ شریک حیات کے انتخاب سے مربوط ہو گیا ہے اس لئے بقدر ضرورت اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

استخارہ کی دو قسمیں ہیں

۱۔ خدا سے خیر و ہدایت طلب کرنا استخارہ کے حقیقی معنی خدا سے خیر و صلاح اور ہدایت طلب کرنا ہیں اور ائمہ معصومین علیہم السلام کا یہی طریقہ تھا درحقیقت استخارہ تمام امور و احوال میں خصوصاً شریک حیات کے انتخاب میں خدا سے دعا و مدد طلب کرنا ہے۔

اس سلسلے میں آیت اللہ ابراہیم امینی تحریر فرماتے ہیں :

... امیرالمومنین علیہ السلام استخارہ کے لئے دو رکعت نماز بجالاتے تھے اور نماز کے بعد سو مرتبہ أَسْتَخِيرُ اللهَ ۔ میں خدا سے خیر چاہتا ہوں۔ پڑھتے تھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے «اَللّٰهُمَّ اِنِّي قَدْ هَمَمْتُ بِاَمْرٍ قَدْ عَلِمْتَهُ، فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهُ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَ دُنْيَايَ وَ آخِرَتِي فَيَسِّرْهُ لِي وَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهُ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَ دُنْيَايَ وَ آخِرَتِي فَاصْرِفْهُ عَنِّي، كَرِهَتْ نَفْسِي ذٰلِكَ اَمْ اَحَبَّتْ، فَاِنَّكَ تَعْلَمُ وَ لَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ» اس کے بعد عملی اقدام فرماتے تھے (مکارم الاخلاق ص ۳۶۹)

اے اللہ میں فلاں کام انجام دینا چاہتا ہوں جیسا کہ تجھے علم ہے اگر دین و دنیا کے لحاظ سے میرے لئے اس میں بھلائی ہے تو اس کی انجام دہی کے لئے وسیلہ فراہم کر دے اور اگر دین و دنیا کے اعتبار سے یہ میرے لئے مضر ہے تو

مجھے اس سے باز رکھ، خواہ مجھے اس سے لگاؤ ہو یا کراہت
کیوں کہ تو حقیقی مصلحتوں سے واقف ہے جنھیں میں نہیں
جانتا اور تو علام الغیوب ہے[1]

امام زین العابدین علیہ السلام کے صحیفہ سجادیہ کی تیسری دعا کے شروع سے آخر تک یہی معانی یعنی خدا سے خیر و ہدایت طلب کرنا ہیں مطالعہ فرمائیں بہت دلچسپ ہے۔

۲۔ ہمارے معاشرے کا معروف اور رائج استخارہ: لوگ اپنے امور کی انجام دہی کے لئے قرآن و تسبیح سے استخارہ کرتے ہیں گویا اپنا فریضہ معلوم کرتے ہیں۔

اسلام میں اس استخارہ کا وجود ہے لیکن افسوس! اس میں ایک قسم کی تحریف ہو گئی ہے، کبھی تو اپنی اصلی شکل ہی سے خارج ہو جاتا ہے، غور و فکر اور تحقیق و مشورہ کے بجائے اسی سے کام لیا جاتا ہے چنانچہ یہ بجائے فائدہ کے نقصان دہ ہوتا ہے

شریک حیات کے انتخاب میں بھی استخارہ کیا جاتا ہے چنانچہ کبھی اس سے بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

اس استخارہ کا صحیح استعمال

جو شخص کسی کام کو انجام دینا چاہتا ہے اگر اس میں اس کی صلاح و بھلائی روشن ہے تو خدا پر توکل کر کے اس کام کو انجام دینا چاہتا ہے اگر

---

[1] انتخاب ہمسر صـ ۱۶۶

اصطلاحی استخارہ کی ضرورت نہیں ہے، اگر اس میں بھلائی وصلاح واضح ہے تو اسے ترک کر دینا چاہیئے یہاں بھی استخارہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر بھلائی وصلاح واضح نہ ہو اور اس کے انجام دینے یا نہ دینے میں تردد ہے تو اس کی تحقیق کرنا چاہیئے غور و فکر اور مشورہ سے کام لینا چاہیے، اچھی طرح چھان بین کرنا چاہیے اگر اس کا ذہن کسی طرف زیادہ مائل ہو جائے مثلاً ایک طرف ۷۰ بڑ ہو اور دوسری طرف ۳۰ بڑ ہو تو ۷۰ بڑ کو اختیار کرنا چاہیئے۔ انجام کے لئے ہو یا ترک کے لئے۔ یہاں بھی استخارہ کی ضرورت نہیں ہے....

لیکن اگر غور و فکر اور تحقیق و مشورہ کے بعد بھی کسی نتیجے تک نہ پہنچ سکے اور دو راہے پر حیران کھڑا ہو کسی ایک طرف رجحان نہ ہو اور اس کام کو ترک بھی کیا جا سکے بلکہ اس کے لئے اپنا فریضہ معلوم کرنا ضروری ہو تو استخارہ کرنا چاہیئے!

یہ استخارہ انسان کو تشویش و حیرانی سے نجات دلاتا ہے، کوئی عقلی و شرعی تکلیف معین نہیں کرتا ہے بلکہ ایک راستے کو معین کرتا ہے (خواہ انجام یا ترک) اور چونکہ اس استخارہ سے کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے لہٰذا اس بات کی بھی کوئی ضمانت نہیں ہوتی کہ جو راستہ استخارہ نے معین کیا ہے وہ صحیح اور دوسرا غلط ہے۔

پھر یہ استخارہ بھی ہر شخص کا کام نہیں ہے کہ وہ ایک تسبیح ہاتھ میں لے یا قرآن کھول لے اپنی ذمہ داری سمجھ لے، اس وقت تک تسبیح گھمائے جب تک اس کی مرضی کے مطابق استخارہ نہ آجائے۔

دور حاضر کے مفسر قرآن اور اسلام شناس آیت اللہ جوادی آملی ایسے استخارہ کے بارے میں فرماتے ہیں: اسلام میں ہمیں استخارہ کی تشویق نہیں دلائی گئی ہے۔

بے محل استخارہ کا ایک افسوس ناک واقعہ

عادل ایک مومن اور سعادت مند طالب علم تھا، وہ شادی کرنا چاہتا تھا اور شریک حیات کے انتخاب میں بہت ہی محتاط تھا وہ بہترین طریقہ سے شادی کرنا چاہتا تھا، شریف و شائستہ شریک حیات کے انتخاب میں اس نے پوری کوششیں صرف کی تھیں، حق یہ ہے کہ وہ خود بھی بہترین لڑکا ہے اور اس میں بہت سی خوبیاں ہیں کئی مرتبہ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا اور مناسب لڑکی نہ مل سکی، دوستوں نے ایک لڑکی کا پتہ بتایا تو تحقیق کا سلسلہ شروع ہوا، لڑکی کے عزیزوں میں سے کسی سے عادل کی دوستی تھی، اس سے بھی مشورہ لیا گیا تو اس نے بھی مثبت جواب دیا اور جہاں تک ممکن تھا اس نے شادی کرانے کی کوشش کی، جو لوگ لڑکی کو پہچانتے تھے (جیسے اساتذہ اور ہم کلاس) ان سے بھی رابطہ قائم کیا گیا اور مشورہ لیا گیا، تحقیق کے بڑھتے ہوئے سلسلے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مطلوبہ لڑکی مل گئی ہے۔

جب تمام کام مکمل ہو گئے اور یہ واضح ہو گیا کہ سب چیزیں صحیح ہیں ان کی شادی میں کوئی مانع نہیں ہے اس وقت لڑکے، لڑکی سے بالمشافہہ گفتگو اور ایک دوسرے کو دیکھنے کی نوبت آگئی اور لڑکی کے گھر جانے کا پروگرام طے ہو گیا تو لڑکی اور اس کے والدین کی طرف سے اطلاع ملی، استخارہ مساعد نہیں ہے!!!

اس خبر سے مجھے بہت افسوس ہوا، کیونکہ میں بھی اس کام میں شریک تھا اور قوی امید تھی کہ بالمشافہہ گفتگو اور ایک دوسرے کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کیونکہ لڑکی کے بارے میں مجھے اچھی خبریں موصول ہوئی تھیں اور عادل سے تو میں اچھی طرح واقف تھا، میں لڑکی والوں سے گفتگو کر کے

شادی کرانا چاہتا تھا لیکن ان کے جان پہچان کے لوگوں نے بتایا کہ وہ استخارہ پر عقیدہ رکھتے ہیں، استخارہ مساعد نہیں ہے اگر اس کے خلاف عمل کریں گے تو ان پر مصیبت ٹوٹ پڑے گی اور یہ شادی منحوس ہو جائے گی ...!

میں نے اپنے ذہن میں لڑکی اور اس کے گھر والوں کو مخاطب کر کے کہا: اے لڑکی، اے والدین تم نے یہ کیا کر ڈالا؟! کیا یہ اچھا لڑکا نہیں تھا جسے تم نے بغیر دلیل کے ٹھکرا دیا؛ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا اس قسم کا استخارہ اسلام کے منافی ہے، اگر لڑکا، لڑکی، بالمشافہہ گفتگو اور مذاکرہ سے کسی نتیجہ پر نہ پہنچتے، ایک دوسرے کو پسند نہ کرتے یا تحقیق میں منفی نتیجہ برآمد ہوتا اور اس وقت تم اس رشتہ کو رد کر دیتے تو کوئی حرج نہیں تھا اور مجھے بھی کوئی افسوس نہ ہوتا، لیکن تم ایک استخارہ کی بنا پر کہ جس کا کوئی محل نہیں تھا، اس مومن اور نیک لڑکے کے رشتہ کو ٹھکرا دیا، آہ جہالت، کج فہمی۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ لڑکا، لڑکی کفو تھے لیکن ان کی بے جا استخاروں کی بنا پر شادی نہ ہو سکی اور نامناسب سے شادی کر کے تباہ ہوئے۔

ایک اور واقعہ

ایک لڑکی کا پیغام آیا، لڑکی کے والد نے کسی سے نہ مشورہ کیا اور نہ تحقیق بلکہ ایک شخص سے استخارہ کرایا اس نے استخارہ کر کے بتایا مساعد ہے چنانچہ اس لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی، کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکا صحیح نہیں ہے اور میاں بیوی کے درمیان کوئی تناسب نہیں ہے، لیکن وقت نکل چکا تھا، شادی ہو چکی تھی اور مشکلیں کھڑی ہو چکی تھیں۔

لڑکی کا باپ افسوس کے ساتھ کہتا تھا: غلطی فلاں شخص اور اس کے استخارہ

کی ہے کہ جس سے میری لڑکی برباد ہوئی اس باپ سے یہ کہنا چاہیے: غلطی تمہارے غلط عقیدہ اور جہالت وکج فہمی کی ہے اگرچہ استخارہ کرنے والا بھی غلط ہے کہ اس نے استخارہ کا صحیح موقع اسے نہیں بتایا۔ شاید وہ خود بھی صحیح استخارہ سے واقف نہیں تھا۔

امام خمینیؒ نے اپنی کتاب کشف الاسرار میں اس سلسلے میں بہترین بحث کی ہے، اس کا مطالعہ فرمائیں، ہم یہاں اس کا ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں:

> ... استخارہ کے بارے میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں، ان میں اس بات کا وعدہ نہیں کیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ تمہیں تمہارے مقصد تک پہنچائیں گی بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ جو شخص خدا سے خیر طلب کرتا ہے وہ اسے خیر عطا کرتا ہے۔ اگر اس دنیا میں صلاح ہوگی تو یہاں تک عطا کرے گا ورنہ اس کے لئے ذخیرہ کر دے گا۔[1]

آیت اللہ ابراہیم امینی کی کتاب سے اقتباس۔

> ... شریک حیات کی شناخت کے لئے لڑکے، لڑکی اور ان کے خاندان والوں کو تحقیق و جستجو سے کام لینا چاہیے اور اس کے بعد بھی تردد ہے تو آگاہ افراد سے مشورہ کریں اگر مثبت نتیجہ پر پہنچ جائیں تو اقدام کریں۔ استخارہ وہاں کرنا چاہیے جہاں تحقیق اور مشورہ کے بعد بھی کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکیں اور یہ سمجھ میں نہ آئے کہ کیا کریں ... تحقیق و

---

[1] کشف الاسرار ص ۹۳

مشورہ استخارہ پر مقدم ہے اگر آپ کی تحقیق کا نتیجہ بہتر ہے

تو عمل کیجئے استخارہ کی ضرورت نہیں ہے بعض اشخاص ہر

کام کے لئے استخارہ کرتے ہیں جبکہ بے محل استخارہ کام میں

رکاوٹ اور پریشانی کا باعث ہوتا ہے [1]

مختصر یہ کہ آیت اللہ جوادی آملی کی یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اسلام میں ہمیں استخارہ کی تشویق نہیں دلائی گئی ہے۔

قسمت

شادی اور شریک حیات کے انتخاب کے سلسلے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں لڑکی فلاں لڑکے کی قسمت میں نہیں ہے اور فلاں لڑکا فلاں لڑکی کے نصیب میں ہے اگر قسمت میں ہے تو سارے کام خود ہی صحیح ہو جائیں گے ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر قسمت میں نہیں ہے تو ہم جتنی چاہیں کوشش کریں نتیجہ ملنے والا نہیں ہے، یہ باطل ہے جس کا عقل و دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، قضاء و قدر الٰہی اس سے جدا ہے۔

---

[1] انتخاب ہمسر ص ۱۶۶/۱۶۸

قدم قدم پہ مکمّل احتیاط

میں لڑکے، لڑکیوں اور ان کے خاندان والوں کو تاکید کرتا ہوں کہ خواستگاری، عقد نکاح اور اس سلسلہ میں بیان ہوا ہے اسے پہلے انجام دیں اور حوصلہ اور احتیاط کے ساتھ انجام دیں،

کہتے ہیں: نیک کام میں عجلت کرنی چاہیئے ممکن ہے یہ بات شادی کے سلسلے میں صحیح ہو یعنی شادی میں تاخیر نہیں کرنا چاہیئے لیکن شادی اور انتخاب سے قبل کے مراحل کے بارے میں یہ صحیح نہیں ہے۔

انتخاب و پسند کے مراحل، آمد و رفت، ایک دوسرے کو دیکھنا، گفتگو وغیرہ کو اطمینان و سکون اور ہر مرحلہ کو فاصلہ کے ساتھ طے کرنا چاہیئے ان میں عجلت سے کام لینا خطرناک ہے، ایسے بہت سے واقعات دیکھنے میں آئے ہیں کہ لوگوں نے اس سلسلہ میں عجلت سے کام لیا اور شریک زندگی کے انتخاب، خواستگاری اور شادی کے مراحل کو تیزی کے ساتھ طے کرلیا اور بعد میں پشیمان و ناکام ہوئے ہیں یہ لغزش گاہ ہے اور عقلمند انسان پھسلنے والی جگہ سے تیزی کے ساتھ نہیں گزرتا ہے اس لغزش سے تیزی کے ساتھ گزرنے اور بے احتیاطی میں گر پڑنے کا خطرہ ہے، کیا ابھی تک آپ نے یہ دیکھا اور سنا ہے کہ عقلمند پُر پیچ اور پھسلنے والی جگہوں سے سرعت کے ساتھ گزرتا ہے؟ عقلمند انسان ہرگز ایسا نہیں کرتا۔

ان راہوں کو طے کرنے میں قدم قدم پر سیاست درکار ہے انقلابی

سیاست نہیں! شادی میں اگر انقلابی سیاست بھی ضروری ہے یعنی شادی میں تاخیر نہیں کرنا چاہئے لیکن شریک زندگی کے انتخاب میں مکمل احتیاط کے ساتھ چلنا چاہیئے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض افراد شریک حیات کے انتخاب والے مراحل کو۔ جیسے تحقیق و مشورہ اور ارادۂ خواستگاری و نکاح۔ مختصر زمانہ میں طے کر لیتے ہیں اور کام مکمل کر لیتے ہیں یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اگر چہ یہ ممکن ہے ایسے بعض رشتوں میں کوئی مشکل پیش نہ آئے اور کام بخوبی انجام پذیر ہو جائے لیکن اکثر میں مشکلیں کھڑی ہوں گی جو کہ پشیمانی اور افسوس کا سبب بنیں گی شریک حیات کے انتخاب اور اس کے مراحل کے طے کرنے کے لئے حوصلہ، تامل اور سستی درکار ہے۔

پہلے تصور، اس کے بعد اس کے بارے میں غور و فکر اور تحقیق و مشورہ، نتیجہ تک رسائی، آخری فیصلہ اور اقدام کے لئے خاصا وقت درکار ہے اس میں عجلت خطرناک اور مشکل آفریں ہے۔

شریک حیات کا انتخاب ہر کام سے زیادہ عاقبت اندیشی کا محتاج ہے، عقل مندوہ ہے جو نتیجہ کے بارے میں سوچتا ہے اس کام میں جلدی کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

اگر تمام چیزیں صحیح نظر آتی ہوں تو بھی احتیاط کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے

● ● ●

یہاں تک خدا کے لطف سے۔ مقصد اور اس تک رسائی کا طریقہ واضح ہو گیا ہے، اب خدا کی مدد اور اطمینان کے ساتھ مناسب شریک زندگی کے انتخاب اور باصفا ازدواجی زندگی کے لئے اقدام کیا جا سکتا ہے۔

ایثار پروری کی بنا پر ہونے والی شادیاں

ایسی شادیوں کی تعریف

انسان اعلیٰ مقصد کی خاطر۔ کہ بلند ترین مقصد رضائے خدا کا حصول ہے۔ اور لطف و مہربانی، دل سوزی اور ہر عالی مصلحت و محرک کی بنا پر کسی نقص یا عیب دار عورت سے شادی کرلے اور اس کے عیب و نقص اور دیگر خصوصیات کے فقدان کو اس بلند مقصد کی خاطر برداشت کرے، مثلاً: ایک سالم جسم والا انسان کسی لنگڑے، لولے سے شادی کرلے اور اس نقص کو اعلیٰ مقصد کی خاطر نظر میں نہ لائے۔

ایسی شادیاں اس قاعدہ سے خارج ہیں جو کہ پانچویں فصل میں بیان ہوا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان ہمتائی ضروری ہے اور زن و شوہر کے درمیان قابل اعتنا فرق نہ ہو۔

ایسی شادیوں کی فضیلت

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایسی شادیاں الہٰی وانسانی اقدار کی رو سے بہت ہی با فضیلت ہیں اور ایسا کرنے والے کو بہت اجر و ثواب ملے گا، اسلام نے اس نوعیت کی شادیوں کو اہمیت دی ہے اور ان کی تشویق دلائی

ہے اور اس کو عمل کے ساتھ پیش کیا ہے جیسے رسول اکرمؐ نے جناب خدیجہ سے اور "ذلفا" جوئبیر سے پیغمبرؐ کے حکم کے تحت شادی کی تھی و.... اسلام نے طبقاتی اور نژاد تفاوت کی مذمت کی ہے ہمارے زمانہ میں بھی دین دار اور ایثار پرور لڑکیوں نے اسلامی انقلاب کے معلولوں اور جانبازوں سے شادیاں کی ہیں ہمارے معاشرہ میں ایسی بہت سی لڑکیاں ہیں جنھوں نے "ذلفا" سے بازی جیت لی ہے، چنانچہ اسلام و انقلاب کو ان پر فخر ہے، اسی طرح بہت سے ایثار پرور و فداکار لڑکوں نے بھی رضائے خدا کی خاطر ان لڑکیوں سے شادیاں کی ہیں جو کہ کم خصوصیات کی مالک ہیں اور اچھی زندگی گذار رہے ہیں۔

اس قسم کی شادیوں کی فضیلت میں کوئی شک نہیں ہے اور چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے لیکن کچھ شرائط کے ساتھ۔

ایسی شادیاں قاعدۂ کلیہ نہیں ہے

ہر شخص ایسی شادی نہیں کر سکتا اور نہ ہی اسے برداشت کر سکتا ہے، اس کے لئے، سعۂ صدر، پاکیزگیٔ روح، قوت برداشت اور اعلیٰ مقصد کی احتیاج ہے، جس شخص میں یہ چیزیں نہ ہوں اسے وقتی جذبات کے تحت ایسی شادی نہیں کرنا چاہیئے۔ جو شخص ایسی شادی کرنا چاہتا ہے اس سے پہلے اپنی درونی توانائیوں کا جائزہ لینا چاہیئے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا آخری عمر تک اسی نقص کو بے چون و چرا برداشت کرے گا؟ کیا اپنی زوجہ پر یا زوجہ شوہر پر اس کا احسان نہیں جتائے گی؟ کیا اس کے اندر ایسی متانت ہے کہ جس سے وہ اس نقص کی بنا پر اپنے ہمسر کی تحقیر نہیں کرے گا؟ جن لوگوں میں نقص یا عیب ہوتا ہے ممکن ہے وہ خود ہی احساس کمتری میں مبتلا ہوں اس صورت میں

اگر ان کا شریک حیات بھی اس کی تحقیر کرے گا تو بہت بڑی مشکل کھڑی ہو جائے گی۔

البتہ انقلاب اسلامی اور دفاع کے معلول وجانباز احساس کمتری سے بری ہیں بلکہ فخر کرتے ہیں لیکن جو لڑکی ان عزیزوں سے۔ کہ جن کا ہم سب پر احسان ہے۔ شادی کرنا چاہتی ہے اسے ان پر احسان نہیں جتانا چاہئے اگر کوئی لڑکی ان سے شادی کرے اور بعد میں ان پر احسان جتائے گی اور اسے رنجیدہ کرے گی تو صرف اسے ثواب ہی نہیں ملے گا بلکہ گناہگار بھی ہوگی۔

اگر کوئی کسی پر احسان کرے منّت گزاری کرتا ہے اور اس سے اسے اذیت پہنچاتا ہے تو اس کے احسان کا اجر ضائع ہو جاتا ہے اور گناہ کا بار بھی اس کے سر آتا ہے، منّت گزاری سے اس کا احسان ختم ہو جاتا ہے اور اذیت کی بنا پر گناہگار ہوتا ہے، قرآن اور اسلامی روایات میں اس سلسلہ میں بہت کچھ موجود ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿یا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذیٰ ...﴾ (۱)

ایمان لانے والو: اپنے صدقات اور احسان کو منّت واذیت کے ذریعہ برباد نہ کرو۔

میں نے بنیاد جانباز کے ایک ذمہ دار سے جو کہ خود بھی جانباز ہے اس لڑکی کے بارے میں گفتگو کی ہے کہ جس نے رضاکارانہ طور پر جانبازوں سے شادی کرنا چاہی ہے، اس نے کہا: اس لڑکی سے کہہ دیجئے کہ اچھی طرح

---

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۶

غور وفکر کر لے ایسا نہ ہو کہ تم نے نوجوانی کے جذبات میں یہ فیصلہ کیا ہو اگر تم کسی ایسے جانباز سے شادی کروگی جس کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئی ہوں تو آخری عمر تک دیگر امور کے علاوہ ان کی قمیص کے بٹن بھی بند کرنا اور کھولنا پڑیں گے، اگر خدا کی خوشنودی کی خاطر تم آخری عمر تک بغیر احسان جتائے اس کام کو انجام دینے کی طاقت رکھتی ہو تو بسم اللہ...

نتیجہ

ایسی شادیاں بہت ہی محترم و مقدس ہیں اور خدا کے یہاں ان کا بہت اجر و ثواب ہے ان کے ذریعہ جنت حاصل کی جاسکتی ہے ایسے افراد بھی بہت سے ہیں جو کہ بخوبی ان سے عہدہ برار ہوتے ہیں... لیکن یہ کام ہر ایک کے قبضہ کی بات نہیں ہے لہذا جذبات کی رو میں ایسا اقدام نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اپنی ساری طاقتوں کا جائزہ لینا چاہیئے اور ان مسائل سے آگاہ افراد سے مشورہ کرنا چاہیئے اور ہر طریقہ سے تجزیہ کرنے کے بعد ارادہ کرنا چاہیئے۔

عاقل وہ ہے جو نتیجہ پر نظر رکھتا ہے

شادی سے پہلے پشیمانی

ممکن ہے شادی سے پہلے یہ مسئلہ پیش آئے کہ: شادی ابتدائی مراحل جیسے گفتگو، آمد و رفت، خواستگاری، حتیٰ کہ عقد کے بعد، ایک دوسرے کے اخلاق، کردار، خصوصیات، شکل و صورت اور خاندان سے واقفیت کے بعد لڑکا یا لڑکی یا دونوں ہی پشیمان ہو جائیں اور یہ محسوس کریں کہ یہ ہمسر نہیں ہے جسے ہم چاہتے تھے، یا تحقیقات سے جو بات ثابت ہوئی تھی اس کے برخلاف ہے یا یہ محسوس کر لیتے ہیں کہ اس سے تو نفرت پیدا ہوتی ہے لہذا اس کے ساتھ اچھی زندگی بسر نہیں ہو سکے گی۔ مختصر یہ کہ کوئی بھی عامل ہو بلکہ ممکن ہے بغیر کسی دلیل کے یہ حالات پیدا ہو جائیں یعنی صرف اتنا جانتے ہیں یہ شخص انھیں اچھا نہیں لگتا اور اپنی ہمسری کے لئے اسے پسند نہیں کرتے،

اس صورت میں شادی سے پھر جانا چاہتے ہیں اور واپس پلٹ جانا چاہتے ہیں لیکن۔ افسوس اس لیکن پر۔ کچھ عوامل انھیں اس فیصلہ پر عمل کرنے سے باز رکھتے ہیں سوچتے ہیں قول و قرار کے بعد پلٹنا بری بات ہے .... دو خاندانوں میں ہماری شادی کی شہرت ہو گئی ہے .... لوگوں کو کیا جواب دیں گے؟ اور لوگوں کو خبر ہو گی تو کیا کہیں گے؟ سوچیں گے کوئی خاص بات تھی ... مد مقابل کا دل نہیں توڑنا چاہیے .... اس سے اس کی اور اس کے خاندان والوں کی بے عزتی ہو گی ... اس سے دشمنی پیدا ہو جائے گی۔ اب جو

ہوا سو ہوا، برداشت کرنا چاہیئے ...

یا وہ اپنی اس اندرونی حالت اور پشیمانی کو ماں، باپ، بھائی، بہن اور قریبی دوستوں سے کہتے ہیں لیکن وہ اس سے ڈراتے ہیں اور ایسی ہی باتیں کہتے ہیں جیسی کہ بیان ہوئی ہیں اور اس کے اعتراض کی توجیہہ پیش کرتے ہیں اور یہ کہہ کر کہ بعد میں محبت پیدا ہو جاتی ہے ... سب کام ایک دم نہیں ہو جاتے، لڑکے، لڑکی برباد کر دیتے ہیں۔

یہ چیزیں ان سے ساری شجاعت، بازگشت کے ارادہ اور حقیقت بیانی کو سلب کر لیتی ہیں جبکہ پشیمانی اور بے مہری ان کے دل میں باقی رہتی ہے ظاہر میں رغبت و رضامندی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور مجبوراً شادی کر لیتے ہیں ۔ افسوس۔ شادی کے بعد کچھ دنوں تک یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم نئی زندگی سے خوش ہیں اور شریک زندگی سے مصنوعی محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں لیکن اس کے اندر ایک طوفان بپا رہتا ہے، آہستہ آہستہ ریاکارانہ طاقت کم ہوتی ہے اور جھوٹی رضامندی کا پردہ چاک ہونے لگتا ہے، کیونکہ یہ محال ہے کہ ایک شخص اپنی زندگی اس کے تظاہر کے ساتھ گزار دے جس سے کوئی محبت و الفت نہ ہو آخر کار آج نہیں کل اس کے باطنی حالات آشکار ہوں گے کیونکہ جس برتن میں جو ہوتا ہے اس سے وہی ٹپکتا ہے۔

اس وقت اختلاف، بہانہ بازی، کم ہمتی، کج خلقی اور نزاع شروع ہو گی اور وہ ہو جاتا ہے جو نہیں ہونا چاہیئے۔ خدا کی پناہ۔

ان پشیمانیوں کی وجہ

ان پشیمانیوں کا سبب اکثر اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ پانچویں فصل

میں بیان ہونے والے شریک حیات کے انتخاب کے معیاروں اور چھٹی فصل میں خصوصاً انتخاب کے راہنما نقشہ کی رعایت نہیں کی جاتی یعنی قدم قدم پر احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا۔

اگر ان معیاروں کو مدنظر رکھا جائے اور راہنما نقشہ کی راہوں کو اسی طرح طے کیا جائے جیسا کہ بیان ہوا ہے تو پشیمانی کی نوبت نہ آئے گی یا ایسا بہت کم ہوگا کیونکہ اگر ان شقوں پر عمل کیا جائے اور پشیمانی کا امکان ہو تو وہ خواستگاری اور عقد سے پہلے ہی وجود میں آئے گی نہ اس کے بعد۔

میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ: اگر پانچویں فصل میں بیان ہونے والے شریک حیات کے معیار انتخاب کی رعایت اور چھٹی فصل کے مراحل انتخاب کو اسی طرح سے طے کیا جائے کہ جن کی لغزش گاہ سے گزرنے میں قدم قدم پر مکمل احتیاط کی ضرورت ہے، کے ضمن میں وضاحت کی گئی ہے تو خواستگاری و عقد کے بعد پشیمانی کے امکان میں دس فیصد سے بھی کم ہوگا لیکن اگر رعایت نہ کی جائے تو بہت زیادہ ہو جائے گا۔

ایسے موقع پر کیا کرنا چاہیئے؟

اگر لڑکا یا لڑکی پشیمان ہو جائیں اور دلدل میں پھنس جائیں تو کیا کریں؟ اسی جگہ باقی رہیں اور واقع ہونے والے حوادث میں خود جھونک دیں یا نجات حاصل کریں؟

جواب

خواستگاری اور نامزدی کو ٹھکرانا خصوصاً اگر عقد ہو گیا ہو تو صحیح نہیں

ہے اور اس بات کی کوشش کرنا چاہیئے کہ یہاں تک نوبت نہ آئے لیکن اس سے بدتر یہ ہے کہ انسان ایک عمر ندامت اور ناچاقی بسر کرے۔

اگر لڑکا لڑکی یا ان میں سے ایک پشیمان ہے تو اس کے حل کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ رخصتی سے پہلے ہی ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور اس سلسلہ کو آگے نہ بڑھائیں، ہر چند یہ مشکل کام ہے لیکن ندامت و پشیمانی کی شادی اور زندگی اس سے کہیں دشوار ہے۔

اس سلسلے میں والدین اور خاندان والوں کا فریضہ یہ ہے کہ: اولاً وہ شریک حیات کے انتخاب میں لڑکے، لڑکی کی مدد کریں تاکہ پشیمانی کا سامنا نہ کرنا پڑے دوسرے اگر ایسا مسئلہ سامنے آجائے وسواس یا زیادہ توقعات کی بنا پر پشیمان ہیں تو ان کی راہنمائی کریں، تیسرے اگر دیکھیں کہ لڑکا، لڑکی پشیمان ہیں اور شادی سے راضی نہیں ہیں تو انھیں برا بھلا نہ کہیں اور ڈرا دھمکا کر اسے شادی کے لئے تیار نہ کریں بلکہ انھیں اس جدائی پر تیار ہو جانا چاہیئے اور کوشش کر کے بغیر دشمنی اور کینہ توزی کے اس معاملہ کا فیصلہ کرادیں، اس میں لڑکے، لڑکی اور ان کے خاندان والوں کی بھلائی ہے اگر یہ ناپسند شادی ہو جائے گی تو لڑکے، لڑکی اور ان کے خاندان والوں کے لئے بہت سی مشکلیں کھڑی ہو جائیں گی، ہر چند اس جدائی سے خصوصاً لڑکی والوں کو تکلیف ہوگی لیکن ناپسند شادی میں اس سے زیادہ تکلیف ہے، عاقل نتیجہ پر نظر رکھتا ہے،

میرے بہن بھائیو! اولاً یہ کوشش کیجئے کہ پانچویں اور چھٹی فصل میں بیان ہونے والے کی رعایت کر کے پشیمانی سے بچئے دوسرے اگر پشیمان ہو گئے تو ہوشیار رہیئے کہ یہ پشیمانی وسواسی اور بچکانہ بہانہ بازی کی بنا پر نہ ہو، واضح رہے ہر نقص و عیب سے پاک اور مکمل نمونہ کوئی انسان نہیں پایا جاتا ہے، ہر انسان

اور ہر خاندان میں کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہے جیسا کہ آپ میں اور آپ کے خاندان میں بھی بہت سے عیب ہیں، یہ ہر غیر معصوم کی طبیعت ہے۔

تیسرے: اگر اس شادی سے راضی نہیں ہیں تو اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیجئے، چھپایئے نہیں، بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر انکار کر کے معاملہ کو ختم کر دیجئے ڈریئے نہیں، جری بنیئے، ہر چند یہ اچھی بات نہیں ہے اور یہاں تک نوبت نہیں آنی چاہیئے لیکن جب آ گئی تو اب واپس پلٹنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے، کھلم کھلا کہیئے میں شادی نہیں کرنا چاہتا، اس سلسلے کو آگے بڑھانے پر خود کو مجبور نہ کیجئے کیونکہ ازدواجی زندگی کی مدت ایک دن، ایک ماہ، یا ایک سال نہیں ہے کہ جسے زبردستی برداشت کر لیا جائے۔ اپنی ہمسر کے ساتھ ایک عمر گزارنا چاہتے ہیں، کوئی آسان کام نہیں ہے، سہل انگاری سے کام نہ لیجئے ورنہ مسئلہ پیچیدہ ہو جائے گا، سستی نہ کیجئے کہ رخصتی ہو جائے اور طلاق کے بعد علیحدگی اختیار کریں یا ایک عمر بہ دل ناخواستہ زندگی گزاریں یہ کامیاب زندگی نہ ہوگی اس کا کوئی بہترین نتیجہ بھی نہیں ملے گا....

ایسا نہ ہو کہ رخصتی کے بعد طلاق کی نوبت آئے، اس بے گناہ کے خاندان کو رسوا نہ کیجئے، ایک جہنم کی زندگی کی بنیاد نہ رکھیئے، بچوں کو بے ماں باپ کے نہ بنایئے ابھی وقت ہے قصہ تمام کیجئے خطرناک موڑ تک نہ جانے دیجئے درج ذیل عبرتناک واقعہ کا مطالعہ کیجئے اور اس سے سبق لیجئے:

عبرتناک سبق آموز واقعہ

حمید دیندار، خوش اخلاق، فہیم، تعلیم یافتہ اور محبتی جوان تھا لیکن شریک زندگی کے انتخاب میں ناتجربہ کار تھا، شریک حیات کے انتخاب کے

سلسلہ میں وہ جس مشکل سے دوچار ہوا اسے میرے سامنے اس طرح نقل کیا۔

میرے ایک دوست نے جو کہ دوسرے شہر کا باشندہ تھا، اپنے شہر میں ایک لڑکی کا پتہ بتایا، میں اپنے خاندان کے ساتھ خواستگاری کے لئے گیا چوں کہ ہمارے اور لڑکی کے شہر کے درمیان فاصلہ زیادہ تھا اور شناسائی کے امکانات کم تھے اور دوسری طرف میں شریک حیات کی شناخت کے بارے میں ناواقف تھا مختصر یہ کہ مجھ سے غفلت ہوئی چنانچہ معمولی آشنائی اور ابتدائی مراحل کے بعد میں نے عقد کرلیا عقد کے بعد آمد و رفت کا سلسلہ بڑھا تو میں نے محسوس کیا کہ مجھے لڑکی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور یہ شادی مجھے پسند نہیں ہے۔ یہ مسئلہ میں نے اپنے دوست، اپنے اور لڑکی کے بعض عزیزوں کے سامنے رکھا لیکن انہوں نے کہا: رخصتی کے بعد محبت پیدا ہو جاتی ہے لیکن ان کی باتوں سے میں مطمئن نہ ہو سکا... اب اس پیوند سے پشیمان ہوں اس کے علاوہ لڑکی اور اس کے خاندان والوں میں بھی عیب ہے۔ اس لڑکی سے مجھے کوئی رغبت و دلچسپی نہیں ہے اب متحیر ہوں کہ کیا کروں؟...

حمید سے ہم نے کئی مرتبہ گفتگو کی اور اس سے ناراضایتی و ناپسندیدگی کو ختم کر کے محبت پیدا کرنے کی درخواست کی۔ اس نے میرے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل بھی کیا مگر افسوس اس کی پشیمانی ختم نہ ہوئی اور کوئی محبت

پیدا نہ ہوئی۔

حل کے جتنے ممکن طریقے تھے انہیں طے کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس شادی کا انجام اچھا نہیں ہوگا اور علیحدگی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

اس لئے میں نے حمید سے واضح طور پر کہدیا کہ اگرچہ یہ جدائی تلخ اور ناگوار ہے لیکن صرف یہی راہ حل ہے اور شادی کرنے میں دونوں میں سے کسی کا فائدہ نہیں ہے۔

اس نے کہا: میں بھی علیحدگی ہی چاہتا ہوں لیکن لڑکی اور اس کے والدین پر رحم آتا ہے کیوں کہ ان کی بے عزّتی ہوگی۔

میں نے کہا: اس سے علیحدہ ہونا، شادی کے بعد طلاق دینے سے بہتر ہے اس وقت ان کی زیادہ بے عزّتی ہوگی اور شادی کر کے رنج و ملال کے ساتھ ایک زندگی گزارنے کے بعد علیحدہ ہونے سے بہتر اسی وقت جدا ہونا ہو کیونکہ رخصتی کے بعد طلاق دینے میں لڑکی اور اس کے خاندان والوں کی ہتک ہوگی۔

حمید نے کہا: اگر میں اس کو طلاق دوں تو میرے پاس مہر کا پیسہ نہیں ہے

میں نے کہا: عقد ہی تو ہوا ہے رخصتی تو ہوئی نہیں ہے؟ نصف مہر ادا کرنا ہے اور جب تک لڑکی باکرہ رہتی ہے، رخصتی نہیں ہوتی ہے تو لڑکی کے والدین عام طور پر وہ نصف مہر بھی معاف کر دیتے ہیں لیکن رخصتی کے بعد لڑکی پورے مہر کی مستحق ہو جاتی ہے اگر اس وقت طلاق کا مسئلہ پیش آئے تو پورا مہر لے گی۔

حمید نے کہا: اپنی شرعی ذمہ داری سے ڈرتا ہوں، اس بات کا خوف

ہے کہ گناہگار نہ ہو جاؤں اور قیامت کے دن مجھ سے باز پرس ہو۔

میں نے کہا: طلاق و جدائی اچھی چیز نہیں ہے اس سے خدا غضبناک ہوتا ہے لیکن اوّل تو جہاں جدائی کے علاوہ کوئی راہ حل نہ ہو اس وقت کے لئے خدا نے یہ قانون بنایا ہے اور تمہارا مسئلہ اسی نوعیت کا ہے یعنی جدائی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

دوسرے رخصتی کے بعد کی طلاق خدا کے نزدیک اس سے قبل کی طلاق سے کہیں زیادہ ناپسند ہے اگر تم شادی کر لو اور لڑکی کی بکارت زائل ہونے یا بچہ ہونے کے بعد طلاق دو گے یقیناً اس سے خدا زیادہ غضبناک ہوگا۔

تیسرے: ناپسند اور ناراضی کے ساتھ ازدواجی زندگی کی بنیاد رکھنا کہ جس سے بھیانک نتائج برآمد ہوتے ہیں زوجہ کی حق تلفی ہوتی ہے اور انسان کا ایمان، اعصاب اور نفسیات کمزور ہوتے ہیں چنانچہ بچے بھی بیمار پیدا ہوتے ہیں جو کہ طلاق سے کہیں بدتر اور خدا کے قہر و غضب کا باعث ہوتی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ میں نے حمید کو قصہ ختم کر دینے کے آمادہ کر لیا اور وہ بھی اس کے ختم کرنے کے عزم کے ساتھ چلا گیا۔۔۔ لیکن۔ اس لیکن سے خدا بچائے۔ اس کے عزیزوں نے اس کام سے باز رکھا اور حمید بھی ان کی باتوں میں آ گیا نتیجہ سے خوف زدہ ہوا اور طلاق نہ دی، اس کے بعد پھر میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ طلاق نہیں دے سکا اب کیا کروں؟ اب بھی شرمندہ ہوں، میں نے کہا: اب میں آپ کے لئے کچھ نہیں کر سکتا ہوں جو کر سکتا تھا، انجام دے دیا۔ حمید نے کہا: کسی اور کا پتہ بتایئے تاکہ میں اس کے پاس جا کر راہ حل معلوم کروں! میں نے ایسے چند علماء کا پتہ بتایا جو کہ خانگی مسائل کے حل کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ حمید چلا گیا۔۔۔ کچھ دنوں کے بعد پھر آیا اور کہا: ان علماء کے پاس گیا تھا اور

ان کے سامنے مسائل بیان کیے تھے لیکن انہوں نے جواب دیا کہ جاؤ شادی کرو اس پشیمانی کی پروا نہ کرو بعد میں محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ حمید نے علماء کے سامنے کس طرح مسائل بیان کیے تھے اور انہوں نے کیا مصلحت دیکھی تھی کہ ایسا جواب دیا؟ میں نے حمید سے کہا: میں نہیں جانتا کہ علماء نے تمہیں شادی کا مشورہ کیوں دیا ہے؟ شاید مسائل کی وضاحت کے لئے ان کے پاس وقت نہیں تھا اور جس طرح میں نے چند ماہ کے دوران تمہارے مسائل کو سنا ہے اور حل کیا ہے وہ اس طرح نہ کر سکے، بہرحال ان کا قول سر آنکھوں پر لیکن میرا نظریہ وہی ہے جو پہلے تھا، میں اس شادی کا مخالف ہوں۔

حمید چلا گیا اور چند ماہ تک اس کی کوئی خبر نہ ملی، بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے شادی کر لی اور ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس لئے میں نے خدا سے دعا کی کہ پالنے والے وہ سعادت مند زندگی گزاریں لیکن ان کی طرف سے تشویش تھی ... چند ماہ کے بعد دوستوں نے بتایا کہ ان کی ازدواجی زندگی کا شیرازہ بکھر گیا اور ان کی زوجہ اپنے والدین کے یہاں چلی گئی۔

حمید اور ان کی بیوی کا مسئلہ عدالت میں پہنچا اور ان کی ازدواجی زندگی کے لئے عدالت بھی کوئی حل پیش نہ کر سکی۔ ان کی زندگی قابل اصلاح نہیں تھی کیونکہ ان کی زندگی کی اساس ہی نفرت و ناراضگی پر استوار تھی جس میں دوام ممکن ہی نہیں تھا، مردہ کو کب چلایا جا سکتا ہے!

حمید کے پاس میں نے پیغام بھیجا تمہارے اوپر تو حجت تمام ہو چکی تھی تم عذر پیش نہیں کر سکتے، اب حالات ایسے ہو گئے ہیں لہذا اپنی زوجہ اور ان کے خاندان والوں کے ساتھ محبت و احترام سے پیش آؤ اگر قضیہ طلاق

اور عدالت میں انہوں نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا ہے تو اسے فراموش کر دو تم ان کے ساتھ نیک سلوک روا رکھو!

حمید یک مشت اپنی زوجہ کا مہر ادا نہیں کر سکتا تھا۔ عدالت نے قسط وار ادا کرنے پر فیصلہ کر دیا تاکہ دو، تین سال میں ادا کر دے۔

اب ان کی طلاق کو ایک سال پورا ہو رہا ہے، چند روز قبل اس سلسلہ میں حمید کا غم انگیز خط موصول ہوا تھا، اس کا مضمون ملاحظہ فرمائیں،

... جب ذہن کے دریچوں سے میں ماضی کو دیکھتا ہوں اور اس کے حوادث و اتفاقات کا جائزہ لیتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ میں بہت سے حوادث سے دوچار ہو چکا ہوں حقیقت تو یہ ہے کہ بہت سی مشکلوں سے گزر چکا ہوں، سخت ترین حالات اور دشوار ترین مسائل میں بھی میں نے اس طرح بے چارگی اور درماندگی کا احساس نہیں کیا تھا میرا اعتقاد تھا کہ انسان سخت ترین حالات سے بھی سلامتی کے ساتھ گزر سکتا ہے لیکن اس ناپسند شادی اور اس کے بعد طلاق کی بات ہی اور ہے کیوں کہ تمام مشکلوں کی مقصد تک پہونچنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے بلکہ اس کا نتیجہ انسان کی بدبختی ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہے، باوجودیکہ اس سے مجھ پر بہت سی مصیبتیں پڑی ہیں معاشرہ میں بے عزتی ہوئی، تعلیم میں پیچھے رہ گیا، نفسیات مجروح ہوئے مالی نقصان اٹھایا، لیکن جو چیز ناقابل برداشت یا کم از کم بہت دشوار ہے وہ یہ ہے کہ میں نے انسان کو ناکام بنا دیا ہے

اور اس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن گیا اور اس معاشرہ میں کہ جس میں مطلقہ عورت کی بہ نسبت اچھے خیالات نہیں پائے جاتے اس میں اس کا سر جھکا دیا، ان اوصاف کے باوجود میرا عقیدہ ہے کہ اس کے حل کی صرف یہی راہ تھی کیوں کہ اس کے ساتھ زندگی بسر کرنے میں طرفین کی فکری، ذہنی اور روحی شکست وریخت کے علاوہ اور کوئی نتیجہ نہیں تھا۔

مذکورہ مطالب کو دیکھتے ہوئے میں جانتا ہوں کہ خود کو کیوں کر مطمئن کروں؟ کچھ اور مشکلیں بھی ہیں کہ جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ میں بہت ڈرپوک ہوگیا ہوں یعنی ایک چھوٹے سفر سے بھی ڈرتا ہوں کیوں کہ کوئی نیکی نظر نہیں آتی ہے اگر کوئی حادثہ ہوجائے تو ان گناہوں کا کیا کروں گا؟ مزید بر آن اس کا اوّلین حق مہر بھی ابھی تک ادا نہیں کیا ہے۔

۲۔ کافی حد تک زندگی میرے لئے بے معنیٰ ہوگئی ہے سوچتا ہوں کہ دنوں کا گزرنا گویا عمر کا گزرنا ہے اگرچہ یہ حقیقت ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی نہایت ہی تیزی کے ساتھ گزر رہی ہے میری زندگی میں بہت بڑا خلا ہے،

لیکن میں حمید کے اس غم نامہ کے جواب میں کیا لکھوں؟ ابھی کچھ نہیں شاید بعد والے ایڈیشن میں بیان ہو۔

وضاحت

کبھی رخصتی سے پہلے طلاق سے تلخ مسائل پیدا ہو جاتے ہیں جو کہ جدائی سے بھی زیادہ تلخ ہوتے ہیں اور وہ اس طرح کہ پشیمان انسان (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) جب یہ محسوس کرے کہ اس کے اندر اپنے اندرونی مسائل کو صراحت و صداقت کے ساتھ بیان کرنے اور اس کی ذمہ داری کو اپنے سر لینے کی جرأت نہیں ہے یا اپنے اطراف کے لوگوں کے دباؤ، ان مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لئے اور یہ کہ جدائی اور جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے اس پر لگائی جانے والی تہمت، عیوب اور ناروا باتوں پر کوئی معقول دلیل نہیں ہے یہ حرام اور بہت برا کام ہے اس سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور بہت بڑا گناہ ہے ممکن ہے دنیا و آخرت کی رسوائی کا سبب قرار پائے۔

جب انسان علیحدگی اختیار کرتا ہے اور قول و قرار کو ختم کرتا ہے، ایک انسان اور اس کے خاندان کی عزت و نفسیات پر ضرب لگاتا ہے تو اس سے عذر خواہی اور احترام کے ساتھ جدا ہو نہ یہ کہ پہلی ضرب کے علاوہ ان کی عزت و روح پر ایک کاری ضرب لگائے، ان کا یہ عمل دین و عقل، شرافت و انسانیت کے خلاف ہے۔

امام حسینؑ فرماتے ہیں:

«اِنْ لَمْ یَکُنْ لَکُمْ دِینٌ وَ کُنْتُمْ لاٰ تَخٰافُونَ الْمَعٰادَ فَکُونُوا اَحْرٰاراً فِی دُنْیٰاکُمْ» (۱)

---

(۱) مقتل خوارزمی ولہوف، نقل از کتاب فلسفۂ اخلاق "شہید مطہریؒ"، صفحہ ۱۹۳

اگر دین دار نہیں ہو اور قیامت سے خوف نہیں کھاتے ہو
تو کم از کم دنیا میں باشرافت آزاد بن کر زندہ رہو۔

ایسے موارد میں اگر ایک دوسرے میں نقائص و عیوب کو مشاہدہ کریں تو انھیں چھپائیں، راز فاش نہ کریں چہ جائیکہ دوسرے عیوب کی اس کی طرف نسبت دے کر اس کی عزت پامال کریں!

● ● ●

اس بحث کے آخر میں اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ: ساتویں فصل کی بحث، دل کی بہانہ بازی، اور نامزدی کے دوران کی آفتیں۔ رخصتی سے قبل پشیمانی۔ کے لئے مفید و راہ کشا ہیں۔ اسی طرح گزشتہ فصل میں، عشق محور زندگی کے عنوان کے تحت دو رنج ناموں کا مطالعہ بھی مفید ہے، اسماعیل و صفورا کی داستان بھی اس بحث سے متعلق ہے کیوں کہ اسماعیل صفورا سے نامزدی کے دوران پشیمان ہوا تھا لیکن اس میں بازگشت کی جرأت نہیں تھی۔

صفورا سے جس رات میں شادی ہوئی اس وقت جو اسماعیل کے چہرے پر رنگ اتر اور چڑھ رہے تھے وہ مجھے یاد ہیں بہت ہی دل گرفتہ، افسردہ اور غمگین تھا، میں نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا: کیا آج کی رات تمہارے باپ کی مجلس فاتحہ ہے جو اس طرح پژمردہ و غمگین ہو؟ تمہاری سسرال والوں کی خیر نہیں ہے، تم خوش رہو،

اس نے کہا: کس لئے خوش رہوں؟ کوئی دل کش اور نئی چیز میرے سامنے نہیں آئی ہے کہ شاداب و مسرور رہوں۔ مختصر یہ کہ یہ شادی بھی بے دل

ناخواستہ اور ناراضی و پشیمانی کے ساتھ ہوئی تھی جس کو آپ پانچویں فصل میں مشاہدہ کر چکے ہیں۔

اے اللہ اس اہم مسئلہ میں جوانوں کی مدد و راہنمائی فرما۔

خاندانی شادی

خاندانی۔ جیسے چچازاد، خالہ زاد لڑکے، لڑکی، ماموں کی لڑکی اور چچا کے لڑکے کی۔ شادیوں میں ممکن ہے تولید نسل میں کچھ مشکلات سامنے آئیں مثلاً ان کی اولاد، بیمار، کمزور یا ناقص پیدا ہو۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ ثابت ہو چکا ہے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

اس سلسلے میں ہم چند چیزوں کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱۔ یہ۔ وراثتی۔ قانون کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور تمام خاندانی شادیوں کو شامل نہیں ہے کہ جس سے تمام خاندانی شادیوں کو ممنوع قرار دیا جائے۔

۲۔ جو اشخاص اس قسم کی شادی کرنا چاہتے ہیں انھیں طبی و ڈاکٹری پہلو پر ضرور غور کرنا چاہیئے اور جب تک اس سے مطمئن نہ ہو جائیں اس وقت تک شادی نہیں کرنا چاہیئے۔

۳۔ طبی معائنہ اور اس سلسلے کے ہر ضروری کام کو لڑکے لڑکی کے درمیان محبت و دل بستگی پیدا ہونے سے قبل اور مسئلہ خواستگاری کی لوگوں میں شہرت سے پہلے انجام پذیر ہونا چاہیئے کیونکہ اگر طبی معائنہ کے بعد فیصلہ ہو اور شادی نہ ہو تو قضیہ جلد ختم ہو جائے اور جتنی دیر ہو گی جدائی اس قدر دشوار و سخت ہو گی اور مشکلیں بھی کھڑی ہوں گی۔

۴۔ جو خاندانی شادیاں پیغمبرؐ کے خاندان میں ہوئی ہیں۔ جیسے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا۔ اور ان سے کوئی مشکل وجود میں

نہیں آئی ہے اس کی بہت سی وجوہ تھیں ایک یہ کہ خدا نے انھیں ایسے علم سے نوازا تھا کہ جس سے وہ باطنی امور اور اسرار غیب کو جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اس شادی سے کوئی مشکل وجود میں نہیں آئے گی۔

پس اہل بیتؑ کے عمل کو سند بنا کر اسی وراثتی قانون کو مسلّم نہیں سمجھنا چاہیے اور طبّی اصولوں سے چشم پوشی نہیں کرنا چاہیے۔

بچّوں کو منگیتر بنانا

بعض خاندانوں میں ایک رسم بد یہ بھی ہے کہ لڑکے، لڑکی کو بچپنے ہی میں ایک دوسرے کا منگیتر بنا دیتے ہیں مثلاً ایک چچا کی لڑکی کو دوسرے چچا کے لڑکے سے یا ایک خالہ کی لڑکی کو دوسری خالہ کے لڑکے سے نامزد کر دیتے ہیں اور اپنی اصطلاح میں ایک کا نام دوسرے پر منطبق کر دیتے ہیں تاکہ جوان ہو کر آپس میں شادی کریں۔

یہ رسم ہر لحاظ سے غلط ہے اور ممکن ہے اس سے بہت سی مشکلیں وجود میں آجائیں، یہ مسئلہ تفصیل و توضیح کا محتاج ہے مثال اور واقعات درکار ہیں کہ جن کی یہاں گنجائش نہیں ہے لیکن یہاں جن چیزوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ خاندانوں کو ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے کہ جس میں کسی بھی لحاظ سے بھلائی نہ ہو،

۲۔ لڑکے، لڑکی کو بھی تاکید کی جاتی ہے کہ ایسی چیزوں کی بالکل پروا نہ کریں اگر خاندان والوں نے بچپن میں تمہیں کسی شخص سے نامزد کر دیا تھا اور تم بھی اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہو، اس سے محبت ہے اور اسے مناسب شریک حیات تصور کرتے ہو تو اس سے شادی کر لو ورنہ رد کر دو۔

۳۔ چچا کے لڑکے اور لڑکیوں کا عقد آسمانوں پر ہرگز نہیں ہوتا ہے یہ خرافاتی عقیدہ ہے، شریک زندگی کے انتخاب کا مسئلہ ایسے باطل رسم و رواج سے کہیں بلند و بالا ہے۔

ساتویں فصل

نامزدی کے دوران

ساتویں فصل

نامزدی "منگنی" کے دوران

نامزدی کا زمانہ مشترک زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالتا ہے، اگر اس زمانہ کو ظرافت و مہارت کے ساتھ طے کیا جائے اور اس کے مخصوص فرائض کو انجام دیا جائے تو اس سے بعد والے مراحل کے استحکام اور پائندگی پر گہرا اثر پڑ سکتا ہے۔

لوگوں کے درمیان ایک جاہلانہ بات کہی جاتی ہے کہ نامزدی کے دوران کا ایک دن رخصتی کے بعد کے ایک سال سے بہتر ہے، ہرچند یہ مبالغہ ہے لیکن ایک اہم حقیقت کو بیان کرتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ نامزدی کے دوران کا ایک دن رخصتی کے بعد کے ایک سال سے زیادہ شیریں، لذت بخش اور تعمیری ہوتا ہے اور اس زمانہ پر زندگی کے پایوں کو استوار کیا جا سکتا ہے۔

نامزدی سے ہماری مراد عقد و رخصتی کے درمیان کا وقفہ ہے یعنی نکاح ہو جاتا ہے، یا عقد دائمی کے لئے حالات اجازت نہیں دیتے تو وہ اسے مناسب موقع اور دھوم کے ساتھ کرتے ہیں تو عقد دائمی کے زمانہ تک

موقت عقد پڑھ سکتے ہیں، اس عقد کے مخصوص قوانین وشرائط ہیں، جن کی رعایت ضروری ہے ان سب سے ایک لڑکی کے والد کی اجازت ایسے ہی ضروری ہے جیسے عقد دائمی میں ضروری ہے۔

پس اس بات پر توجہ رکھنا چاہیئے کہ ہم یہاں بغیر عقد کی نام زدی کو بیان نہیں کر رہے ہیں۔

نام زدی کے زمانہ کی ضرورت

چند جہتوں سے عقد و رخصتی کے درمیان فاصلہ ناگزیر ہے۔

۱۔ جس لڑکی نے سالہا سال ایک خاندان خصوصاً والدین کے ساتھ زندگی گزاری ہے اور اس ماحول سے مانوس رہی ہے، ان سے جدائی اس کے لئے دشوار ہے اور اس کے خاندان سے یکبارگی جدا کرنے میں مصلحت نہیں ہے کیونکہ عاطفی لحاظ سے اسے صدمہ پہنچے گا بلکہ اس جدائی کے لئے ضروری ہے کہ بتدریج اسے آمادہ کیا جائے۔

۲۔ ابھی لڑکے، لڑکی کی زندگی کی ساری ذمہ داریاں والدین کے دوش پر تھیں وہ یکبارگی زندگی کی ساری ذمہ داریوں کا بار نہیں اٹھا سکتے بلکہ زندگی کی ذمہ داریوں کا بار اٹھانے کے لئے ایسا مناسب وقت درکار ہے جس میں وہ خود کو آمادہ کریں۔

اسی سلسلہ میں پرندوں کا طرز زندگی بہت ہی حسین و باحکمت ہے، مرغی اپنے بچوں کو پرواز اور استقلال کے لئے مدتوں مشق کراتی ہے اور انھیں اپنی زندگی چلانے کے لئے تیار کرتی ہے اور جب تک ان میں ایسی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک اپنے سے جدا نہیں کرتی!

۳۔ لڑکا، لڑکی، چند روز قبل تک ایک دوسرے کے لئے بیگانے و اجنبی تھے بغیر کسی تمہید و مقدمہ کے ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہے اس کے لئے ایک مدت درکار ہے تاکہ ان میں محبت پیدا ہو جائے اور مشترک زندگی گزارنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

۴۔ ممکن ہے بعض چیزوں۔ جیسے فوجی ٹریننگ اور سلسلہ تعلیم کے جاری رکھنے۔ کی وجہ سے لڑکا، لڑکی مستقل و مشترک۔ زندگی کی آمادگی ہی نہ رکھتے ہوں، ہاں نامزدی کے لئے تیار ہوں پس یہاں موانع برطرف ہونے تک نامزد کر دینا چاہیئے اور اس کے بعد رخصتی کر دینا چاہیئے۔

۵۔ لڑکے، لڑکی کے والدین بھی رخصتی کے لئے آمادگی کے محتاج ہیں نامزدی کا زمانہ ان کی آمادگی کے لئے ضروری موقع فراہم کرتا ہے۔

نامزدی کے دوران لڑکے، لڑکی کے فرائض

نامزدی کے زمانہ کی ضرورت والی بحث میں جو ضرورتیں اور فائدے بیان ہوئے ہیں اور گزشتہ فصلوں میں جو فائدے مذکور ہوئے ہیں ان کے علاوہ دوران نامزدی کے کچھ اپنے مستقل فوائد بھی ہیں اور اس زمانہ میں لڑکے، لڑکی کے بھی کچھ فرائض ہیں ہم ان میں سے بعض کو سپرد قلم کر رہے ہیں

①۔ زیادہ توافق کے لئے ایک دوسرے کو پہچانیں

ہر چند مرحلۂ انتخاب میں لڑکی، لڑکا ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہوں لیکن دوران نامزدی میں اس سے زیادہ قریب سے ایک دوسرے کو

پہچانیں اور ایک دوسرے کے جذبات، اخلاق اور نظریات کے بارے میں مزید آگہی حاصل کریں، درحقیقت دوران نامزدی کی شناخت و آشنائی مرحلۂ انتخاب کی شناخت کے لئے تکمیل کنندہ ہے اس قریبی اور کامل آشنائی کے پرتو میں وہ مشترک زندگی میں تفاہم کے لئے خود کو آمادہ کریں، وہ شناخت انتخاب کے لئے تھی اور یہ تفاہم و توافق کے لئے ہے۔

۲ــــ اصلاح و تربیت

اگر طرفین میں سے کوئی اپنے نامزد میں کسی ایسی خصوصیت و صفت کو مشاہدہ کرے جو اسے پسند نہ ہو، اور اس کی اصلاح کرنا چاہتا ہو یا اس کے اندر کوئی صفت پیدا کرنا چاہتا ہو تو اس اصلاح و تربیت کے لئے نامزدی کا زمانہ بہترین زمانہ ہے کیونکہ ابھی ان کے روابط معمولی نہیں ہیں ایک دوسرے سے محبت ہے احترام کو ملحوظ رکھتے ہیں ایک دوسرے کی بات مانتے ہیں اور انقلاب و اصلاح کی زمین ہموار ہے۔

۳ــــ محبّت بڑھانا

عشق محور زندگی کے تحت جو کچھ بیان ہوا ہے اس کے مطابق کامیاب ازدواجی زندگی کی شرطوں میں سے ایک محبّت ہے اور عقد سے پہلے اس کی زمین کو ہموار ہونا چاہئے لیکن محبّت کی افزائش و استحکام کا بہترین زمانہ نامزدی کا زمانہ ہے، نامزد اشخاص کے اعمال، رفتار و گفتار محبّت کی افزائش و کمی کے لیئے بہت مؤثر ہے اس بنا پر لڑکے، لڑکی کو اپنے اعمال کے سلسلے میں مکمل طور پر محتاط رہنا چاہیئے اور ہر اس عمل میں، کہ جس سے محبت میں افزائش ہوتی ہے، کوتاہی نہ کریں اور ان افعال سے اجتناب

کریں کہ جن سے محبت میں کمی اور مایوسی میں اضافہ ہوتا ہے،

④ ___ مستقبل کی زندگی کے لئے امید بندھانا

مشترک زندگی کی کامیابی میں امید کا اہم اثر ہوتا ہے نام زد اشخاص کو چاہیئے کہ وہ ایک دوسرے کی امید بندھانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں اور امید افزا باتیں اور اطمینان بخش رویہ اختیار کریں۔

⑤ ___ مستقبل کی مستقل زندگی کی بنیاد

شادی سے قبل لڑکا، لڑکی عام طور پر ماں باپ کی زندگی سے وابستہ رہتے ہیں اور اس وابستگی کو استقلال میں تبدیل ہونا چاہیئے، اس استقلال کی بنیاد رکھنے کے لئے نام زدی کا زمانہ بہترین موقع ہے۔

نام زد اشخاص کو مستقبل کے لئے منصوبہ و پروگرام بنانا چاہیئے مستقبل کی زندگی کے آفاق واہداف کی نقشہ کشی کرنا چاہیئے اور ان تک پہنچنے کی راہیں تلاش کرنا چاہیئے۔

⑥ ___ ایک دوسرے کے جذبات کی قدر کرنا

نام زد لڑکے لڑکی کو ایک دوسرے کے جذبات کے سلسلہ میں محتاط رہنا چاہیئے اور ان کو اہمیت دینا چاہیئے، بعض نام زد لڑکے لڑکیاں اپنے نام زد کے جذبات و محبت کو ضروری اہمیت نہیں دیتے، بے اعتنائی کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اس سے ہماری عزت و محبت میں اضافہ ہوگا جب کہ بالکل اس کے برعکس ہوتا ہے، اس سے اس کے نام زد کے جذبات مجروح

ہوتے ہیں نتیجہ میں اس کی طرف سے دل میں کینہ بیٹھ جاتا ہے۔ ممکن ہے اس سے ان کی زندگی پر کاری ضرب وارد ہو۔

نامزدی کے دوران کے تاثرات عام طور پر آخری عمر تک ذہن میں محفوظ رہتے ہیں اور اس سے مستقبل کی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ خواہ تاثرات شیریں ہوں یا تلخ۔ اس لئے نامزد لڑکے، لڑکی کا عمل مکمل طور پر نپا تلا ہونا چاہئے اور جن چیزوں سے غرور پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے کی شخصیت پر حرف آتا ہے ان سے اجتناب کریں اور نامزد کے مقابل بے اعتنائی اور تکبر کرنے سے اس کی شخصیت وجذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے،

لڑکی کو سخت اور مغرور ہونا چاہئے لیکن نامحرموں کے لئے، شرعی نامزد سے ملاقات میں نہیں، افسوس ہے کہ جوان اپنے نامزد کی بے اعتنائی کا گلہ اور شکوہ کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں: میں نے اپنے نامزد کے لئے ایک ہدیہ خریدا تھا ہزار امیدوں کے ساتھ اس سے ملاقات کے لیے گیا لیکن اس نے کوئی اعتنا اور احترام نہ کیا اور میرا ہدیہ قبول نہ کیا چنانچہ مغموم و محزون اس کے گھر سے نکل آیا...

باعفت اور دیندار لڑکیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عفت و دینداری کا لازمہ نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

لڑکی کا اپنے نامزد، جوکہ اس کا محرم ہے بلکہ اس کا شوہر ہے، سے چھپنا اور بے اعتنائی کرنا صحیح نہیں ہے ہاں اس بات کو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عفیف و باحیا لڑکیاں دوران نامزدی کے اوائل میں شرماتی ہیں اور اپنے نامزد سے بہت محبتی اور جذباتی سلوک نہیں کر پاتیں لڑکوں کو بھی اس کی رعایت کرنا چاہیئے لیکن اس صورت حال کو جلد ہی ختم ہو جانا چاہیے اور محبت و

عاشقانہ رابطہ ہونا چاہیئے مگر ایک دوسرے کے احترام کو ملحوظ رکھنا چاہیے!

⑦ ــــ ہدیہ دینا

ہدیہ دلوں کو کھینچنے اور محبت بڑھانے میں عجیب اثر رکھتا ہے، نامزد اشخاص کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اس حسین واہم نکتہ سے غافل نہ رہیں۔ گران قیمت ہدیہ دینا ضروری نہیں ہے بلکہ ضروری یہ ہے کہ مدمقابل کو وہ پسند ہو اور اس سے اہم یہ ہے کہ ظریفانہ طریقہ سے دیا جائے، ہدیہ دینے کے لئے ظرافت اور مخصوص سلیقہ درکار ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہدیہ دیں نہ یہ کہ لڑکا ہی لڑکی کو ہدیہ دیتا رہے البتہ لڑکے کو زیادہ دینا چاہیئے۔

⑧ ــــ محبت آمیز خط لکھنا

محبت آمیز باصفا اور عاشقانہ خط لکھنے میں نامزد اشخاص کے درمیان محبت میں افزائش اور رابطہ کے استحکام میں عجیب تاثیر ہے، یہاں تک اگر دو نامزد ایک دوسرے کے نزدیک ہوں اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں تو بھی خط کی تاثیر اپنی جگہ ہے وہ خط لکھیں اور ملاقات کے درمیان ایک دوسرے کو دیدیں البتہ اگر دونوں میں کوئی سفر پہ جائے تو زیادہ اور تفصیلی خط لکھیں۔

ایسے میاں بیوی بھی ہیں کہ جن کی شادی کو سالہا سال گزر گئے ہیں لیکن نامزدی کے زمانہ کے خط ابھی تک محفوظ رکھے ہوئے ہیں، ان کا مطالعہ کرتے ہیں اور لذت اندوز ہوتے ہیں۔

۹ ــــ پُرخلوص ملاقاتیں

اس یادگار زمانہ میں دو نامزد افراد ایک دوسرے دوستانہ اور عاشقانہ ملاقات کریں ان ملاقاتوں سے دونوں کے دل میں امید و محبت کو تقویت ہوتی ہے یہ کام صرف خلاف عفت ہی نہیں ہے بلکہ اس سے دونوں کی عفت میں تقویت ہوتی ہے ان ملاقاتوں میں ایک دوسرے سے محبت آمیز گفتگو کریں اور ایک دوسرے سے عشق و محبت کو ثابت کریں۔ مستقبل کی زندگی کے بارے میں گفتگو کریں امید بندھائیں اور دونوں سفر کریں۔

۱۰ ــــ چھوٹی مسافرتیں

عقد و رخصتی کے درمیان کے گراں قدر زمانہ میں لڑکا، لڑکی ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچاننے اور مستقبل کی زندگی میں تفاہم و ہم آہنگی کی زمین ہموار کرنے اور مقصد تک رسائی کے لئے مسافرت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

یہاں تک چھوٹی مسافرت بھی مناسب ذریعہ ہے کہ جس سے انسان لاشعوری طور پر اپنے مثبت و منفی اخلاق کا اظہار کر دیتا ہے مختصر یہ کہ سفر شناخت کے لئے بہترین وسیلہ ہے اس زمانہ میں سفر کی اہمیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ ابھی رسمی زندگی کا آغاز نہیں ہوا ہے دونوں میں آمادگی و عطوفت کی بہتات ہے مد مقابل اپنی زندگی کے شریک کی تنقید اور مشورہ کے ذریعہ اصلاح کر سکتا ہے

اس دوران کے سفر لڑکے، لڑکی کے جذبات و اخلاق کو پہچاننے میں بہت ہی موثر اور حسین و دل پذیر یادگار ہوتے ہیں۔

البتہ ایسے سفر میں لڑکی کے والدین کی اجازت ضروری ہے۔

۱۱__ معنوی محفلوں میں شرکت

اس دوران کے تعمیری پروگرام جو کہ زندگی کے دونوں ساتھیوں کی روحی واخلاقی رشد اور انس و تفاہم میں موثر ہیں ان میں سے ایک دینی، علمی اور اخلاقی محفل و مجلس میں مشترکہ طور پر شریک ہونا بھی ہے۔

۱۲__ زندگی چلانے سے متعلق علوم وفنون کی تحصیل اور اس موضوع سے متعلق کتابوں کا مطالعہ

ازدواجی زندگی بسر کرنے، چلانے اور بچوں کی پرورش کے لئے تعلیم و تعلم کی ضرورت ہے جیساکہ دیگر اہم امور میں بھی اس کی احتیاج ہے اس تعلیم و تعلم کے سلسلے کو شادی سے پہلے شروع ہونا اور آخری عمر تک جاری رہنا چاہیئے

ضروری ہے کہ ماں، باپ بچپنے ہی سے اپنے بچوں کو بتدریج زندگی کے امور اور اس کی ذمہ داریوں سے آگاہ کریں اور مستقبل کے لئے ان کے اندر ضروری آمادگی پیدا کریں۔

بعض والدین محبت میں، اپنے بچوں کو گھر میں کام کرنے اور ان امور سے آگاہ ہونے سے منع کرتے ہیں کہ جن کی مستقبل میں انھیں احتیاج ہوگی۔ جبکہ والدین کا عمل صرف بچوں کی خدمت و محبت ہی نہیں بلکہ اس میں ان کا بہت بڑا نقصان ہے کیوں کہ اگر وہ بچپنے اور نوجوانی ہی کے عالم میں، کہ جس میں بچہ کی سرشت ہر قسم کی تعلیم و تربیت کے لئے آمادہ رہتی ہے، اگر ان مسائل سے واقفیت حاصل نہ کریں جن کی انھیں مستقبل میں ضرورت ہوگی

اور ان میں ضروری آمادگی پیدا نہ ہو تو اس پر وہ خود کو گنوا دیں گے جب زندگی اجتماعی ہوگی اور زندگی چلانے کی ذمہ داری ان کے دوش پر آئے گی جب ان کے سر سے ماں باپ کا سایہ اٹھ جائے گا اور وہ زندگی کے حقائق اور مشکلات و ذمہ داریاں ان کے سامنے آئیں گی تو وہ ڈریں گے ناامید ہوں گے اور احساس کمتری کا شکار ہو جائیں گے۔

بہت سے جوان، مختلف قسم کے مسائل کے بارے میں اچھی خاصی معلومات رکھتے ہیں لیکن اپنی مستقبل کی زندگی اور ازدواجی مسائل سے بالکل نابلد ہیں یا بہت کم جانتے ہیں خوش قسمتی سے آج اس بات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ جوان گوناگوں قسم کے علوم و فنون اور آرٹ کو سیکھنے کے سلسلے میں بہت دلچسپی لیتے ہیں اور جوش و خروش کا ثبوت دیتے ہیں کہ جس سے ان کے تابناک مستقبل کا پتہ ملتا ہے۔

ہر سطح اور گوناگوں قسم کے کلاس کھل گئے ہیں اور ان تمام چیزوں کے لئے اساتذہ اور بہت سی کتابیں موجود ہیں لیکن افسوس ازدواجی زندگی سے متعلق علوم و فنون کو اتنی اہمیت حاصل نہیں ہے جبکہ معاشرہ کو تشکیل دینے والا اصلی مرکز یہی ہے اور اس سہل انگاری سے معاشرہ کے پیکر پر کاری ضرب لگتی ہے کہ جس کی تلافی کرنا ناممکن ہوتی ہے۔

ہمارے اور بہت سے دیگر معاشروں میں ایسے جوانوں کی کمی نہیں ہے کہ جن کے پاس فنی و ہنری سارٹیفکٹ اور علمی و ڈاکٹریٹ کی سندیں موجود ہیں لیکن جب ازدواجی زندگی کی تشکیل کی نوبت آتی ہے تو حیران و پریشان ہوتے ہیں وہ گلستان زندگی کی باغبانی اور حیات کے پودے کی سینچائی کی الف ب سے واقف نہیں ہوتے ہیں اور ان کی مدد و راہنمائی کرنے والے بہت کم ملتے

ہیں کہ جو انھیں بھیانک گرداب سے نجات دلائیں اور ان کو ساحل تک پہنچادیں...

اس وقت یہ ناواقف جوان شریک حیات کے انتخاب اور زندگی چلانے کے اسرار کی اپنے اندر شدید کمی محسوس کرتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ شادی ضرور کرنا چاہیئے لہذا انھیں جیسا بھی رشتہ ملتا ہے، وہ قبول کرلیتے ہیں چنانچہ اس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو کہ ہوا! پریشان حال خاندان اختلافات و نزاع، رسوا کرنے والی گالیاں، بے عزت کرنے والی مار پیٹ، فرسودہ اعصاب، افسردہ نفسیات، پژمردہ دل، ویران کرنے والے فساد، برباد شدہ صلاحیتیں، خاک میں ملی ہوئی امیدیں، مایوسی، پامال خواہشیں، ناقص مقاصد ناکام کوششیں، تکلیف پہنچانے والی مشکلیں، مجروح جذبات واحساسات اور منجمد قلوب...

اور اس گلستان نما خارستان کے بعد کے ثمر! بے ادب بچے، بدتربیت، بے تربیت، بے لیاقت، غمگین، کمزور، نحیف، پسماندہ اور ناہنجار و شریر ہوتے ہیں۔

اے اللہ تو ہی اپنے دست غیب سے وادی حیرت وضلالت میں بھٹکنے والوں کی ہدایت فرما۔

لڑکے، لڑکی کے لئے ضروری ہے کہ وہ شادی سے پہلے خود کو مستقبل کی زندگی چلانے والے علوم وفنون سے آراستہ کریں اور (اگر ہوں تو) ایسے امور کی کلاسوں میں شریک ہوں اور اس موضوع سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کریں۔

اس مقصد کی تکمیل اور آمادگی کے لئے بہترین زمانہ نامزدی اور عقد و رخصتی کے درمیان کا فاصلہ ہے۔

اس موضوع سے متعلق چند کتابوں کی نشاندہی کی جاتی ہے [1]

(۱)۔ آئین ہمسرداری مؤلفہ آیت اللہ ابراہیم امینی۔

اس موضوع پر لکھی جانے والی بہترین کتابوں میں سے ایک ہے اس کے دو حصے ہیں ایک زوجہ سے متعلق دوسرا شوہر سے مربوط ہے ہر لڑکا، لڑکی اور میاں بیوی متعلقہ حصہ کا مطالعہ کریں اور اپنے فرائض معلوم کر کے ان پر عمل کریں البتہ مرد و عورت دونوں حصوں کا مطالعہ کریں تو بہتر ہے لیکن یہ نہ ہو کہ لڑکی اور عورت مرد سے مخصوص حصہ کا مطالعہ کرے اور لڑکا و مرد عورت سے مخصوص حصہ کا مطالعہ کرے بلکہ ہر ایک کو اپنا فریضہ پورا کرنا چاہیئے

(۲)۔ بہشت خانوادہ (دو جلدی) ڈاکٹر سید جواد مصطفوی کی تالیف ہے

(۳)۔ ازدواج مکتب انسان سازی ڈاکٹر شہید پاک نژاد کی تالیف ہے اس کتاب کی ایک ہی جلد میں تین حصے ہیں، دوسرا حصہ دوران نام زدی و حجلہ کے مسائل سے مربوط ہے (شادی اور ازدواجی زندگی کے مسائل سے متعلق مؤلف مذکور کی چند اور مفید کتابیں موجود ہیں۔

(۴)۔ ڈاکٹر علی قائمی کی کتابیں: خانوادگی زندگی کے مسائل سے متعلق آپ کے لئے بہترین کتابیں موجود ہیں

(۵)۔ راہنمائے زندگی برائے زوجہائے جوان: سید ہادی مدرسی کی تالیف ہے، اس موضوع پر آپ کی کئی مفید کتابیں موجود ہیں اصل عربی میں تھیں بعد میں مختلف ناموں کے تحت فارسی میں ترجمہ ہوا ہے۔

(۶)۔ اخلاق در خانوادہ: سید علی اکبر حسینی کی تالیف ہے (آپ کے توسط

---

[1] واضح رہے کہ مذکورہ کتابوں کی نشاندہی کا مطلب ان کے تمام مسائل کی تائید نہیں ہے۔

سے اخلاق در خانوادہ کا پروگرام ٹیلی ویژن سے نشر ہوتا ہے۔

⑦___ خانوادہ اور ازدواج کے موضوع پر "انجمن اولیاء و مربّین" کی کتابیں،

⑧___ پاسخ بہ مسائل جنسی و زناشوئی ڈاکٹر ھانا آ استون اور ڈاکٹر ابراہام استون کی تالیف ہے (یہ کتاب لڑکے لڑکیوں کے اختیار میں مفید و ضروری معلومات دیتی ہے لیکن چونکہ مؤلفین غیر مسلم ہیں اس لئے اشکالات کا امکان بھی ہے۔

اس سلسلہ میں دلچسپ و مفید ایک پروگرام یہ رکھا جا سکتا ہے کہ دولہا دلہن مطالعہ کے لئے ایک کتاب منتخب کریں اور اس دلچسپ زمانہ کو مطالعہ میں گزاریں۔

اس موضوع پر قیمتی مقالہ

یہاں جناب محمد آل اسحاق کا قیمتی مقالہ جو کہ "دوران نام زدگی حل مشکل جوانان" کے عنوان سے حوزۂ علیہ قم کے مرکز تحقیقات اسلامی نے شائع کیا تھا، پیش کیا جاتا ہے۔

... ہمارا مشورہ یہ ہے کہ نام زدگی کی رسم کو معاشرہ میں زندہ کرنا چاہیئے اور اس کے علمی و انقلابی اقدار کی جدید تبلیغاتی وسائل سے تشریح کرنا چاہیئے تاکہ وہ اجتماعی شعور اور ایک سنت کا مقام حاصل کر لے... وہی رسم جو کہ قم کے اصیل خاندانوں اور مشہد کے مضافات اور شمال کے علاقوں میں رائج ہے... وسعت پائے،

اگر ہر جوان کو بوستان زندگی سے ایک پھول توڑنے کا

حق ہے تو اس وقت تک نہ توڑے جب تک وہ کلی ہے
اگر انسان نمک روٹی سے شکم سیر ہو جاتا ہے تو انسانی شرافت اسے دوسروں کے رنگین دسترخوانوں کی طرف بڑھنے سے روکتی ہے۔
اگر جوان کے لیے انگور کا باغ خرید یں اور اس کے اختیار میں دے دیں تو وہ ہرگز چوری کے لئے دوسروں کے باغ کی دیوار پر نہیں چڑھے گا۔ لیکن پیاسا کب تک برداشت کرے گا؟
مشورہ یہ ہے کہ شرعی عقد کر دیا جائے (سادگی سے) اور لڑکا لڑکی رخصتی و حجلہ کے علاوہ عاشقانہ روابط سے لذت اندوز ہوں اور اپنی طبیعی خواہشوں کو شریعت کے مطابق پورا کریں، اور جب تعلیم مکمل ہو جائے اور فراغت ہو جائے تو جشن عروسی اور رخصتی کا اہتمام کیا جائے۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے لڑکا لڑکی ایک نہ ہوں گے؟
تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہو گا تو جہیز وغیرہ نہیں دیا جائے گا اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ دونوں میاں بیوی اصلی سرمایہ کی حفاظت کرتے ہیں۔
ممکن ہے اس سوال کے جواب میں یہ کہا جائے کہ اگر خواہش پوری کر کے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور رسم نامزدی کو توڑ دیں تو اس صورت میں کیا ہو گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو نامزدی کا زمانہ وہ مناسب زمانہ ہے کہ جس میں لڑکا، لڑکی عشقِ سوزاں کی پناہ میں خود کو مشترک زندگی کے لئے ہم آہنگ کرتے ہیں اور عشق کے سایہ میں تضاد بھی محبت میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور بالفرض اگر توافق نہ ہوا تو بچہ ہونے سے قبل ایک دوسرے سے جدا ہونا بہتر ہے کیوں کہ ابھی سرمایہ بھی برباد نہیں ہوا ہے اور ایک بچہ کی جان بھی خطرے میں نہیں پڑی ہے۔

اور پھر عام شادیوں میں چند فیصد طلاق وجدائی ہوتی ہے تو اس لحاظ سے لوگوں کو شادی ہی نہیں کرنا چاہیئے؟!

نامزدی کے زمانہ کی قدر وقیمت!

(۱)۔ علم النفس کے نقطۂ نظر سے غریزی خواہش کے پورا نہ ہونے سے کمپلکس پیدا ہو جاتا ہے اور انسان کے روحی تعادل وتوازن کو ختم کر دیتا ہے، اور جنسی محرومیت ان میں سب سے زیادہ عمیق ہے کہ بعض افراط پسند نفسیات کے ماہرین نے تمام اخلاقی انحرافات اور اجتماعی جرائم کا سرچشمہ جنسی محرومیت ہی کو قرار دیا ہے جنسی محرومیت کا نتیجہ

جب محرومیت کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے تو انسان اس کے نتیجہ میں مبتلا ہوتا ہے جو کہ تعداد ازدواج، شور چشمی اور عورتوں کی بے اعتمادی کا باعث ہوتا ہے اور اسی سے خاندانی چشمک وجود میں آتی ہے ان تمام چیزوں کا ایک ہی

علاج ہے اور وہ یہ کہ جنسی خواہش کو وقت پر پورا کیا جائے ان وضاحتوں کے ساتھ، کیا اخلاقی فساد سے نمٹنے اور اجتماعی جرائم سے مقابلہ کیلئے انتظامیہ اور عدلیہ کے لئے بجٹ فراہم کیا گیا ہے کیا آپریشن مناسب ہے یا نامزدی کی ترویج اور وقت پر جنسی خواہش کا پورا کرنا بہتر ہے؟ پس اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ نامزدی جوان نسل کے روحی تعادل کا ضامن اور اخلاقی انحرافات و اجتماعی جرائم کا سد باب ہے۔

(۲)__ محبت طلبی کی خواہش، بچپنے میں ماں کی آغوش میں، بوسوں سے پوری ہوتی ہے اور جوانی کے زمانہ میں وہ زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے اور جوان نسل پر اس کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔

جوان لڑکی، لڑکے کی کوئی چیز گم ہے جب تک وہ نہیں ملتی تنہائی کا احساس کرتے ہیں، وہ ایسے دل کی تلاش میں رہتے ہیں جو عشق و محبت سے سرشار ہو بہتر ہے کہ یہ کہا جائے وہ ایک ایسی روحی پناہ کی تلاش میں رہتے ہیں کہ جس میں آرام میسر ہو اور خود کو زندگی کی گتھیاں سلجھانے اور موت کے عوامل سے مبارزہ کے لئے آمادہ کریں اس خواہش کا دباؤ جنسی خواہش سے کم نہیں ہے، رسم نامزدی جوان نسل کی اس خواہش کو بہترین طریقہ سے پورا کرتی ہے۔

(۳)__ خانوادہ دو مختلف تہذیبوں کے انسانوں کا نقطہ

اتصال ہے اور اکثر لوگ اس لئے شادی کرتے ہیں تاکہ اپنی ان آرزوؤں کو پورا کریں جو کہ پوری نہیں ہو سکی ہیں (یعنی والدین انہیں پورا نہیں کر سکے ہیں)

ظاہر ہے ایسا ماحول اختلافات و تضادات کا مرکز ہے اور اکثر طلاقوں اور جدائیوں کی جڑ بھی تضادات ہیں۔

ان اختلافات کے حل کے لئے بہترین زمانہ نامزدی کا زمانہ ہے کیونکہ عشق سوزاں میں اختلافات خود بخود توافق میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور ایک پائیدار و پاکیزہ زندگی کے لئے زمین ہموار ہو جاتی ہے۔

اگر خانگی اختلافات کو بچوں کے اعتبار سے دیکھیں تو حق یہ ہے کہ نامزدی کا زمانہ خوش قسمتی کا سبب ہے۔

④ ذاتی شرافت اور انسانی شخصیت وہ عامل ہے جو انسان کو ناشائستہ افعال کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے یہ دباؤ ایسی پوری نہ ہونے والی خواہشوں کا ہے جن کے تحمل کی انسان میں طاقت نہیں ہے، اس سے وہ انسانی شرافت کی بھی پروا نہیں کرتا اگر جوان نسل کی طبیعی خواہشوں اور مشکلوں پر توجہ دی جائے اور شریعت کے مطابق وقت پر ان کو پورا کیا جائے تو اکثر اخلاقی انحرافات اور اجتماعی جرائم کا خاتمہ ہو جائے گا اور مغربی پروپیگنڈہ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

⑤ پریشان خیالی خطرہ ہے جو جوانوں کے دماغ کو

تہدید کرتا ہے۔ اگر اسلامی انقلاب کو فعال و موجود اور باشاط اذہان درکار ہیں تو اسے عشق کے افکار میں پھنسنے سے جوانوں کو باز رکھنا چاہیئے۔

آپ باتقویٰ انقلابی جوانوں کی زندگی کا لحظہ گزار کر دیکھیے! کب تک پیاس کو برداشت کیا جاسکتا ہے یا محرک عوامل کا کوئی اثر ہی نہ لے؟

لاابالی جوان ناجائز طریقوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں لیکن جو شخص گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہتا اور اپنے افکار کو آلودہ نہیں کرنا چاہتا کیا اسے تنہا چھوڑ دیں گے؟

نفسیات شناسی کے تجربہ نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اگر ایک گھنٹہ کی پریشان خیالی "خصوصاً عشق کے سلسلہ میں" دماغ کی ساری طاقت کو ختم کر دیتی ہے اور نتیجہ میں فکر و قدرت، غور و فکر اور ابتکار و اختراع اور خلاقیت کی طاقت کو نابود کر دیتی ہے۔

اگر نامزدی ان تمام بیماریوں کا علاج ہو تو کیا والدین انھیں اس سے محروم رکھیں گے؟

اگر مغرب کی مبتذل ثقافت سے مبارزہ نامزدی ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے تو کیا ہمارے دین دار ذمہ دار اس سے بے پرواہ رہیں گے؟

صرف نعرہ بازی کافی نہیں ہے بلکہ تبلیغات کے تمام جدید وسائل سے ہم آہنگی کی جائے کیا دو نامزد اشخاص

کی پہلی ملاقات اور انتخاب کے وقت کو ٹیلی ویژن پر دکھانے میں کوئی حرج ہے؟

اگر محفل عقد کو (سادہ انداز میں) دکھایا جائے تو کیا اشکال ہے؟ جس وقت ماں، باپ لڑکے، کے ہاتھ میں لڑکی کا ہاتھ پکڑاتے ہیں اور مولانا ان کی ترقی کی دعا کرتا ہے[1] !!

نام زدی کے زمانہ کی مدت

نام زدی کے زمانہ کے لئے کسی خاص مدت کا تعین نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کا تعین افراد کی حیثیت اور سلیقہ سے ہے لیکن اگر خاص حالت۔ جیسے سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھنا یا فوجی ٹریننگ۔ نہ ہو اور لڑکے، لڑکی کے ماں ، باپ اور خود لڑکے، لڑکی نے رخصتی کے لئے ضروری آمادگی کر لی ہو تو اس مدت کے لئے چھ ۶ سے نو ۹ ماہ تک کافی ہیں

ایک بار پھر میں اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ اس کے لئے کوئی مدت معین نہیں ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ ضروری تیاریاں۔ جو کہ پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ ہو جائیں اور اس زمانہ میں ان سے مخصوص فائدے حاصل کئے جائیں۔

نام زدی کے زمانہ کی مشکلیں

اس زمانہ میں مشکلیں بھی کھڑی ہو سکتی ہیں، یہ احتمالی مشکلیں معاشرو

---

1 منقول از روزنامہ رسالت

کے اختلاف اور خاندانوں کے گوناگوں ہونے کی وجہ سے یکساں نہیں ہیں بلکہ جس طرح لوگوں کے عادات، رسوم، اخلاق وآداب اور عقائد مختلف ہیں اسی طرح نام زدی کے دوران کی مشکلیں بلکہ خانگی زندگی کی دشواریاں بھی گوناگوں ہیں۔ کیونکہ ان مشکلوں کا تعلق لوگوں کے اخلاق، حالات، عقائد اور آداب ورسوم سے ہوتا ہے۔

ہم یہاں ان میں بعض کو سپرد قلم کرتے ہیں تاکہ جوانوں اور ان کے خاندان والے انھیں پیدا نہ ہونے دیں اور اگر۔ خدانخواستہ۔ ہو جائیں تو فوری طور پر ان کا سد باب کیا جائے۔

۱ــــ دل کی بہانہ بازی

انسان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی قوت خیال بہت بلند پرواز ہے اگر اسے قابو میں نہ کیا جائے تو کہیں بھی نہیں ٹھہرتی اور حقائق کو چھوڑ کر عالم رویا اور غیر حقیقی آرزوں تک پہنچ جاتی ہے... دوسری طرف انسان میں موازنہ کی حالت بھی قوی ہے جو اس کے پاس ہے وہ دوسروں کے پاس ہے چنانچہ جہاں تک قوت خیال کی رسائی ہوتی ہے اس کے مطابق دوسروں سے موازنہ کرتا ہے اور عام طور پر اس موازنہ میں توہم میں مبتلا ہوتا ہے اور کما حقہ حقائق کو مشاہدہ نہیں کر پاتا اور اپنی تمام پونجی کو ناچیز خیال کرتا ہے اور لوگوں کی چیزوں کو زیادہ سمجھتا ہے نتیجہ میں حسرت و یاس اور نقصان و نا امیدی اس کا مقدر بنتی ہے اور وہ اپنی پونجی کو لوگوں کے اموال کے برابر بن جانے کی آرزو کرتا ہے۔

ایک تیسری حالت بھی انسان کے اندر موجود ہے اور وہ یہ کہ جو کچھ اس

کے پاس ہے وہ جائز و حلال ہے، ان کی طرف رغبت نہیں ہے لیکن جو اس کے پاس نہیں ہے اور اس کے لیے ممنوع ہے اس کی حرص کرتا ہے "اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ عَلٰی مَا مُنِعَ" انسان کو جس چیز سے منع کیا گیا ہے اسی کی حرص کرتا ہے مثلاً: عام طور پر فلاں غذا کی طرف راغب نہیں ہوتا ممکن ہے ہفتوں تک وہ چیز اس کے گھر میں موجود رہے اور اسے استعمال نہ کرے لیکن اگر بیمار ہو جائے اور ڈاکٹر اس غذا کو ممنوع قرار دے دے تو اس میں عجیب رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ یا روزہ کی حالت میں کھانے پینے کی ممانعت ہے، کھانے پینے کی خواہش بڑھ جاتی ہے لیکن جب افطار کے وقت یہ ممانعت ختم ہو جاتی ہے تو رغبت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

قوت تخیل، اپنی موجودہ حالت پر قانع نہ ہونے، ممنوع چیزوں کی حرص، اور انسان کی طلب میں تنوع وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن کا دیگر مباحث میں تجزیہ کرنا چاہیے ہم تو اپنی بحث۔ نامزدی کے دوران کی مشکلوں۔ کی خاص زاویہ سے تحقیق کریں گے۔

بہت سی چیزوں میں انسان کے دیکھنے اور پہچاننے میں غلطی ہوتی ہے مثلاً جن چیزوں کو وہ دور سے دیکھتا ہے اور اس کا ذہن ان کی تصویریں لے لیتا ہے، اس کے بعد ضمیر کے نہاں خانہ میں بھیج دیتا ہے پھر ان کا تجزیہ و تحلیل کرتا ہے اس کے بعد جو نتیجہ اخذ کرتا ہے وہ عام طور پر ان اشیاء کی حقیقتوں سے مختلف ہوتا ہے اور جب کبھی ان چیزوں کو قریب سے دیکھنے اور محسوس کرنے کا موقع ملتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے دور سے دیکھ کر جو تجزیہ کیا تھا وہ اس سے مختلف ہے۔

مثلاً رنگین ریل میں ہم جن اشخاص یا منظروں کو دیکھتے ہیں، اگر

ہم نے انھیں پہلے دیکھا ہوگا یا بعد میں دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کی حقیقت اس سے مختلف ہے جو رنگین ریل میں دیکھا تھا خصوصاً اگر ریل کی تصویر بڑی اور اچھے رنگ میں دور سے دیکھی ہو۔

دوسری مثال: جو لوگ تھیٹر کے اسٹیج پر کردار ادا کرتے ہیں اور ان پر رنگین روشنی پڑتی رہتی ہے اور ہم انھیں دور سے دیکھتے ہیں اگر انھیں ہم نے پہلے دیکھا ہوگا یا بعد میں دیکھیں گے یا ان کے ساتھ معاشرت کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ان رنگین روشنی کے اور اس وقت کے چہرہ اور بدن میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

یا جو چیز ہمارے اختیار میں نہیں ہوتی اس کی شدید خواہش ہوتی ہے لیکن دستیابی کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی اہم چیز نہیں ہے، ان تجربوں سے اپنی زندگی میں ہر انسان گزرتا ہے اور ان اختلافات و فرق کو مشاہدہ کرتا ہے اور اس حقیقت کی طرف متوجہ ہے۔

اب اگر مرد و عورت ہوس و شہوت کی عینک لگالیں اور جنسی مناظر کو ہوس انگیز اور شہوتی نظروں سے دیکھتے ہیں تو اس وقت خیال کی بلند پرواز تحلیل و تفسیر کرتے ہیں واضح ہے اس کے ضمیر میں کیسی جھوٹی تصویریں ابھریں گی، مشکل اس وقت کھڑی ہوگی جب ان جھوٹی تصویروں پر اپنے حقیقی شریک حیات کو منطبق کریں گے اور اس سے اس کا موازنہ کریں گے واضح ہے کہ اس کی زندگی کا شریک خواہ کتنا ہی حسین و ملیح ہو وہ ان جھوٹی تصویروں کے برابر نہیں ہوسکتا یہیں سے مایوسی، ناامیدی اور بہانہ بازی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، مبتذل اور سیکسی (SEXI) فلم بنانے والوں پر خدا لعنت کرے، خدا جانتا ہے کہ ان چیزوں سے۔ خواہ فلم کی

صورت میں ہو یا تصویروں کی۔ نوجوان اور جوان، میاں بیوی پر کتنی بلائیں نازل ہوتی ہیں!

میاں بیوی کے روابط میں کمی اور نا امیدی و پشیمانی کا ایک اہم عامل اپنے شریک حیات کا دوسروں کے شریک حیات سے موازنہ کرنا ہے عام طور پر ان موازنوں میں غلط نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی زندگی کا شریک اچھا ہے، دوسرے کی بیوی ہمیشہ حسین معلوم ہوتی ہے حالانکہ اس کے باطل خیال اور قانع نہ ہونے کی بنا پر ایسا معلوم ہوا ہے۔

اگر انسان آرام، کامیابی اور رضا چاہتا ہے تو اسے اس موازنہ سے دست بردار ہو جانا چاہیئے اور اپنی زندگی کے شریک پر قناعت کرنا چاہیئے قناعت کے بارے میں جو فضائل بیان ہوئے ہیں وہ مالی اور اقتصادی امور ہی سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ شریک حیات پر قناعت کرنے کو بھی شامل ہیں بلکہ یہ اقتصادی امور کی قناعت سے اہم ہے۔

لڑکوں کا لڑکیوں کو تکنے اور لڑکیوں کا لڑکوں کو دیکھنے کا ایک خانماں سوز نقصان یہ بھی ہے انسان سیکڑوں لڑکیوں، عورتوں، لڑکوں اور مردوں کو رنگ برنگ اور گوناگوں لباسوں اور مختلف شکل و جسم میں دیکھتا ہے اور ان کی تصویریں اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتا ہے اور قوت خیال بھی ان میں چار چاند لگا دیتی ہے اور جب زندگی کا شریک آتا ہے تو اس کا ان تصویروں سے موازنہ کرتا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس کی زندگی کا ساتھی ان کے برابر نہیں ہے ان جیسی دل کشی اور حسن نہیں ہے... اس حسرت، یاس اور نا امیدی کا شکار ہوتا ہے۔

اسلام کے پیشواؤں نے لوگوں کو غلط نگاہوں سے دیکھنے کو مکرر منع کیا ہے

چنانچہ حدیث ہے:

«اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيسَ مَسْمُومٌ، وَ كَمْ مِنْ نَظْرَةٍ اَوْرَثَتْ حَسْرَةً طَوِيلَةً» (۱)

حرام نگاہ ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک ہے

اور ایک نگاہ سے کتنی طولانی حسرت حصہ میں آتی ہے

غلط نگاہ سے دیکھنا مردوں ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ عورتیں بھی اس میں شامل ہیں۔

میرے بھائی بہنو! اگر سعادت و خوش قسمتی چاہتے ہو تو اپنی آنکھوں، فکر اور خیال کو دنیا کے تمام مرد و عورت سے بند کر لو اور صرف اپنی زندگی کے شریک کو اپنا مرکز نگاہ قرار دو، اس کا کسی سے موازنہ مت کرو، اسی پر اکتفاء کرو یہ خیال نہ کرو کہ دوسرے تمہاری شریک حیات سے بہتر ہیں وہ بھی انسان ہیں ان میں نقص و کمی اور خصوصیات و امتیازات ہیں۔ اگر تم اپنی زندگی کے شریک میں نقص دیکھتے ہو اور اسے ہر جہت سے کامل نمونہ نہیں سمجھتے ہو تو یاد رہے دوسرے بھی ایسے ہی ہیں ممکن ہے یا اس سے کچھ کم یا زیادہ ہوں جیسا کہ تم خود بھی کامل و نمونہ نہیں ہو خدا نے حکمت کی بنا پر لوگوں کو گوناگوں پیدا کیا ہے تربیت اور پرورش کے ماحول اور وراثتی عوامل بھی مختلف ہیں لوگوں کے اخلاق و جذبات بھی یکساں نہیں ہے۔ خیالات کو اہمیت نہ دیجئے ایسا کوئی نہیں ملے گا جو ہر جہت سے کامل ہو۔ رقابت اور حسد کو سب ہی باطل سمجھتے ہیں۔ ہر عمل طور پر اس کی تائید کرتے ہیں۔ یہ خرافاتی اور تشریفاتی امور سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہماری بحث کو بھی شامل ہے اپنی زندگی کے شریک کا دوسروں کی شریک زندگی سے موازنہ کرنا بھی ایک قسم کی رقابت ہے۔

توجّہ!

انسان ہمیشہ اپنی شریک حیات کا ظاہر اور دلکشی و جنسی مسائل ہی میں موازنہ نہیں کرتا ہے بلکہ اخلاقی، معنوی اور علمی مسائل میں بھی موازنہ کرتا ہے، کہتا ہے میری زوجہ علم و ایمان اور اخلاق میں فلاں کی بیوی یا فلاں کی لڑکی سے کم ہے۔ اے کاش فلاں با ایمان و باکمال عورت سے میری شادی ہوئی ہوتی۔۔۔ وہ میری زوجہ سے زیادہ بافہم ہے، سلیقہ مند ہے، مومنہ ہے، پڑھی لکھی ہے، ہنر مند ہے۔

یہ موازنہ بھی باطل ہے اور حسرت و یاس کے علاوہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں ہے ممکن ہے یہ بھی قوت خیال کی تخلیق ہو اگر حقیقت میں آپ اپنی شریک حیات کے رشد و کمال کے خواہاں ہیں تو اس سلسلے میں اس کی مدد کرو اس کے رشد کے وسائل فراہم کرو اس کی تحقیر و توہین اخلاق و تقوے کے خلاف ہے

● ● ●

دل کی بہانہ بازی، غلط موازنہ، حرص اور عدم قناعت کے بہت سے نمونے موجود ہیں لیکن یہاں بطور نمونہ ایک ہی پیش کر رہے ہیں۔

قابل غور نمونہ

جواد کسی شعبہ میں لڑکیوں کے ساتھ کام کرتا تھا، ہر روز دسیوں لڑکیاں اور عورتیں اس کے پاس آتی تھیں، وہ ایک دن میرے پاس آیا اور کہا: میں اپنی بیوی سے خوش نہیں ہوں، اس میں وہ کمالات و صفات

نہیں جنھیں میں چاہتا ہوں، اس سے مجھے بہت تکلیف پہنچتی ہے، اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا ہوں ... اس کے بعد انہوں نے اپنی بیوی کے نقائص وعیوب شمار کرائے اور اس سے ناراضی کی بہت سی علامتیں بیان کیں۔

مجھے اس کی زندگی کی کیفیت کا علم تھا اور ان کی بیوی کو بھی جانتا تھا مجھے معلوم ہے کہ وہ ایک اچھی عورت ہے، میں نے دیر تک تامل کے بعد کہا: میں تمہاری زندگی کی ان مشکلوں کو دفع کرنے کے لئے پہلے ایک مشورہ دیتا ہوں اس پر عمل کرو اس کے بعد راہ حل بتاؤں گا مشورہ یہ ہے کہ عورتوں سے متعلق اس شعبہ سے فوراً استعفا دو اور کسی دوسرے شعبہ میں تبادلہ کراؤ کہ جہاں عورتوں سے سروکار نہ ہو۔

جواد نے تعجب سے کہا: اس کا میری مشکل سے کیا ربط ہے؟

میں نے کہا: ہر روز تمہارا بہت سی عورتوں اور لڑکیوں سے رابطہ رہتا ہے انہیں کے ساتھ کام کرتے ہو، ممکن ہے ان میں سے ہر ایک میں کوئی خصوصیت تمہیں ایسی نظر آتی ہو جو تمہاری زوجہ میں نہ ہو خواہ وہ صفت حقیقی ہو یا خیالی، یہ چیزیں تمہارے ضمیر کو متاثر کرتی ہیں ہر چند تم پاک و باایمان ہو لیکن لاشعوری طور پر متاثر ہوتے ہو اور پھر اپنی زوجہ کا ان سے موازنہ کرتے ہو اور چونکہ تمہیں ان کے عیوب کا علم نہیں ہوتا، صرف ان کے حسن کو دیکھتے ہو، اپنی زوجہ کے نقائص کو جانتے ہو اس لئے نتیجہ اخذ کرتے ہو کہ اس میں کمی ہے اس وقت حسرت و یاس کا احساس ہوتا ہے۔

ممکن ہے اس موازنہ کی طرف تم خود بھی متوجہ نہ ہو لیکن تمہارا ضمیر یہ کام انجام دیتا رہتا ہے۔ کوئی شخص یقین کے ساتھ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ جنس مخالف و نامحرم سے ملاقات کے دوران متاثر نہیں ہوتا ہے۔

حضرت یوسف بھی خدا سے عرض کرتے ہیں : اگر تو مجھے ان مصری عورتوں اور لڑکیوں کے مکر سے نہ بچاتا تو ممکن تھا کہ میں ان کی طرف مائل ہو جاتا[1] پس تم اس اثر سے خود کو محفوظ نہ سمجھو اور اپنی ازدواجی زندگی کی تخریب سے قبل اس شعبہ سے استعفیٰ دے دو۔

دوسری طرف تمہارا عورتوں اور لڑکیوں سے سابقہ غیرت و حسد کی بنا پر تمہاری بیوی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بہرحال اس کے لئے شاق ہے کہ اس کا شوہر ہمیشہ جوان اور نامحرم عورتوں و لڑکیوں سے سروکار رکھے، یہ اس کی افسردگی، ناامیدی اور ناراضی کا باعث ہوتا ہے اگرچہ وہ اس کا اظہار نہیں کرتی ہے اور تمہاری وجہ سے اپنی زندگی کو تلخ بنالیتی ہے۔

ابتداء میں جواد کے لئے اس مشورہ کو قبول کرنا دشوار تھا لیکن میں نے اسے مطمئن کر دیا کہ امتحان کے لئے رجوع کر چکا ہے اس کام کو ایک مدت تک ترک کر دو بعد میں دیکھتے ہیں۔

جواد نے اس سے استعفیٰ دے دیا اور مردوں کے شعبہ میں تبادلہ کرا لیا...

تقریباً دو مہینے کے بعد وہ پھر میرے پاس آئے اور خوشی سے کہنے لگے اس امتحان کا بہت اچھا نتیجہ نکلا اور میری زندگی کی بہبود میں بہت موثر ثابت ہوا...

میں نے کہا : اگر تم اپنی خانوادگی کی زندگی کو آرام و سکون سے گزارنا چاہتے ہو تو اپنی زوجہ کا موازنہ نہ کیا کرو۔ اس کے بعد ہم نے ان کی زندگی کے مشکلات و مسائل کا تجزیہ کیا اب اس واقعہ کو کئی سال گزر گئے ہیں ان کی زندگی خوش گزر رہی ہے۔ الحمد للہ۔

---

1 سورۂ یوسف آیت ۳۳

بھائی بہنو! پارسا اور مطمئن رہو اور اپنی شریک حیات کو اچھی طرح محفوظ رکھو! پوری دنیا کے عوض بھی اس کا تبادلہ نہ کرو، یہ وہی ہے جس کے تم آرزو مند تھے یہی اس کے علاوہ نہیں ہے۔

البتہ ترقی و تعمیر کی زمین ہمیشہ فراہم ہے۔ اس کے رشد کی کوشش کرو جو اس کی طاقت سے باہر ہے اس سے اس کا مطالبہ نہ کرو۔ اس کی طاقت محدود ہے، جیسا کہ تم بھی ایسے ہی ہو۔ ہستی کے گلستان سے یہ غنچہ تمھیں نصیب ہوا ہے، اس کی حفاظت کرو اسے پژمردہ نہ ہونے دو تمہیں دوسروں کے عیب کا علم نہیں ہے صرف دوری سے ان کی خوبیوں کو دیکھتے ہو اگر چاہتے تو تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھتے تو اس وقت معلوم ہوتا کہ تمہاری زوجہ ان بہت سی عورتوں سے اچھی ہے کہ جنھیں تم اپنی شریک زندگی بنانا چاہتے ہو۔

توجہ!

البتہ میاں، بیوی کا فریضہ ہے کہ وہ ظاہری و باطنی حسن سے خود کو آراستہ کریں اور ایک دوسرے کے دل کو جیت لیں اور ایک دوسرے کے دل پر اس طرح چھا جائیں کہ اس میں دوسروں کے لئے گنجائش نہ چھوڑیں۔ ظاہری جمال اور آراستگی و پاکیزگی، باطنی کمال اور صفات حمیدہ سے دلوں کو کھینچنے اور محبت پیدا کرنے میں بہت مؤثر ہے، ظاہری حسن و آراستگی اور باطنی پسندیدہ صفات انسان کو اپنی طرف کھینچنے میں اولین عامل ہے اسی طرح مایوسی کے خاتمہ کا بھی پہلا سبب ہے۔

۲۔ بے جا توقعات

کبھی اس بات کو مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ لڑکا لڑکی یا ان کے خاندان والے ایک دوسرے سے بے جا توقعات رکھتے ہیں اور ایک دوسرے پر سنگین بار ڈالنا چاہتے ہیں، اس زمانہ میں وہ شیریں کو تلخ بنا دیتے ہیں۔ بعض ماں باپ اور بزرگ حضرات۔ کہ جنھیں جوانوں کی مدد کرنا اور سہارا دینا چاہیئے۔ اپنے جوانوں پر اتنا دباؤ ڈال دیتے ہیں کہ ان کی کمر خم ہوجاتی ہے بلکہ ٹوٹ جاتی ہے اس سلسلہ میں جوان درد دل رکھتے ہیں۔

ان چیزوں سے ناامیدی و مایوسی پیدا ہوتی ہے اور زندگی پر کاری ضرب لگتی ہے اس سے ضرور پرہیز کریں اگر بزرگ حضرات ایسی باتیں کریں تو لڑکے لڑکی کو ایک دوسرے کا خیال رکھنا چاہیئے ان واہیات میں مبتلا نہ ہوں اور ایک دوسرے سے دفاع کریں اور ایک دوسرے پر دباؤ نہ ڈالنے دیں۔

مستقبل کی زندگی سنوارنے کے لئے لڑکے، لڑکی اور ان کے اہل خانہ ایک دوسرے کا تعاون کریں اس کی اشد ضرورت ہے، جبکہ بے جا توقعات اور دباؤ ہمدلی اور تعاون کی ضد ہے۔

رسم و رواج اور تکلفات میں ضد اور رقابت غلط ہے یہ نوجوانوں کو مستقل زندگی کی طرف نہیں بڑھنے دیتا۔

جشن ضرور منائیں

عقد یا عروسی کا جشن منانا دونوں کے لیئے صرف ناپسندی نہیں بلکہ

پسندیدہ اور مطلوب ہے جوانوں کی آرزو ہوتی ہے کہ ان کا جشن عروسی منایا جائے ان کی اس آرزو کو پورا کرنا چاہیئے اسلام کے نقطۂ نظر سے شادی میں جشن منانا مستحب ہے۔ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ زہرا۔سلام اللہ علیہا۔ کے عقد کا جشن پیغمبر اسلام کے حکم سے منایا گیا جوانوں سے تاکید کی جاتی ہے کہ وہ ضرور جشن منعقد کریں۔ بغیر جشن کے شادی نہ کریں لیکن بے جا توقعات اور فضول تکلفات وغیرہ گناہ اور اسراف ہے جشن منانا گناہ نہیں ہے۔ اور فطرت انسانی کا حامل مذکورہ امور کی ناپسندیدگی کسی پر مخفی نہیں ہے وہ خوب و بد جشن میں تمیز کر سکتا ہے۔

جوانسان اپنے کو اگر دوسروں کے عقیدہ اور نظریہ کی زنجیر سے خود کو آزاد کرا سکتا ہے اور اپنے بارے میں دوسروں کے احساس و جذبات کا خیال نہ کرے اور اپنے فریضہ کو سمجھے اور اس کے مطابق عمل کرے تو انسان کامیاب و سعادت مند ہوگا۔

۳۔ جاہلوں اور غرض مندوں کی مداخلت

ہم نے ایسے جوان دیکھے ہیں جنہوں نے نامزدی کے شیریں زمانہ، زندگی کے باصفا مرکز اور محبت سے مالا مال اپنے قلوب کو جاہلوں اور غرض مندوں کی مداخلت کی وجہ سے مکدر بنالیا ہے۔ جوانوں کی سعادت مندی کے دشمنوں پر خدا کی لعنت۔

جوان جوڑوں کو ہمیشہ ایسے نجس خیالات کے حامل لوگوں سے بچنا چاہیئے اور اپنی راحت و خوشی کی زندگی کو نیش زہر آگیں سے محفوظ رکھنا چاہیئے ہوشیار رہیں یہ خناس و وسواس کبھی خیر خواہ اور ہمدرد کی صورت

میں بھی سامنے آتے ہیں۔ ان سعادت وکامیابی کے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے بہترین ہتھیار لڑکے، لڑکی کی محبت وہوشیاری ہے۔

۴۔ والدین کا خیال

بہت سے لڑکے شادی کرتے ہی والدین کو فراموش کر دیتے ہیں یا ان کی طرف کم توجہ دیتے ہیں اور کبھی تو بے ادبی سے پیش آتے ہیں، کبھی لڑکے کی والدہ بہو لاتے ہی بلکہ محض منگنی اور نکاح ہو جانے سے یہ احساس کرتی ہے کہ اس کے لڑکے کو پہلی سی محبت نہیں رہی ہے، یہ چیز اس کے لئے بہت دشوار ہوتی ہے اور جب اس کے ضمیر کا پیمانہ چھلک جاتا ہے تو جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔

عقل مند انسان وہ ہے جو طرفین کے حقوق کی رعایت کرتا ہے۔ والدین کے حقوق بھی ادا کرتا ہے اور زوجہ کے بھی نہ والدین کو بیوی پر قربان کرتا ہو اور نہ زوجہ کو ماں، باپ پر، میں نے ساس، بہو کی لڑائی میں اکثر لڑکے کی بے توجہی اور بے لیاقتی کا مشاہدہ کیا ہے، اسی طرح سسرال سے لڑائی میں لڑکی کی حماقت و بے توجہی دیکھی۔

اگر میاں، بیوی تمام امور پر بھرپور طریقہ سے توجہ اور ہر ایک کے حق کی رعایت کریں تو ساس بہو اور داماد و سسرال میں کبھی کشمکش اور لڑائی نہ ہوگی میاں، بیوی کو اس بات پر توجہ رکھنا چاہیئے کہ والدین نے ان کی پرورش میں سالہا سال زحمتیں اٹھائی ہیں اور خون دل پی کر انھیں جوان کیا ہے، اب ان سے آنکھیں چرانا ناانصافی ہے، والدین کے ناراض ہونے سے خدا ناراض ہوتا ہے اور خدا کی ناراضی سے لڑکوں کی زندگی پر کاری ضرب لگتی ہے اور آخرت کے عذاب کا سبب ہوتی ہے والدین کے وجود سے لڑکوں کی زندگی

میں برکت و بہار رہتی ہے۔ اس قیمتی سرمایہ کو نہیں گنوانا چاہیئے ماں ،باپ اپنے بچوں کا برا نہیں چاہتے بلکہ ان کی ترقی و خوش بختی دیکھنا چاہتے ہیں۔

بھائی بہنو! ان سوختہ دلوں کی قدر کرو یہ انصاف نہیں ہے کہ اپنے محبوب کی آغوش میں پہنچ کر ان رنجدیدہ دلی نعمتوں کو پس پشت ڈال دو! میں نے بہت سے جوان دیکھے ہیں جو کہ باپ بنے اور اس سلسلے میں تھوڑی سی زحمت اٹھانے کے بعد والدین کی قدر و قیمت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس بات کا اندازہ لگایا کہ ان کی پرورش میں انہوں نے کتنی زحمتیں اٹھائی ہیں ہم جانتے ہیں کہ آج بہت سی سہولتیں فراہم ہوگئی ہیں ہمارے والدین نے سختیوں میں ہماری پرورش کی ہے۔

پس ہر ایک کے حق کو ادا کرو کسی کی اہانت کرنا صحیح نہیں ہے ایسا کام نہ کرو کہ جس سے بعد میں پشیمان ہونا پڑے اور ایسے وقت تمہاری آنکھیں کھلیں جب والدین سو چکے ہوں اور تم کچھ نہ کرسکو۔

۵ــــ آمد و رفت میں افراط

اس زمانہ میں لڑکے ،لڑکی اور ان کے خاندان میں محبت و گرمجوشی کا رابطہ برقرار رہنا چاہیئے لیکن افراط سے کام نہ لیں، اعتدال ہر کام میں مستحسن اور افراط منفور ہے۔

اگر آمد و رفت حد سے بڑھ جائے گی تو طرفین اکتا جائیں گے اور اس سے محبت میں کمی واقع ہوگی خصوصاً جب یہ زمانہ طولانی ہوجائے۔

اکثر جوان یہ سوال کرتے ہیں کہ منگنی اور عقد و رخصتی کے درمیان کے زمانہ میں کس قدر آمد و رفت ہونا چاہیئے؟ ایک دن میں کتنی بار؟ ہر ہفتہ

میں کتنی مرتبہ ؟ ...

ہم کہتے ہیں: کوئی حد معین نہیں ہے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ کس قدر حالات صحیح ہیں اور کس قدر ضیافت ہونی چاہیئے، نہ اتنی کم ہو کہ مایوس ہو جائیں اور نہ اتنی زیادہ ہو کہ جس سے اکتا جائیں، نہ تکبر و بے اعتنائی ہو اور نہ خود کو ہلکا کر کے دوسروں کو زحمت میں مبتلا کریں۔ اعتدال قائم رہے ایسی آمد و رفت میں تکلف اور تحمیل نہیں ہونا چاہیئے کسی کو بھی رنگین دستر خوان گراں قیمت ہدیوں اور بہترین ضیافت کی توقع نہیں رکھنا چاہیئے ہر صورت میں ایک دوسرے کے حالات کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

اسی طرح دلہن و دولہا کے لئے ضروری ہے کہ عفت و حیا کا لحاظ رکھیں خصوصاً ان خاندانوں میں جہاں دوسرے جوان لڑکے لڑکیاں بھی موجود ہوں۔ حیا و عفت سے بے پروا نہیں ہونا چاہیئے کہ اس سے دولہا، دلہن والدین کی نظروں میں گر جاتے ہیں اور یہ خاندان کے دوسرے لڑکے، لڑکیوں کے انحراف کا باعث ہوتا ہے۔

⑥ پہلی کدورتوں سے چشم پوشی

ممکن ہے عقد سے پہلے کچھ شکر رنجیاں پیدا ہو جائیں اور کدورتوں کی بنا پر طرفین سے خطا سرزد ہو جائے ممکن ہے خواستگاری، مہر کی تعیین، اور ازدواج و مہمانی کے شرائط پر اختلاف پیدا ہو جائے اور دونوں کے درمیان لے دے ہو اور بعض بزرگ، اطرافی یا خود لڑکے، لڑکی سے مایوس کن باتیں سنی جائیں، چغل خور لوگوں نے کوئی بات کہہ دی ہو کہ جس سے کدورت پیدا ہو جائے، عقد کے بعد ان کدورتوں کو نہیں دہرانا چاہیئے،

انھیں دل سے نکال دینا چاہیئے۔ اگر کسی کی ہتک ہوئی ہے یا وہ خیال کرتا ہو کہ اس کی توہین ہوئی ہے تو اسے خدا کے لئے معاف کر دینا چاہیئے، ان دو جوانوں نے سلامتی کے ساتھ اپنی زندگی کا آغاز کر دیا ہے تو بزرگ افراد اور خاندان والوں کو بھی پہلی باتوں سے چشم پوشی کر لینی چاہیئے اور ان کی تجدید و تلافی کی فکر میں نہیں رہنا چاہیئے، دولہا دلہن کو بھی اس سلسلہ میں ہر گز کچھ نہیں کہنا چاہیئے۔

ایسی جاہلانہ باتوں کو چھیڑنا عدم رشد کی علامت ہے اور بیوی کی محبت میں کمی واقع ہوتی ہے اور کبھی تو نئی زندگی کی بنیادیں متاثر ہوتی ہیں

(۷) بیہودہ باتوں سے اجتناب

بعض دولہا، دلہن اور ان کے متعلقین (خصوصاً والدین اور بڑے) اپنی عزت بڑھانے یا اپنی حقارت کی تلافی کے لئے خواستگاری کرنے والوں کے بارے میں دوسروں کے سامنے عجیب و غریب باتیں بیان کرتے ہیں عام طور پر حقیقت سے کہیں زیادہ بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور انھیں خواستگاروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اس کام سے نہ صرف یہ کہ ان کی عزت میں اضافہ نہیں ہوتا ہے بلکہ دلوں کی کدورتوں اور بے پناہ نقصان کا باعث ہوتی ہیں۔

دولہا، دلہن ان بیہودہ اور نقصان دہ باتوں سے پرہیز کریں اور اطراف والوں کو بھی ان کے بیان کی اجازت نہ دیں۔ اسی طرح اگر انھیں کسی سے محبت ہے تو اس کا اپنی زندگی کے ساتھی سے ہر گز ذکر نہ کریں اور ایک دوسرے کے بارے میں، مرد، عورتوں، اپنے اور بیگانوں سے کوئی بات نہ کہیں بظاہر

ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے غفلت سے بہت بڑا نقصان ہوتا ہے۔

آیت اللہ ابراہیم امینی فرماتے ہیں:

ایک اہم بات یہ ہے کہ لڑکا، لڑکی جس کو عقد و رخصتی (یا منگنی و نکاح) کے درمیان کے فاصلہ میں کشف کرنا چاہتے ہیں وہ شریک زندگی کی محبت و لگاؤ ہے، زن و شوہر دونوں ہی اپنے بارے میں ایک دوسرے کی محبت کو سمجھنا چاہتے ہیں، یہ چیز ان کی آئندہ زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہے۔ اس لئے زن و شوہر کے لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے بارے میں اپنے عشق و محبت کا اظہار کریں اور ہر ایسی بات و فعل سے اجتناب کریں جس سے محبت میں کمی اور امید ٹوٹتی ہو۔ مردوں کو تمام عورتوں سے اور عورتوں کو تمام مردوں سے چشم پوشی کر لینا چاہیے ان کا مرکز نگاہ صرف ان کی زندگی کا ساتھی ہونا چاہیے دوسرے مرد و عورت کی تعریف اور خواستگاروں کی عیب جوئی اور تنقید نہ کریں یہ مایوسی کے اسباب میں شمار ہوتی ہے اس سے پرہیز کریں ... معاشرت کے دوران مرد و عورت کو اپنے وقار و متانت کی حفاظت کرنا چاہیے اس طرح سبک و ناروا حرکتوں سے بھی اجتناب کرنا چاہیے، ادب و احترام کی رعایت کریں اور ایسا کام نہ کریں جس سے ایک دوسرے پر راستہ کھل جائے اور حریم ادب ٹوٹ جائے۔ (انتخاب ہمسر صفحہ ۲۲۷)

⑧ لڑکی کے والدین کی بے جا غیرت

بعض لڑکیوں کے والدین بے جا غیرت و تعصب سے کام لیتے ہیں اور اپنی لڑکی کو اس کے شرعی منگیتر سے دوستانہ روابط برقرار کرنے سے منع کرتے ہیں اس سے دونوں منگیتر مایوس ہو جاتے ہیں۔

ایسے والدین سے ہماری گزارش ہے کہ اگر آپ نے اس جوان کو دامادی کے لئے پسند کر لیا ہے اور اس پر اعتماد کرتے ہیں اور تحقیق کے بعد اسے قبول کیا ہے، اپنی لڑکی کے لیے مناسب ہمسر سمجھتے ہیں تو اب ملاقات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ صحیح طریقہ سے اسے نہیں پہچانتے اور اسے قابل اعتماد نہیں سمجھتے تو اس سے اپنی لڑکی کا عقد کیوں کیا؟ یہ مناسب نہیں ہے کہ انسان اپنی پیاری لڑکی کو اس سے بیاہ دے جس سے بدگمان ہو اور اسے اپنی لڑکی کے لئے مناسب و شائستہ شریک حیات نہ سمجھتا ہو!

یہ لڑکا اب آپ کا شرعی داماد اور آپ کی لڑکی کا قانونی شوہر ہے اور آپ کی لڑکی بھی اس کی شرعی و قانونی زوجہ ہے اس لحاظ سے عقد اور رخصتی کے بعد میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ: اگر یہ لڑکی اس کی زوجہ ہے تو اسے اپنے گھر لے جائے نہ یہ کہ اس کی بیوی رہے اور زندگی ہمارے گھر گزارے۔

جواب: کیا ہم نے ابھی گزشتہ چند صفحوں کے درمیان یہ بات نہیں کہی ہو کہ عقد و رخصتی کے درمیان فاصلہ ہونا چاہیئے اور اس کی دلیلیں بھی بیان کی تھیں۔

بہر حال لڑکی کے والدین کو ان دونوں جوانوں کی رعایت کرنا چاہیئے

اور بے جا غیرت سے ان کی رنجش کا باعث نہیں بننا چاہیے تاکہ رخصتی کے بعد دولہا دلہن کا والدین سے محترم اور مخلصانہ رابطہ رہے اور ان کے دل میں کوئی رنجش و کدورت نہ رہے۔

البتہ داماد کو بھی اس بات پر توجہ رکھنا چاہیے کہ جب تک لڑکی ماں، باپ کے گھر ہے اور رخصتی نہیں ہوئی ہے اس وقت تک تمام امور میں لڑکی کے والدین کی رضایت و اجازت ضروری ہے۔ یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ اب ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لڑکی، لڑکا جو چاہیں کریں۔ انھیں اپنے خاندان کا بھرم رکھنا چاہیے، اس کا احترام ضروری ہے اور جوانوں کو چاہیے کہ وہ اس احترام کو پامال نہ کریں بلکہ ان کی عزت و حیثیت کا خیال رکھیں۔ خصوصاً جس گھر میں دوسرے بہن بھائی بھی جوان ہوں اور اپنی بہن، بہنوئی کی حرکتوں کو مشاہدہ کرتے ہوں۔ اس صورت میں اگر ان کا رابطہ بے باکانہ ہوگا اور حریم عفت کی رعایت نہ ہوگی تو اس سے دوسرے نوجوان بہک جائیں گے۔

دولہا، دلہن سے ہماری تاکید ہے کہ تمام امور میں والدین کی رضا اور احترام کی رعایت کریں اس سلسلے میں بے پروائی سے سخت صدمہ پہنچتا ہے،

اصلی وصال کو !

شب زفاف پر موقوف رکھیئے

بہن بھائیو ! ہم نے آپ کے والدین سے آپ کی سفارش کر دی ہے لیکن آپ سے بھی گزارش ہے کہ اصلی وصال کو شب زفاف پر موقوف رکھیئے بزرگوں نے آپ لوگوں پر اعتماد کیا ہے آپ بھی کوشش کریں کہ ان کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچے عاشقانہ رابطہ رکھیئے لیکن اصلی وصال اور مخصوص مسائل شب زفاف پر موقوف رکھیئے۔

● ● ●

خداوند عالم سے دعا ہے کہ جوانوں کو بابرکت، ترقی پذیر، سعادت و کامیاب، ایمان و تقوے اور فرض شناسی سے لبریز زندگی عطا فرمائے۔

«اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا وَ طَیِّبْ نَسْلَھُمَا وَ کَثِّرْ رِزْقَھُمَا»

اے اللہ دولہا، دلہن کے درمیان محبت والفت پیدا کر دے اور ان کی نسل کو پاک و سعادت مند قرار دے اور ان کی روزی میں برکت عطا کر۔

خوش رہو۔

شیعہ ملٹی میڈیا ڈاٹ کام

مرکزی ویب سائٹ آف عزاداری، پاکستان

شیعہ ملٹی میڈیا

شیعہ کتب ڈاؤنلوڈ کرنے کے لیے

www.ShiaMultimedia.com

پیارے جوانو!

اگر تم نے کسی وجہ سے ابھی تک شادی کا ارادہ نہیں کیا ہے تو اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

اس کتاب میں

- شادی کی اہمیت و قیمت کیا ہے؟
- شادی کس عمر میں کرنا چاہیئے؟
- شادی میں تاخیر سے کیا نقصان اور جلدی میں کیا فائدہ ہے؟
- شادی کی مشکلیں اور موانع اور ان کا حل کیا ہے؟
- شریک حیات کے انتخاب کا معیار کیا ہے؟
- شریک حیات کے انتخاب کے لئے کونسے طریقے اختیار کرنے چاہئیں؟
- منگنی کے دلچسپ زمانے اور عقد و رخصتی کے درمیان کے فاصلہ کو کیسے گزاریں؟

یہ کتاب مذکورہ مسائل میں جوانوں کی راہنمائی کرتی ہے۔

انصاریان پبلیکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷
قم۔ جمہوری اسلامی ایران
فون نمبر: ۷۷۴۱۷۴۴ فیکس نمبر: ۷۷۴۲۶۴۷_۲۵۱_۰۰۹۸
Email: ansarian@noornet.net
www.ansariyan.org&www.ansariyan.net

7896443894 81
-948-4